براہین اہلسنت کامل

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

حامداً و مصلیاً

اما بعد۔ اس پُر فتن دور میں جبکہ سنت و بدعت کے درمیان عوام کے نزدیک امتیاز مشکل ہو چکا ہو۔ اہلِ بدعت اہلِ سنت کہلا کر لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ زنی کر رہے ہوں۔ قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کے مفہوم کو من مانی تاویلات کا جامہ پہنا کر سادہ لوح اشخاص کے قلوب و اذہان کو مسحور و مخمور کیا جا رہا ہو۔ اثباتِ عقائد کے لیے قطعیات کو چھوڑ کر ظنی دلائل پیش کئے جا رہے ہوں۔

قرآنی آیات سے قطع نظر غیر مستند واقعات و روایات کو بُرہانی طور پر نقل کیا جا رہا ہو۔ اسلافِ اُمت کے مقرر کردہ اصولوں سے دیدہ دانستہ گریز کیا جا رہا ہو۔ ضرورت تھی کہ اہل السنت والجماعت کے مسلکِ حق کو دلائلِ قطعیہ کی روشنی میں پیش کیا جائے تاکہ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنا آسان ہو جائے اس مقصد کے پیشِ نظر "براھین اھل السنۃ" کے نام سے یہ کتاب ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ

مذہب اہل السنت کی تاریخ

قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کی روشنی میں

ہمارا دعویٰ ہے کہ اہل السنت والجماعت کے مذہب کے بانی سرور کائنات فخر موجودات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں اور مذہب حق کی نشر واشاعت کے ذمہ دار صحابہ کرام اور عترت رسول ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے چہرے قیامت کے دن چاند سے زیادہ روشن ہوں گے۔

چنانچہ چوتھی صدی کے مشہور محقق عالم علامہ ابو المظفر الاسفرائینی اپنی مشہور کتاب التبصیر فی الدین وتمییز الفرقۃ الناجیۃ من الفرق الہالکین صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ مصریہ میں رقمطراز ہیں:-

اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَوٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ تَفْسِیْرِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی (یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ) اِنَّ الَّذِیْنَ تَبْیَضُّ وُجُوْھُھُمْ ھُمُ الْجَمَاعَۃُ وَالَّذِیْنَ تَسْوَدُّ وُجُوْھُھُمْ اَھْلُ الْاَھْوَاءِ وَ

حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے حضور علیہ السلام سے یوم تبیض وجوہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جن کے چہرے قیامت کے دن روشن ہونگے وہ جماعت ہے اور جن کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ خواہش پرست لوگ ہونگے اور اہل الاہواء

أَهْلُ الْأَهْوَاءِ وَهُمُ الَّذِيْنَ لَا يَتَّبِعُوْنَ الْكِتَابَ وَلَا السُّنَّةَ (التبصیر ص۱۱۱)

وہ وہ لوگ ہیں جو نہ قرآن کی اتباع کریں اور نہ سنت کی۔

واضح ترین روایت

استاد محمد بن زاہد الکوثری حاشیہ التبصیر ص۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا تَبْيَضُّ وُجُوْهُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهُ أَهْلِ الْبِدَعِ۔

حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعا روایت ہے فرمایا کہ جن کے چہرے قیامت کے دن روشن ہوں گے وہ اہل السنت ہونگے اور سیاہ چہروں والے اہل بدعت ہوں گے۔

اہل سنت کی فضیلت کے سلسلے میں ایک اور روایت

حاشیہ التبصیر ص۱۱ میں ہے۔

عن ابن ابی حاتم واللالکائی عن ابن عباس تبیض وجوہ اہل السنة والجماعة وتسود وجوہ اہل البدع والضلالة

ابن عباس سے روایت ہے فرمایا اہل سنت والجماعت کے چہرے قیامت کے دن روشن ہونگے۔ اور اہل بدعت والضلالۃ کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

ان تینوں روایتوں کے راوی علی الترتیب عبداللہ بن عمر عبداللہ ابن مسعود اور عبداللہ ابن عباس ہیں۔

پہلی روایت میں تبیض وجوہ سے مراد اہل جماعت، دوسری روایت

ہیں اہل السنت اور تیسری روایت میں اہل السنت والجماعت کی تصریح موجود ہے۔ سو معلوم ہوا کہ قیامت کے دن اہل السنت والجماعت کے چہرے چاند سے زیادہ روشن ہوں گے اور اہل بدعت روسیاہ ہو کر دربار خداوندی میں پیش ہونگے

فرقۂ ناجیہ یقیناً اہل السنۃ ہی ہے

امام ابو منصور عبدالقاہر ابن طاہر بغدادی المتوفی ۴۲۹ھ اپنی کتاب (الفرق بین الفرق ص۱۹) میں تحریر فرماتے ہیں :-

قد ذکرنا فی الباب الاول من هذا الکتاب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما ذکر افتراق امته بعدہ ثلاثا وسبعین فرقة اخبران فرقة واحدۃ منها ناجية فسئل عن الفرقة الناجية وعن صفته فاشار الی الذین هم علی ما هو واصحابه، ولسنا نجد الیوم من فرق الامة منهم علی موافقة الصحابة رضی اللہ عنهم غیر اهل السنة والجماعة من فقهاء الامة ۔

تحقیق ہم نے اس کتاب کے پہلے باب میں نقل کیا ہے کہ تحقیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنی اُمت کے اپنے بعد تہتر فرقوں پر بٹ جانے کا ذکر فرمایا تو اس بات کی اطلاع فرمائی کہ ایک گروہ اُن میں سے نجات یافتہ ہوگا پس حضرت سے دریافت کیا گیا تو آپ نے ان لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا کہ جو لوگ اس راہ پر ہوں جس شاہراہ پر حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام ہوں گے اب ہم اس قسم کا گروہ اہل السنۃ والجماعت کے علاوہ کسی کو فقہا امت میں سے نہیں پاتے ۔

اہل السنۃ سے کون لوگ مراد ہیں؟

پانچویں صدی کے مشہور محقق عالم امام ابی محمد علی ابن احمد ابن حزم اپنی کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل ج ۲ ص ۱۱۳ میں لکھتے ہیں۔

واھل السنة الذین نذکرھم. اھل الحق ومن عداھم اھل البدعة فانھم الصحابة رضی اللہ عنھم ومن اتبعھم من الفقھاء جیلاً فجیلاً الی یومنا ھذا ومن اقتدی من العوام فی شرق الارض وغربھا رحمة اللہ علیھم

اہل السنت جن کا ذکر ابھی ابھی ہم نے کیا ہے۔ یہی اہل حق ہیں اور ان کے علاوہ سب بدعتی ہیں اور اہل السنۃ صحابہ کرام ہیں اور ان کی اتباع کرنے والے فقہاء عظام ہیں۔ زمناً بعد زمن اس دن تک اور جو عوام میں اُن کی اقتداء کرنے والے ہیں خواہ وہ مشرق میں رہتے ہوں یا مغرب میں۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور اُن کے جملہ متبعین فقہاء کرام اور ان کے پیروکار سب کے سب اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے کے حق دار ہیں۔

اہل السنۃ کو اہل السنۃ کیوں کہا جاتا ہے؟

(۱) اثبات ما ورد بہ السنة ومضی علیہ الجماعة فسموا اھل السنة والجماعة

اہل السنۃ والجماعۃ کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ لوگ اُسے ثابت رکھتے جس پر سنت نبوی

(نبراس شرح شرح العقائد ص۳) وارد ہو اور صحابہ کرام کا عمل ہو۔

(۲) گیارھویں صدی کے مشہور عالم علامہ کمال الدین احمد البیاضی الحنفی اپنی کتاب اشارات المرام من عبارات الامام مطبوعہ مصر صفحہ ۴۳ ، ۴۴ میں تحریر فرماتے ہیں:-

واعلم ان افضل ما علمتم في امور الدين (وما تعلمون الناس) الطالبين لتعلم اموره (السنة) من قول الرسول عليه الصلوة والسلام وفعله وتقريره في الاعمال وفيما يدل على الاعتقادات قول الخلفاء الراشدين وفعلهم كذلك وفيه اشارة الى قوله عليه الصلوة والسلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي عضوا عليها بالنواجذ والى وجه التسمية باهل السنة والجماعة ۔

اور یہ جان لے کہ جو کچھ امور دین میں سے تمہیں سکھایا گیا ہے اور جو لوگوں کو سکھاتے ہو وہ سنت ہے۔ یعنے قول رسولؐ اور فعل رسولؐ اور تقریر رسولؐ ہے۔ اعمال اور اس میں جو کہ اعتقادات پر دلالت کرتا ہے خلفاء راشدین کا قول اور ان کا فعل بھی اسی طرح ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ میرے بعد میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقے کو مضبوط پکڑنا اور اشارہ ہے ۔ کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا نام اسی لیے رکھا گیا ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا ارشادِ گرامی

فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ اند کہ سلف صالح از صحابہ و تابعین باحسان ومن بعدہم ہمہ بریں اعتقاد بودہ اند۔

ناجی فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں یہ سلف صالحین صحابہ کرام تابعین عظام اور ان کے بعد کے لوگ بھی اسی اعتقاد پر تھے

جب ہم نے فرقہ ناجیہ یعنے اہل السنۃ والجماعت کا ثبوت اور ان کی ابتدائی تاریخ اور اس کی وجہ تسمیہ آپ کے سامنے پیش کر دی تو اب ہم یہ بتائیں گے کہ اہل السنۃ والجماعۃ اپنے عقائد کو ثابت کرنے کے لیے جن دلائل کو بروئے کار لاتے ہیں وہ کیا ہیں۔ تاکہ یہ فرق واضح ہو جائے کہ جو شخص ان دلائل کو چھوڑ کر ضعیف احادیث یا عقائد قطعیہ کے باب میں اخبار احاد کو پیش کرتا ہے وہ اہل السنۃ کے طرقِ استنباط سے قطعاً ناآشنا ہے اور اس کا استدلال ناقابلِ قبول ہے!

چنانچہ علامہ کمال الدین بیاضی اشارات المرام ص۲۹ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ الفِرقَةَ النَّاجِيَةَ هُمُ الجَمَاعَةُ الكَثِيرَةُ المُتَمَسِّكُون بِمُحكَمَاتِ الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فِى العَقَائِد

بلاشبہ فرقہ ناجیہ وہی کثیر جماعت ہے جو کہ عقائد کے باب میں محکمات کتاب و سنت سے دلائل قائم کرتے ہیں۔

محقق بیاضی نے اہل سنت کے طریقۂ استدلال کو پیش فرما کر واضح کر دیا ہے کہ جو شخص بھی عقائد کے اثبات کے باب میں کتاب اللہ اور خبر

متواتر یا خبر مشہور کے علاوہ پیش کرتا ہے۔ وہ اہل السنۃ کے طرز عمل کے خلاف کرتا ہے۔

اہل السنۃ کا آپس میں اختلاف اصول میں نہیں تو فروع میں ہوتا ہے

چنانچہ علامہ بیاضی فرماتے ہیں:۔

وما وقع بين اهل السنت من المخالفات فتلك في التفاريع وما كان مذهبهم الا اخذ الاصول الدينية من محكمات الكتاب و مشهورات السنة واجماع السلف الامة والتائيد بالادلة العقلية۔

اہل السنۃ کے درمیان جو اختلاف ہے وہ فروعی مسائل میں ہے ان کا مذہب متفقہ طور پر یہ ہے، کہ اصول دین محکمات کتاب اور احادیث مشہورہ اور اجماع سلف ائمہ سے ثابت کرتے ہیں۔ اور دلائل عقلیہ سے صرف تائید لیتے ہیں۔

لیکن آجکل حالت یہ ہے کہ اہل السنّت کہلانے والے علماء جب بھی عقائد کو ثابت کریں گے۔ یا تو اخبار آحاد پیش کریں گے اور یا بے سند قصے۔ حالانکہ صحابہ کرام اور تابعین کا دستور العمل یہ تھا کہ جب بھی کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو سب سے پہلے قرآن پاک میں تلاش کرتے اپنی وسعت علم اور خداداد قابلیت کے باوجود اگر قرآن پاک میں نہ پاتے تو پھر حضور علیہ السلام کے ارشادات کی طرف رجوع کرتے۔ اگر حضور علیہ السلام سے بھی کھلا حکم نہ پاتے تو پھر صحابہ کرام کے اقوال و اعمال کی طرف رجوع فرماتے

سیدنا علی مرتضیٰؓ کا دستور العمل

عن الحارث الاعور قال مررت
في المسجد فاذا الناس
يخوضون في الاحاديث فدخلت
على عليؓ فاخبرته فقال اوقد
فعلوها قلت نعم قال اما
اني سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم اما انها
ستكون فتنة قلت فما
المخرج يا رسول الله قال
كتاب الله فيه نبأ ما قبلكم
وخبر ما بعدكم وحكم ما هو
الفصل ليس بالهزل من تركه
من جبار قصمه الله ومن
ابتغى الهدى في غيره
اضله الله وهو حبل الله
المتين وهو الذكر الحكيم وهو
الصراط المستقيم
مشكوٰة المصابيح ص۱۸۶

حضرت حارث اعور سے روایت ہے
فرمایا میں مسجد میں گذرا تو کچھ لوگ
احادیث میں بحث کر رہے تھے۔ پس
میں حضرت علی کے پاس گیا اور میں نے
جا کر ان کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا
کیا ایسا کر رہے ہیں۔ میں نے کہا ہاں
فرمایا۔ میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا ہے۔ بلاشبہ ایک
فتنہ برپا ہوگا تو میں نے عرض کیا۔ اس فتنے
سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا
کتاب اللہ۔ اس میں تمہارے ماقبل اور
تمہارے مابعد کی خبریں ہیں اور حکم ہے
جو فیصل ہے ہنسی نہیں جس نے
اس کو ظلم ظالم کی وجہ سے چھوڑ دیا خدا
اس کو نگونسار کریگا اور جس نے قرآن کے
بغیر کسی اور کتاب میں ہدایت طلب
کی۔ خدا تعالیٰ اس کو گمراہ کریگا۔ یہی
صراط مستقیم ہے۔

ظاہر ہے کہ قرآن مجید عرش بریں سے نازل ہی اسی لیے ہوا ہے کہ

ایا خداوں کو صحیح عقائد بتائے اور مشرکین کے باطل عقائد کی تردید کرے پس مگر کوئی ایسا عقیدہ جس کا ذکر قرآن مجید یا خبر مشہور یا خبر متواتر میں نہیں ہے تو وہ عقیدہ قطعی کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔ جاہل ہے وہ انسان جو عقائد کو ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ حالانکہ پروردگار عالم نے متعدد مقامات پر یہ اعلان کیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ (سورۃ الحج)

اور اسی طرح ہم نے قرآن پاک کو نازل کیا ہے کھلی آیتیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے

قرآن مجید کی آیات بلاشبہ اثبات عقائد کے سلسلے میں واضح ہیں مگر جس کی قسمت میں قدرت نے ہدایت ہی نہ لکھی ہو تو اس کے راندۂ درگاہ ہوتے ہیں کیا شک ہے۔ یقین کیجیے کہ جو لوگ قرآنی عقائد کو چھوڑ کر موضوع اور ضعیف روایتوں کی آڑ لے کر مذہب بنائے پھرتے ہیں وہ یقیناً گمراہ ہیں۔ اور مسلک اہل السنۃ کے کھلے دشمن ہیں۔ یہ لوگ اہل بدعت تو کہلائے جا سکتے ہیں لیکن ان کو اہل السنۃ کہلانے کا کوئی حق نہیں۔

کیا آپ نہیں جانتے کہ دین مکمل ہو چکا ہے اب اس میں نہ کسی کمی کی ضرورت ہے نہ بیشی کی اور محبت کے سلسلے میں صحابہ کرام کا مقام ارفع اور اعلیٰ ہے۔ ہے کوئی ماں کا لال جو عشق محبت میں صدیق اکبر و فاروق اعظم اور عثمان و علی مرتضیٰ نیز طلحہ زبیر اور بلال و صہیب جیسے پروانوں کا مقابلہ کر سکے۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے مدت العمر میں نہ تو کوئی بدعت ایجاد کی اور نہ کوئی نیا راستہ تلاش کیا۔ مگر ایک ہم ہیں کہ دعوی محبت میں ہر نئے کام کو سنت سے بھی ضروری سمجھتے جا رہے ہیں۔ کسی نے کسی اہم سنت کو ترک کر دیا تو قابل ملامت

نہیں لیکن اگر خودساختہ بدعت کو چھوڑ دیا تو اس جیسا مجرم کوئی نہیں۔
حالانکہ ملا علی قاری یکون فی اخرالزمان کی شرح میں رقم طراز ہیں۔

دجالون من الدجل وھو التلبیس جمع دجل وھو کثیر المسکر و التلبیس ای المخداعون یعنی سیکون جماعۃ یقولون للناس عن علماء ومشائخ فندعوکم الی الدین وھم کاذبون فی ذٰلک یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم ای سیحدثون بالاحادیث الکاذبۃ والاعتقادات الفاسدۃ فایاکم ای ابعدوا عنھم

دجالون دجل سے ہے اور دجل تلبیس کو کہتے ہیں۔ دجل کی جمع ہے اور وہ زیادہ مکر اور تلبیس کرنیوالے کو کہتے ہیں۔ یعنی ٹھگ باز یعنی عنقریب ایک جماعت پیدا ہوگی۔ لوگوں سے کہیں گے ہم علماء ہیں اور پیر و مرشد ہیں ہم تم کو دین کی طرف بلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس میں جھوٹے ہوں گے۔ تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادا نے یعنی جھوٹی حدیثیں اور بدی اعتقاد بیان کرینگے پس ان سے دور رہنا

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی

اجتناب از صحبت مبتدع لازم است ضرر صحبت مبتدع فوق ضرر صحبت کافر است
مکتوب ۵۴ ج۱

بدعتی کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ بدعتی کی صحبت کا نقصان نعوذ باللہ کافر کی صحبت کے نقصان سے زیادہ ہے۔

اولیاء اللہ کی صف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام مسلم ہے۔ بدعت اور بدعتی سے نفرت کے سلسلے میں آپ کا کلام اسباب تصوف کے لیے حجت ہے کہ روحانی طور پر کافر کی صحبت میں جتنا نقصان ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ بدعتی کی صحبت میں نقصان ہوتا ہے

سیدنا شیخ جیلانی کا ارشاد گرامی

غنیۃ الطالبین ص۸۰ میں پیران پیر محبوب سبحانی قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:۔

لا یکاثر اھل البدع ولا یدانیھم ولا یسلم علیھم۔	اہل بدعت کے ساتھ میل جول نہ رکھے اُن کے قریب تک بیٹھے ان پر سلام نہ کہے۔

بہر حال ان حقائق سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اہل السنت کو اہل بدعت سے اجتناب لازم ہے۔ کیونکہ .... ان کی محبت سے سُنت کا ستون کم ہوتا ہے اور بدعت سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔

ہمارا طرز بیان اور طرز استدلال

چونکہ اس وقت ہر مبتدع یہ سمجھتا ہے کہ مسلک اہل السنت والجماعت وہی ہے جس پر ہماری جماعت عمل پیرا ہے اس لیے ہم پہلے ہر عقیدے کی تشریح کریں گے، اس کے بعد اس کی تائید میں قرآن مجید کی واضح آیتیں اور حضور علیہ السلام کے کھلے ارشادات پیش کریں گے۔ اس کے بعد بالترتیب چودہ سو سال کے مشاہیر

اہلسنت مفسرین اور معتبر علماء کے عقیدے پیش کریں گے۔
پس جو عقیدہ ان تمام تفصیلی دلائل کے نتیجے میں برآمد ہوگا اسے ہم اہل السنت کا عقیدہ قرار دیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

پہلی صدی سے لیکر چودھویں صدی تک کے علماء ملت کا ذکر پاک

پہلی صدی	۱۔ ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۲۔ جملہ صحابہ کرام کا مذہب ۳۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدائش سنہ ۸۰ھ متوفی سنہ ۱۵۰ھ کا فرمان قابل ذکر ہوگا
دوسری صدی	امام شافعی متوفی سنہ ۲۰۴ھ مصنف کتاب الام
تیسری صدی	۱۔ ابن جریر طبری سنہ ۲۲۴ھ متوفی سنہ ۳۱۰ھ مصنف تفسیر جامع البیان ۲۔ ابو احمد ابن محمد جصاص رازی متوفی سنہ ۳۷۰ھ مصنف احکام القرآن۔
چوتھی صدی	۱۔ علامہ ابو اللیث سمرقندی حنفی متوفی سنہ ۳۷۳ھ مصنف تفسیر ابو اللیث ۲۔ علامہ ابن حزم اندلسی متوفی سنہ ۴۵۶ھ
پانچویں صدی چھٹی صدی	۱۔ علامہ محی السنۃ بغوی سنہ ۵۱۰ھ مصنف تفسیر معالم التنزیل ۲۔ شیخ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی مصنف احکام القرآن متوفی ۳۔ شیخ حسن ابن منصور متوفی سنہ ۵۹۲ھ ۴۔ علامہ ابو القاسم جار اللہ محمود ابن عمر زمخشری خوارزمی متوفی سنہ ۵۳۸ھ ۵۔ قاضی ابو بکر محمد بن عبداللہ معروف ابن عربی مالکی متوفی سنہ ۵۴۳ھ ۶۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی سنہ ۶۰۶ھ مصنف تفسیر کبیر

نوٹ

تفسیر کبیر دو حصوں پر مشتمل ہے۔ امام فخر الدین رازی سورۂ انبیاء کی تفسیر تک لکھ چکے تھے کہ آپ انتقال فرما گئے۔ ان کے بعد نجم الدین احمد بن محمد القمولی المتوفی سنہ ۷۲۷ھ نے اس کو تمام فرمایا۔ اس لیے پہلے حصے کے حوالہ جات چھٹی صدی کے علماء کی فہرست میں پیش کئے جائیں گے اور آخری حصے کی عبارتیں ساتویں، آٹھویں صدی کے نمبر میں پیش کئے جائیں گے۔

صدی	علماء
چھٹی اور ساتویں صدی	۱۔ شیخ ابو السعادت مبارک بن محمد اثیر الجزری المتوفی سنہ ۶۰۶ھ مصنف تفسیر ابن اثیر
	۲۔ علاؤ الدین بن علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المتوفی سنہ ۷۲۵ھ مصنف تفسیر خازن
	۳۔ قاضی ابو سعید ناصر الدین بن عبد اللہ بن عمر البیضاوی المتوفی سنہ ۶۸۵ھ مصنف تفسیر بیضاوی
	۴۔ امام ابو البرکات عبد اللہ حافظ الدین نسفی احمد بن محمود حنفی، المتوفی سنہ ۷۱۰ھ مصنف تفسیر مدارک التنزیل
	۵۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر ابن فرح الانصاری الاندلسی القرطبی المتوفی سنہ ۶۷۱ھ مصنف تفسیر قرطبی
آٹھویں صدی نویں صدی	۱۔ امام ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر دمشقی المتوفی سنہ ۷۷۴ھ کی تفسیر ابن کثیر
	۲۔ شیخ امام قاسم بن قطلوبغا المتوفی سنہ ۸۷۹ھ مصنف المسامرہ
	۳۔ شیخ جلال الدین محمد بن احمد المتوفی سنہ ۸۶۴ھ
	۴۔ امام جلال الدین السیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ مصنف تفسیر جلالین و تفسیر در منثور

صدی	
دسویں صدی	۱۔ صاحب بحر الرائق شرح کنز الدقائق المتوفی سنہ ۹۷۰ھ
گیارھویں صدی	۱۔ فتاوی عالمگیری مؤلفہ فی سنہ ۱۱۱۱ھ
بارھویں صدی تیرھویں صدی	۱۔ ملا جیون المتوفی سنہ ۱۱۳۰ھ مصنف تفسیر احمدی۔ حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتی مصنف تفسیر مظہری ۲۔ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۳۰ھ مصنف ۳ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی " ۴۔ علامہ شوکانی یمنی المتوفی سنہ ۱۲۵۵ھ مصنف تفسیر فتح القدیر ۵۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی حنفی نقشبندی المتوفی سنہ ۱۲۷۰ھ مصنف تفسیر روح المعانی
چودھویں صدی	۱۔ علامہ رشید رضا مصری المتوفی سنہ ۱۳۵۴ھ مصنف تفسیر منار ۲۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مصنف تفسیر بیان القرآن ۳۔ حضرت استاذنا المکرم شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی فوائد عثمانیہ حاشیہ قرآن مترجم شیخ الہند ۴۔ حضرت مولانا عبد الحق صاحب مصنف تفسیر حقانی ۵۔ حضرت العلامہ مولانا عبد الرحمن صاحب امروہوی محشی تفسیر بیضاوی ۶۔ الاستاذ المکرم بحر العلوم مولانا محمد یوسف البنوری مصنف یتیمۃ البیان فی حل مشکلات القرآن ۷۔ الاستاذ مولانا بدر عالم اللمیرٹھی مصنف فیض الباری شرح البخاری ۸۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی مصنف بذل المجہود

عبادت کا لغوی اور شرعی مفہوم

(۱) اس کے ذیل میں سب سے پہلے معتبر تفسیروں سے عبادت کے مفہوم اور اس کی تشریح سے متعلق عبارتیں نقل کی جائیں گی۔

(۲) اس کے بعد جملہ تفسیروں کا خلاصہ اور مفاہیم و معانی کے درمیان تطبیق دیکر مسئلے کو منقح کیا جائے گا۔

(۳) پھر عبادت کے اقسام بیان کئے جائیں گے اور ہر قسم کی تشریح کیجائیگی

(۴) اصل مفہوم کے ساتھ الٰہیات نبوت اور معاد نیز ارکان اربعہ کی نسبت بیان کی جائے گی۔

(۵) بعدہٗ اُن قرآنی آیات کی نشان دہی کی جائے گی۔ جہاں جہاں لفظ عبادت کو لایا گیا ہے۔ اور عبادت کی تخصیص صرف خدا تعالیٰ کے لیے کی گئی ہے۔

(۶) پھر اُن عقائد و اعمال پر قرآنی آیات نبوی ارشادات اقوال فقہا پیش کئے جائیں گے۔ علی سبیل الاختصار بعض اہم شبہات کے جوابات بھی تحریر کئے جائیں گے۔

عبادت کا مفہوم اقوال مفسرین کی روشنی میں

علامہ ابن کثیر کی تحقیق

العبادۃ فی اللغۃ من الذلۃ یقال طریق معبد و بعیر معبد ای مذلل وفی الشرع عبارۃ عما یجمع کمال المحبۃ	عبادت کا لغوی معنی ذلت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طریق معبد ہے اور اونٹ معبد ہے یعنی راستے کو پامال کیا جاتا ہے۔ اونٹ پر سواری کی جاتی

والخضوع والخوف (تفسیر ابن کثیر ص۲۵ ج۱)

ہے عبادت کا شرعی معنی یہ ہے کہ انسان کو معبود سے کمال محبت ہو اور خضوع ہو اور معبود کا خوف ہو۔

علامہ فخر الدین رازی کی تحقیق

العبادة عبارة عن الفعل الذی یؤتی به لغرض تعظیم الغیر وهو ماخوذ من قولهم طریق معبد ای مذلل. واعلم ان قولك ایاك نعبد معناه لا اعبد احداً سواك الذی یدل علی هذا الحصر وجوه الاول ان العبادة عبارة عن نهایة التعظیم وهی لاتلیق الا بمن صدر عنه غایة التعظیم

(تفسیر کبیر ص۲۴۲ ج۱)

عبادت کا معنی یہ ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس سے غیر کی تعظیم مقصود کے طور پر پیش نظر ہو۔ اب ایاک نعبد کا معنی یہ ہے کہ تیرے بغیر کسی اور کی عبادت یعنے مقصود کے طور پر تعظیم نہیں کروں گا۔

علامہ فخر الدین فرماتے ہیں کہ عبادت خدا کیلئے خاص ہونے پر بہت سے وجوہ دلالت کرتے ہیں پہلی وجہ یہ کہ عبادت کا معنی انتہائی تعظیم ہے جو کہ اس کے ساتھ لائق ہے جس سے غایت تعظیم صادر ہو رہی ہے۔

علامہ موصوف کی دوسری تحقیق

الفائدة الثانیة قوله ایاك نعبد یدل علی انه لا معبود الا الله ومتی کان الامر کذلك ثبت انه لا اله الا الله فقوله

(دوسرا فائدہ) ایاک نعبد اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے بغیر عبادت کے لائق کوئی نہیں جب مطلب یہی ٹھیرا تو ثابت ہو گیا کہ لا الٰہ الا اللہ

اياك نعبد و اياك نستعين
يدل على التوحيد المحض و
اعلم ان المشركين طوائف لان
كل من اثبت شريكا لله فذلك
الشريك اما ان يكون من
الاجسام السفلية او من الاجسام
العلوية اما الذين اثبتوا الشركاء
من الاجسام السفلية فذلك الجسم
اما ان يكون مركبا او بسيطا اما
المركب فاما ان يكون من المعادن
ومن النبات او من الحيوان او
من الانسان واما من الاحجار
ومن الذهب او من الفضة
ويعبدونها واما الذين اثبتوا
الشركاء من الاجسام النباتية
فهم الذين اتخذوا شجرة معينة
معبودا لانفسهم واما الذين
اتخذوا الشركاء من الحيوان فهم
الذين اتخذوا العجل معبودا لانفسهم
واما الذين اتخذوا الشركاء من
الناس فهم الذين قالوا عزير ابن

پس ایاک نستعین توحید خالص پر دلالت
کرتا ہے اور یہ بھی جان لے کہ بلاشبہ
شرک کرنے والوں کے بہت سے گروہ
ہیں اس لیے کہ جو بھی خدا تعالےٰ کے
ساتھ شریک ٹھیراتا ہے وہ شریک
یا تو نیچے طبقے کے جسموں سے ہوگا
یا اُوپر والے طبقے سے۔ بہرحال
جو لوگ اجسام سفلیہ کو شریک ٹھیراتے
ہیں وہ جسم یا تو مرکب ہوگا یا بسیط،
اور مرکب یا معدنیات سے ہوگا نباتات
سے یا جنس حیوان سے ہوگا یا جنس
سونے سے یا چاندی سے اور اُن کی
وہ لوگ پوجا کرتے ہوں گے اور بہرحال
جن لوگوں نے نباتات سے شریک
ٹھہرائے ہیں وہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے
اپنے لیے ایک معین درخت کو معبود
بنا لیا ہے اور جن لوگوں نے حیوانات سے
شریک بنائے ہیں پس وہ لوگ ہیں
جنھوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا
اور جن لوگوں نے انسانوں کو خدا
شریک ٹھہرایا وہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے

لله والمسيح ابن الله واما
الذين اتخذوا الشركاء من
الاجسام البسيطة فهم الذين
يعبدون النار فهم المجوس و
اما الذين اتخذوا الشركاء من
الاجسام العلوية فهم الذين
يعبدون الشمس والقمر و
سائر الكواكب ويضيفون السعادة
والنحوسة اليها وهم الصابئة
واكثر المنجمين ١ه
(تفسیر کبیر ص۲۲۲ ج۱۲)

عزیر و مسیح علیہما السلام کو خدا کا بیٹا
قرار دیا اور جن لوگوں نے اجسام بسیطہ
سے شریک ٹھہرایا وہ وہ لوگ ہیں
جنہوں نے آگ کی پوجا کی وہ مجوس ہیں
اور جن لوگوں نے اجسام علویہ
سے شریک بنائے ہیں۔ پس وہ
وہ لوگ جنہوں نے سورج، چاند،
اور باقی ستاروں کی پوجا کی۔
اور ان کی طرف نیکی برائی کو
نیز نحوست کو منسوب کیا
وہ صابئین ہیں اور اکثر نجومی
ہیں۔ ١٢

صاحب تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی کی تحقیق

والعبادة اعلى مراتب الخضوع
فلا يجوز شرعا ولا عقلا فعلها
الا لله تعالى لانه المستحق
لذلك لكونه موليا لاعظم النعم
من الحيوة والوجود وتوابعهما
ولذلك يحرم السجود لغيره
سبحانه لانه وضع اشرف
الاعضاء على اهون الاشياء

اور عبادت خضوع کا اعلیٰ مرتبہ ہے
اور وہ شرعاً اور عقلاً اللہ تعالیٰ کے
بغیر کسی کے لیے جائز نہیں اس لیے
کہ وہی اس کا مستحق ہے کیونکہ بہت
بڑی نعمتوں کا مالک ہے، خواہ وہ
زندگی ہو یا موت اسی لیے اللہ تعالیٰ
کے بغیر سجود کرنا حرام ہے۔ کیونکہ
اشرف عضو کو اہون چیز پر رکھنا

وهو التراب وموضع الاقدام و النعال غاية الخضوع ۔
(تفسیر روح المعانی ص۵۵ ج۱۲)

ہے اور اصلی چیز سے مراد مٹی ہے جو کہ پاؤں کی جگہ ہے اور جوتے ہیں۔

عبادت کے مفاہیم و معانی علامہ آلوسی کی تحقیق

۱۔ العبادة تستعمل بمعنی الطاعة ومنه ان لا تعبدوا الشیطان

عبادت بمعنی اتباع بھی آتی ہے۔ جیسا کہ شیطان کی اتباع نہ کرو۔

۲۔ تستعمل بمعنی الدعاء و منه ان الذین یستکبرون عن عبادتی۔

دعا کے معنے سے بھی آتی ہے جیسا کہ جو لوگ ہماری پکار سے تکبر کرتے ہیں۔

۳۔ تستعمل بمعنی التوحید۔ منه ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون
(تفسیر روح المعانی ص۵۵ ج۱۲)

توحید کے معنے سے بھی آتی ہے جیسا کہ جن اور انسان کو اپنی توحید کے لیے میں نے پیدا کیا ہے۔

صاحب تفسیر کشاف کی تحقیق

۱۔ والعبادة اقصی غایة الخضوع والتذلل۔
(تفسیر کشاف ص۵۳)

عبادت نہایت درجہ خضوع اور تذلل کو کہتے ہیں

مفسر بیضاوی اور مفہوم عبادت

والعبادة اقصی غایة الخضوع والتذلل ص۱۲

عبادت انتہائی درجے خضوع اور تذلل کا نام ہے

محشی تفسیر بیضاوی کا ارشاد ــــــ

قالوا ان العبادة ما جعله الله علامة لكون العبد عبداً له بعضها متعلق بالظاهر كالصلوٰة والحج والزكوٰة والصوم وبعضها متعلق بالباطن كالاعتقاديات

عبادت وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علامت بنا دیا ہے تاکہ عبد کی عبدیت ظاہر ہو جیساکہ نماز، حج زکوٰۃ روزہ اور بعض عبادتیں باطن سے متعلق ہیں، جیساکہ اعتقادیات کا معاملہ ہے۔

صاحب تفسیر منار علامہ محمد عبدہٗ مصری کی تحقیق ــــــ

ان العبادة ضرب من الخضوع بالغ حد النهاية ناشئ عن استشعار القلب عظمة للمعبود لا يعرف منشاءها والاعتقاد بسلطة له لا يدرك كنهها وماهيتها وقصارى ما يعرفه منها انها محيطة به ولكنها فوق الادراك والاستعانة طلب المعونة وهو ازالة العجز والمساعدة على اتمام العمل الذي يعجز المستعين عن الاستقلال به بنفسه (تفسير المنار ص۵۵ ج۱)

عبادت خضوع کی ایک قسم ہے جو حد نہایت کو پہنچی ہوئی ہو، معبود کی عزت وعظمت کے سلسلے میں دل سے پیدا ہوتی ہے جس کا منشا معلوم نہ ہو اور اس کا اعتقاد اس کے تسلط کے ساتھ ایسا ہو کہ جس کی کنہ اور حقیقت کا ادراک نہ ہو سکے اور کم سے کم اتنا اندازہ ہو کہ اس کی سلطنت محیط ہے لیکن فوق الادراک ہے، اور استعانت مدد مانگنے کو کہتے ہیں اور مدد مانگنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرا عجز زائل ہو اور عمل کرنے پر مجھے مدد ملے اور میں خود اس عمل پر

علامہ مفسر ابن جریر کا فرمان

ونتذلل فتولہ ایاک نعبد لك نخشع ونذل ونستكين اقرارًا لك يا ربنا بالربوبية لا لغيرك

(تفسیر ابن جریر صفحہ ۵۳ ج ۱)

ایاک نعبد کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم آپ کے کلی طور پر نیازمند ہیں اور ذلیل ہیں اور یا اللہ ہم آپ کی ربوبیت کا ایسا اقرار کرتے ہیں کہ کسی اور کے لئے ثابت ہی نہیں کرتے۔

صاحب تفسیر تسہیل البیان کا فرمان

والعبادات کلها من الاعتقادات والاحکام التی تقتضیها الاوامر والنواهی فی قوله ایاک نعبد

عبادتیں سب کی سب خواہ وہ درجہ اعتقادیات سے ہوں یا احکام جن کو اوامر و نواہی مقتضی ہیں وہ ایاک نعبد میں داخل ہیں۔

جملہ تفاسیر کا مفاہیم و معانی کے لحاظ سے خلاصہ اور تطبیق

(۱) عبادت کی تشریح و تفسیر کے سلسلے میں تقریبًا گیارہ عبارتیں پیش کی گئی ہیں۔ آپ ان سب کو اگر بنظر عمیق دیکھیں گے تو یقینًا اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جملہ مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ اعلیٰ درجے کی تعظیم جس سے عبادت کرنے والے کی انتہائی درجے کی ذلت اور مسکنت ظاہر ہو رہی ہو۔ بغیر خدا تعالیٰ کے کسی کے لیے جائز نہیں ہے خواہ وہ چیز جس کی انتہائی درجے کی عظمت کی جا رہی ہو۔ انسان ہو یا حیوان

پائش وستمر

(۲) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کی تفسیر و تشریح کے سلسلے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض مفسرین اقصیٰ غایتِ خضوع کو عبادت قرار دے رہے ہیں لا بعض حضرات تعظیم کے اعلےٰ درجے کو اور یہ اختلاف حقیقت میں کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ عبادت امورِ اضافیہ میں سے ہے جو کہ عبادت کرنے والے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور معبود کے لیے کی جاتی ہے۔

پس جن حضرات نے معبودِ حقیقی کی عظمت کا لحاظ کیا انہوں نے غایت تعظیم سے تفسیر کر دی اور جنہوں نے عابد کی کمتری کمتری اور اس کے خضوع ذلت نکبت اور مسکنت کا لحاظ کیا۔ انہوں نے اقصیٰ غایتہ الخضوع سے تفسیر کر دی۔ بہرحال نسبت فوقانی اور تحتانی کا فرق ہے ورنہ مآل اور نتیجے کے لحاظ سے ذرہ بھر بھی فرق نہیں ہے

(۳) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کا تعلق صرف ظاہر سے نہیں ہے بلکہ باطن سے بھی ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک باطنی طور پر عبادت نہ ہو تب تک ظاہری عبادت حقیقی عبادت ہی نہیں کہلائی جا سکتی۔

عبادت کی اقسام اور اُن کی تشریح

عبادت اعتقادی :۔	مثلاً	الہیات	نبوات اور معاد
عبادت بدنی :۔	مثلاً	نماز	روزہ
عبادت مالی :۔	مثلاً	زکوٰۃ	
عبادت مالی و بدنی :۔	مثلاً	حج	

یہ سب عبادتیں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کے لیے جائز نہیں اور یہی مفہوم ہے ایاک نعبد کا۔

الٰہیات :۔ میں خدا تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق تمام عقائد داخل ہوں گے۔

نبوات :۔ میں جمیع انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں کے متعلق عقیدے داخل ہوں گے۔

معاد میں حشر و نشر، سوال و جواب، دخول جنت و نار، حساب و کتاب سے متعلق عقیدے داخل ہوں گے۔

عبادت بدنی دو قسم ہے قولی اور فعلی۔ قولی میں صفات خداوندی موصوف سمجھ کر کسی کو پکارنا داخل ہوگا۔ اور فعلی میں نماز (رکوع سجود) طواف سب داخل ہوں گے

عبادت مالی :۔ میں زکوٰۃ منت (نذر) بھی داخل ہوں گے۔

مفہوم عبادت سے جملہ اقسام عبادت کی مناسبت

عقیدۂ الٰہیات کی مناسبت :۔ عبادت کے مفہوم کے ساتھ اس طرح ہے کہ جملہ صفات خداوندی کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

(۱) صفات ایجابی :۔ مثلاً قادر ہے، عالم ہے، ستار ہے، غفار ہے جبار ہے، خالق ہے اور ظاہر ہے کہ ان ایجابی صفات میں پروردگار عالم کی عظمت نمایاں طور پر نظر آرہی ہے جو کہ عبادت کا مفہوم ہے۔

(۲) صفات سلبی :۔ مثلاً جاہل نہیں ہے، عاجز نہیں ہے، محتاج نہیں ہے۔ ان تمام صفتوں سے ذلت و مسکنت کی نفی، سطوت

اور جلال کا ثبوت ہے جو کہ عبادت کے مفہوم کا ماحصل ہے۔ سو ان عقائد کا مستحق اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں ہے اور یہی ماحصل ہے ایک تعبد کا۔

عقیدۂ نبوات کی مناسبت:۔ کسی پیغمبر کی نبوت کو تسلیم کرنے سے مسلمان بحیثیت مسلم اقرار کرتا ہے۔ کہ براہ راست وہ دین کے اسرار و حکمتیں اور اقوال خداوندی نیز ان کی تشریحات سمجھنے سے قاصر ہے اور وحی کے بوجھ کو برداشت کرنے سے قاصر ہے۔ اس لحاظ سے اس نے اپنی ذلت و مسکنت کا اظہار و اقرار کیا اور جب پروردگار کو فیوضات و برکات کا خالق تصور کیا تو اس کی عظمت کا عقیدہ قلب میں جاگزیں ہو گیا۔ اور یہی عبادت کا منشا ہے۔ البتہ اس تشریح کے بعد صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ یہ تو امت کی طرف سے ہے خود پیغمبر کو جب اپنے پیغمبر ہونے پر یقین کرنا پڑتا ہے تو اُن کے حق میں مفہوم عبادت کس طرح متصور ہو گا۔ سو حقیقت یہ ہے لفظ رسول یا لفظ نبی یا اس کے معنے پیغمبر کو اگر غور سے دیکھ لیا جائے تو مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ نبی یا رسول وہ ہر پیغام میں وحی الٰہی کا محتاج ہوتا ہے۔ پس اس طرف سے احتیاج اور اُدھر سے مالکیت دونوں مل کر مفہوم عبادت کو اجاگر کریں گے۔

عقیدۂ معاد کی مفہوم عبادت کے ساتھ مناسبت

قیامت کے دن جو جو واقعات پیش آنے والے ہیں ان سب کا اگر مطالعہ کر لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ ساری دنیا

خداتعالیٰ کے سامنے بے بس اور عاجز ہوگی حتیٰ کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے متعلق بھی قرآن میں اس قدر تصریح موجود ہے۔

من ذالّذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ (البقرہ) پ ۳	اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کس ہستی کی طاقت ہے کہ سفارش کر سکے۔

نیز خداتعالیٰ کا یہ فرمانا لمن الملک الیوم اور حاضرین میں سے کسی کا جواب نہ دے سکنا اور خداتعالیٰ کا خود للّٰہ الواحد القہار فرمانا یقیناً بایں جانب عجز و احتیاج اور بآں جانب مالکیت اور بے نیازی کو آشکارا کرتی ہے اور یہی عبادت کا مطلب ہے۔

ارکان اربعہ کی مناسبتیں

نماز کی مناسبت :۔ تو واضح ہے کیونکہ نماز از اول تا آخر اظہار عبودیت ہے

حج کی مناسبت :۔ حج بھی مظاہرۂ عجز ہے۔ کسی کو راضی کرنے کی خاطر وطن کو خیرباد کہنا۔ جمع شدہ مال کو یک جا خرچ کر دینا سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا۔ وہاں سر سے ننگا ہو کر کفن نما چادر لپیٹ کر معشوق حقیقی کے مورد فیضانات کے ارد گرد گھومنا السعی والحج کا مظاہرہ کرنا دیوانہ وار بالوں اور ناخنوں کو بڑھاتے رہنا اور نہ کترانا اور کبھی کعبے کے ارد گرد اور کبھی صفا مروہ کے درمیان دوڑنا۔

میرم گرت نہ بینم سوزم چوں رخ نمائی
نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

آبادی سے کہیں دور ویرانے میں جا کر نمازیں ادا کرنا اور محبوب کی تلاش میں

کسی ایک میدان پر اس کی انتظار میں سارا دن بے قرار رہتا اور وہاں سے کسی دوسرے میدان میں واپس ہوتا اور وہاں محبوب کو راضی کرنے کی خاطر رہ جاتا اور صبح پھر واپس آکر اسی محبوب کے نام ٹنبے۔ بکریاں۔ گائیں بھینسیں، اونٹ ذبح کرنا اور عشاق کی طرح کنکریاں انگلیوں پر رکھ کر معشوق حقیقی کے دشمن پر وار کرنا اظہار عجز و سکنت ہے اور خدا تعالیٰ کی کبریائی اور جلال کا مظاہرہ ہے۔

مفہومِ عبادت سے روزہ کی مناسبت

روزہ میں انسان نفسانی خواہشات پر قابض ہوتا ہے اور محض خداوندی حکم کے پیش نظر اسی روز کی عادت کی مخالفت کرکے بے وقت کھاتا اور بے وقت جیتا ہے روٹی سامنے ہے مگر حکم خداوندی کا لحاظ ہے۔ پانی پر نظر ہے۔ مگر پینے کا ارادہ تک نہیں کر رہا ہے۔ حلق تک پانی پہنچ چکا ہے۔ مگر حکم خداوندی کا اس قدر احساس ہے کہ پانی حلق سے نیچے اترنے کا نام تک نہیں لیتا۔ حاکم کے حکم کا پاس کرنا اور خود کو کلی طور پر اس کے سپرد کر دینا۔ اسی کا نام عبادت ہے اور اسے عید کہتے ہیں

زکوٰۃ کی مناسبت

اپنی ملکیت میں مکمل طور پر متصرف ہونے کے باوجود حکم خداوندی کے پیش نظر مال کے معتدبہ حصے کو اس کے نام پر بلا عوض دے دینا عبادت کے مفہوم کی ترجمانی کرتا ہے۔

قرآنی آیات میں ذکرِ عبادت

(۱) حکمِ عبادت

پہلی آیت یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ہ (البقرہ) ۲۱

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا تاکہ تم بچ جاؤ۔

(۲) یعقوب علیہ السلام کا اطمینان

دوسری آیت ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھک و الٰہ اٰبائک ابراھیم واسماعیل واسحٰق الٰھاً واحداً ونحن لہ مسلمون ہ البقرہ ۱۳۳

کیا تم موجود تھے جب کہ یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا جبکہ اپنے بیٹوں سے دریافت فرمایا میرے بعد کس کی عبادت کرو گے انہوں نے جواب دیا آپ کے باپ دادوں کے ابراہیم اسماعیل اور اسحاق کے رب کی جو کہ خدا ایک ہے اور ہم اسی کے سامنے جھکیں گے ۔ ۱۲

ف حضرت یعقوب علیہ السلام کو وفات کے وقت یہ فکر لاحق ہوا، کہ خدانخواستہ میری اولاد میرے بعد شرک کے مرتکب نہ ہو جائیں اس لیے سب کو بلا کر جب دریافت کیا تو سب نے یقین دلایا کہ ہم خدا تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کریں گے تب جا کر حضرت یعقوب علیہ السلام

متقین ہوتے ہیں۔

اہل کتاب سے خطاب :

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ؕ (3) (آل عمران ۶۴)

کہدیجئے اے حبیب میرے! اے اہل کتاب آجاؤ ایک ایسے کلمے کی طرف جو کہ تمہارے اور ہمارے درمیان برابر ہے، وہ یہ کہ خدا کے بغیر کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے بغیر رب نہ بنائے۔ ۱۲

عبادت الٰہی سے انحراف کرنیوالا ذلیل وخوار ہوگا

ولن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ ولا الملئکۃ المقربون ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر فسیحشرھم الیہ جمیعا فاما الذین امنوا وعملوا الصلحت فیوفیھم اجورھم ویزیدھم من فضلہ واما الذین استنکفوا واستکبروا فیعذبھم عذابا الیما ولا یجدون لھم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا (النساء)

خدا تعالیٰ کی بندگی سے نہ تو عیسیٰ انکار کریں گے اور نہ مقرب فرشتے اور ہر منکر اور متکبر از عبادت کو خدا تعالیٰ اکٹھا کر دے گا۔ پس ایمانداروں اور نیکوں کے اجر پورے کر دے گا اور اپنے فضل وکرم سے بڑھا دے گا اور انکار کرنے والوں متکبرین کو دردناک عذاب دیگا اور خدا تعالیٰ کے بغیر ان کو کوئی ولی ملیگا اور نہ مددگار

عبادت میں شریک ٹھہرانے والے پر بہشت حرام ہے

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح ابن مریم وقال المسیح یٰبنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انه من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیه الجنة وماواه النار وما للظلمین من انصار (المائدہ ۷۲)

بلاشبہ کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے مسیح ابن مریم کو خدا قرار دیا حالانکہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا اے بنی اسرائیل خدا تعالیٰ کی عبادت کرو جو کہ میرا اور تمہارا رب ہے بلاشبہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کی جائے پناہ دوزخ ہے اور مشرکین کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ۱۲

جو نفع نقصان کا مالک نہ ہو اس کی عبادت بے سود ہے

قل اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم ضرا ولا نفعا واللہ هو السمیع العلیم (المائدہ ۷۶)

فرما دیجئے کیا تم خدا تعالیٰ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو، جس کے قبضے میں نہ نفع ہے اور نہ نقصان ہے اور اللہ تو وہ ہر جگہ کی باتیں سننے والا ہر بات کو جاننے والا ہے۔ ۱۲

(۲) عیسیٰ علیہ السلام سے باز پرس

ما قلت لهم الا ما امرتنی | عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کو جواب

بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم (المائدہ ۱۱۷)

دیں گے۔ میں نے تو آپ کے ارشادات ان کو سنائے تھے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرو جو کہ میرا اور تمہارا رب ہے

8 خالق کے بغیر کسی کی عبادت نہ کی جائے

ذلکم اللہ ربکم لا الہ الا ھو خالق کل شیء فاعبدوہ وھو علی کل شیء وکیل (الانعام ۱۰۲)

یہی تمہارا رب ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ پس عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نوح علیہ السلام کی تبلیغ اور قوم کا اُن کو گمراہ کہنا

لقد ارسلنا نوحاً الی قومہ فقال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔ قال الملأ من قومہ انا لنراک فی ضلل مبین قال یقوم لیس بی ضللۃ ولکنی رسول من رب العلمین۔ (الاعراف ۵۹)

بلاشبہ ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو قوم سے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ مجھے فکر ہے کہ قیامت کے دن تمہیں عذاب نہ ہو، تو جماعت نے اُن کی قوم سے ان کو جواب دیا ہم آپ کو کھلا گمراہ سمجھتے ہیں آپ نے جواب دیا میں گمراہ تو نہیں بلکہ میں رب العالمین کا رسول ضرور ہوں۔

جب آپ نے عبادت کی اہمیت ذہن نشین کرلی تو اب باقی مضمون کو ذرا دُہرا لیجئے کہ عبادت چار قسم ہے

(۱) اعتقادی (۲) بدنی

(۳) مالی (۴) بدنی مالی

اعتقادی عبادت جن عقائد پر مشتمل ہے وہ تین ہیں

(۱) الٰہیات (۲) نبوات (۳) معاد

الٰہیات کے عنوان کی تشریح میں اُن مسائل کا بیان ہوگا۔ جو براہِ راست خدا تعالیٰ سے متعلق ہیں

الٰہیات کے تحت مسائل

(۱) مسئلہ علم غیب ہے

(۲) مسئلہ حاضر ناظر ہے

(۳) مسئلہ استغاثہ ہے

(۴) مسئلہ ملک و اختیار ہے

بدنی عبادت کے تحت مسائل کے عنوانات

* مسئلہ سجدہ * ندا و پکار

* مسئلہ طواف *

مالی عبادت کے تحت مسائل کے عنوانات

(۱) مسئلہ نذر (۲) ذبح علی النصب

نبوت کے ذیل میں چند مسائل

۱) مسئلہ بشریت ۲) مسئلہ عصمتِ نبوت

۳) مسئلہ حجیتِ حدیث ۴) مسئلہ معجزات

۵) مسئلہ ختمِ نبوت ۶) مسئلہ معراجِ جسمانی

۷) مسئلہ رفع و حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

معاد کے ذیل میں چند مسائل

- مسئلہ اثباتِ قیامت و حشر و نشر
- مسئلہ عذابِ قبر
- قبر کی بحث میں منع تجصیص القبور۔ بناء علی القبور، زیارت القبور۔ ایصال ثواب لاہل القبور کا بھی تفصیلی بیان ہوگا۔

بحث علمِ غیب

جہاں تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا تعلق ہے۔ پروردگارِ عالم نے ان کو اس قدر علوم عطا فرمائے ہیں کہ کوئی ملک اور کوئی پیغمبر ان کی برابری نہیں کر سکتا بس یہ علم ہر وقت، ہر واقعہ کا علم صفاتِ نبوت میں سے نہیں ہے۔ بلکہ صفاتِ ربوبیت میں سے ہے۔

چنانچہ التصدیقات لدفع التلبیسات ص۳۲ میں ہے۔

نقول باللسان ونعتقد
بالجنان ان سيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم اعلم
الخلق قاطبةً بالعلوم المتعلقة
بالذات والصفات والتشريعات
من الاحكام العملية والحكم
النظرية والحقائق الحقة و
الاسرار الخفية وغيرها من
العلوم ما لم يصل الى سرادقات
ساحته احد من الخلائق لا
ملك مقرب ولا نبي مرسل
ولقد اعطي علم الاولين و
الاخرين وكان فضل الله
عليه عظيماً - ولكن لا يلزم
من ذلك علم كل جزئي جزئي
من الامور الحادثة في كل آن
من آوانه الزمان حتى يضير
غيبوبة بعضها عن مشاهدته
الشريفة ومعرفته المنيفة
نقصا علميته عليه السلام و
وسعته في العلوم وفضله

ہم زبان سے قائل اور قلب سے
معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات
سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کا
ذات وصفات وتشریعات یعنے
احکام عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقت ہائے
حقہ اور اسرار مخفیہ وغیرہ سے
تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی
اُن کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا۔
نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول۔
اور بے شک آپ کو اولین وآخرین
کا علم دیا گیا ہے اور آپ پر حق تعالیٰ
کا فضل عظیم ہے۔ لیکن اس سے یہ
لازم نہیں آتا کہ آپ کو زمانہ کے
ہر آن میں حادث و واقع ہونے والے
واقعات میں سے ہر جزئی کی اطلاع
ہو کہ اگر کوئی واقعہ آپ کے مشاہدہ
شریفہ سے غائب ہے تو آپ کے
علم اور معارف میں ساری مخلوق سے
افضل ہونے اور وسعت علمی میں معاذ اللہ
نقص آجاتا ہے۔ اگر آپ کے علاوہ

في المعارف على كافة الانام وان اطلع عليها من الخلائق وانفراد كماله بغير ما علمية سليمان عليه السلام غيبوبة ما اطلع الهدهد من عجائب الحوادث حيث يقول انى احطت بما لم تحط به و جئتك من سبأ بنبأ يقين.

کسی اور کو خدا تعالیٰ نے اسکی اطلاع دے دی ہو۔ جیسا کہ ہُدہُد کو تو بلقیس کے تحت ملک پہنچا کر اُن حالات کی اطلاع دیدی اور سلیمان علیہ السلام کو تبلایا تک نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہُدہُد نے کہا۔ میں نے ایسی خبر پائی ہے جس کی آپ کو اطلاع نہیں اور شہر سبا سے میں ایک سچی خبر لائی ہوں۔ ۱۲

علم غیب کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ!

وبالجملة العلم بالغيب امر تفرد به الله تعالىٰ لا سبيل اليه للعباد الا باعلام منه والهام بطريق المعجزة او الكرامة او ارشاد الى الاستدلال بالامارات فيما يكن فيه ذلك (شرح عقائد ص۱۲۳) (شرح فقه اکبر ص۱۸۵)

خلاصہ کلام یہ کہ علم غیب ایسا امر ہے جس سے خدا تعالیٰ اکیلا موصوف ہے، بندوں کا اس کی طرف کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اگر تبلا دے یا الہام بطور معجزہ و کرامت کے ذریعے یا چند نشانیوں سے جو کہ ممکن ہوں۔ پتہ چل جائے۔ ۱۲

شرح العقائد میں علامہ تفتازانیؒ اور شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاریؒ

کی اس تصریح کے بعد قدرتاً یہ خیال ذہن میں وارد ہوتا ہے اگر علم غیب خاصۂ خداوندی ہے اور پروردگار عالم ہی اس کے ساتھ متفرد ہے تو انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نیز اولیاء اللہ سے جس قدر غیب کی خبریں ثابت ہیں ان کا مطلب کیا ہے؟ سو اس شبہ کے جواب میں عرض ہے کہ علم غیب اُسے کہتے ہیں جو بلا واسطہ اور بغیر کسی ذریعہ کے آئے اور جو واسطہ اور ذریعہ کے ساتھ مثلاً اطلاع خداوندی یا اطلاع جبریل یا کشف و الہام کے ذریعہ سے قلب پر وارد ہو۔ وہ اطلاع غیب۔ اظہار غیب انباء غیب تو کہلائیگا۔ مگر علم غیب نہیں کہلا سکے گا۔

اس بنا پر آنے والے مضمون میں دلائل و براہین سے ہمارا مقصد یہ ہوگا کہ علم غیب کا اطلاق ذاتی پر کیا جاتا ہے۔ عطائی کو تو آج تک کتب شریعت میں علم غیب کہا گیا ہے اور۔ اسے علم غیب کہنا جائز ہے۔ نیز غیر اللہ کا غیب پر قبضہ ہونا کہ جب چاہے جان لے یہ بھی نصوص قطعیہ سے ثابت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ علم اور لفظ غیب دونوں کا غیر اللہ کے لیے قرآنی آیات اور متواتر و مشاہیر روایات میں ثابت نہیں ہے۔ اور ظنی صحیح روائتیں ہمارے نزدیک حجت نہیں ہیں۔ کیونکہ باب العقائد میں وہ دلائل بروئے کار لاتے جاتے ہیں گے جن سے عقائد کو ثابت کیا جاتا ہے اور باب الاعمال میں ان دلائل کو پیش کیا جاتا ہے، جو اعمال کے لیے مثبت ہو سکیں۔

اب ذیل میں

اوّلاً ان دلائل کا بیان ہوگا جن میں علم غیب کو صفات خداوندی میں سے شمار کیا گیا ہے

ثانیاً۔ اُن دلائل کا بیان ہوگا جن میں علم غیب کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے۔

ثالثاً۔ اُن دلائل کا بیان ہوگا جن میں حضور علیہ السلام سے لیکر چودہ سو سال تک کے معتبر علماء کے مذاہب نقل کئے گئے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے پر ایجابی دلائل

پہلی دلیل

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (البقرۃ ۲۹)

اللہ وہ ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لیے پیدا کیا۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اُنہیں سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز جانتا ہے

طرزِ استدلال

اس سے پہلی آیت میں تخلیق، احیاء، اماتت کا ذکر ہے اور اس آیت میں احسان جتلایا گیا ہے کہ صفحۂ زمین پر جتنا قدر موجودات ہیں۔ انہیں انسان کے لیے بہت سے فوائد مضمر و مستتر ہیں۔ آیت کے درمیان والے حصے میں پھر ساتوں آسمانوں پر قبضہ، قدرت اور ان کی تخلیق بیان کرنے کے بعد پروردگارِ عالم نے بطورِ دعویٰ کے فرمایا ہے کہ یہ موجوداتِ ارضی اور۔۔۔۔ ۔۔۔اور موجودات سماوی اور انہیں منافع کی تخلیق بجز کلی علم کے ناممکن ہے۔

اور اسی قسم کا علم صرف میرے لیئے خاص ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کمالات خداتعالیٰ کے بغیر کسی اور میں ہیں اور نہ کوئی اور سب چیزوں کا عالم ہو سکتا ہے اس کے بعد تخلیق آدمؑ اور سجدہ ملائکہ کا ذکر فرما کر خداتعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اگر آدم علیہ السلام عالم الغیب اور عالم کل ہوتے تو اکل شجرہ کا ارتکاب نہ کرتے اور اگر فرشتے عالم کل ہوتے تو لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کا اقرار نہ کرتے اگر جن عالم الغیب ہوتے تو ان کا بڑا ابلیس سجدۂ آدم کا انکار نہ کرتا۔ اور لعنتی نہ ٹھیرایا جاتا۔

دوسری دلیل

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ (الانعام)	اور وہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں ہے جانتا ہے تمہارے پوشیدہ رازوں کو اور تمہارے ظاہری حالات کو اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

طرز استدلال

زمین و آسمانوں میں اپنی قدرت و علم کا احاطہ ظاہر فرما کر بطور دعوی کے فرمایا ہے کہ مخلوق کے ظاہر و باطن کا علم صرف پروردگار عالم کو ہے اور یہی عالم الغیب کی شان ہے۔ بلاشبہ ان صفات میں خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں

تیسری دلیل

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ	بلاشبہ خدا تعالیٰ پر زمین و آسمان

فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ ۔ (آل عمران) 6 | میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے ۔

(طرزِ استدلال)

خدا تعالیٰ نے فخر کے طور پر بیان فرمایا ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز مجھ پر مخفی نہیں ہے اور اگر کسی اور کے حق میں قرآن مجید نے اس قسم کی آیت پیش کی ہو تو ثابت کیا جائے ۔

چوتھی دلیل

عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ۔ 73 (الانعام) | جاننے والا ہے غیب و ظاہر کا اور وہ حکمت والا خبردار ہے ۔

مطلب واضح ہے ۔ عیاں را چہ بیاں ۔

پانچویں دلیل

اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۔ (التوبہ) 78 | کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کا بھید اور ان کا مشورہ جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے ۔

(طرزِ استدلال)

مخفی چیزوں اور سرگوشیوں کا جاننا علام الغیوب کا ہی کام ہے ۔

چھٹی دلیل

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۔ (یونس)

اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کچھ کام کرتے ہو تو ہم وہاں موجود ہوتے ہیں جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو اور تمہارے رب سے ذرّہ بھر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ اور کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ بڑی۔ مگر علم الٰہی میں ہے۔

(طرز استدلال)

پروردگار عالم نے سب حالات کے علم کے متعلق حصر بیان فرمایا ہے کہ میرے بغیر ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں اور زمین و آسمان میں ہر ذرہ خدا تعالیٰ کے سامنے ہے۔ اور علم الٰہی سب معلومات کو محیط ہے۔

ساتویں دلیل

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (ھود)

اللہ تعالیٰ جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ دلوں کے راز کو جانتا ہے۔

(طرز استدلال) خدا تعالیٰ کا علم نہ صرف ظاہر اور چھپی چیزوں پر حاوی

ہے بلکہ دلوں کے رموزاتِ پنہانی سے بھی باخبر ہے۔

آٹھویں دلیل

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ (هُوْد) ۱۲۳	اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ بات اللہ ہی جانتا ہے۔ اور سب کام کا رجوع اُسی کی طرف ہے۔

(طرزِ استدلال)

سب امور کا مرجع تو تیرہ سو سکتا ہے کہ جب عالم الغیب ہو۔

نویں دلیل

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالُ (الرعد) آیت ۸	اللہ کو معلوم ہے کہ جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں لیے ہوتے ہے اور جو کچھ پیٹ میں سکڑتا اور بڑھتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا اندازہ ہے۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے سب سے بڑا بلند مرتبہ ہے۔ ۱۲

دسویں دلیل

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا	اور ہر چیز کے میرے پاس خزانے ہیں اور ہم صرف اسے اندازۂ معین

بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر)	پر نازل کرتے ہیں۔

۱۱ گیارھویں دلیل

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (النحل ۷۷)	اور خاص خدا تعالیٰ کے لیے آسمانوں اور زمین کا غیب

نوٹ :۔ جار مجرور کی تقدیم تخصیص پر دلالت کرتی ہے۔ فافہم

بارھویں دلیل

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ (بنی اسرائیل ۲۵)	جو تمہارے دلوں میں تمہارا رب خوب جانتا ہے۔

(ف) نفوس کے اندر کا علم جاننا ہی عالم الغیب ہونے کی علامت ہے۔

تیرھویں دلیل

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بنی اسرائیل ۵۴-۵۵)	اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا اور تیرا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

استدلال واضح ہے۔ عیاں را چہ بیاں۔

چودھویں دلیل

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى	رحمٰن جو عرش پر جلوہ گر ہے

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ۝ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی (طٰہٰ) ۷

اُسی کا ہے جو کہ آسمانوں میں ہے۔ اور جو زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ تحت زمین کے نیچے ہے اور اگر تو پکار کر بات کہے۔ وہ تو جہری اور زیادہ پوشیدہ کو جانتا ہے۔

(ف) مخفی ترین چیزوں کا جاننے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

پندرھویں دلیل

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا۔ (طٰہٰ) ۱۱۰

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے اور پیچھے ہے اور ان کا علم اسے احاطہ نہیں کر سکتا۔

(ف) خدا تعالیٰ کے علم کو کسی کا علم محیط نہیں ہے۔

سولھویں دلیل

قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (الانبیاء) ۴

رسول نے کہا کہ میرا رب آسمان اور زمین کی سب باتیں جانتا ہے۔

(ف) ہر جگہ کی بات سننا اور ہر راز کو جاننا اللہ تعالیٰ کا کام ہے

سترھویں دلیل

إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ۝ ۱۱۰ (الانبیاء سیپارہ)	بے شک وہ جانتا ہے جو بات پکار کر کہو اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔

(ف) ظاہر و باطن جس کے سامنے عیاں ہو وہی عالم الغیب کہلایا جا سکتا ہے۔

اٹھارویں دلیل

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ (الحج) ۷۰	کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے یہ سب کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ یہ اللہ پر آسان ہے۔

(ف) مخلوق کے سامنے جس قدر مخفی چیزوں کا جاننا مشکل ہے۔ اس سے کہیں زیادہ خدا تعالیٰ پر آسان ہے۔

اُنیسویں دلیل

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (الحج) ۷۶	وہ ان کے اگلے اور پچھلے حالات جانتا ہے اور سب کاموں کا مدار اللہ پر مدار ہے۔

(ف) امور کا مرجع تب بنیگا جبکہ سب امور کا عالم ہو اور ظاہر ہے کہ یہ صفت بجز خدا تعالیٰ کے کسی میں نہیں ہے۔

بیسویں دلیل

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ (النور ۴ع۱۴)

خبردار اللہ ہی کا ہے۔ جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اسے معلوم ہے جس حال پر تم ہو اور جس دن اس کی طرف پھیر لائے جاؤ گے۔

(ف) جس کا قبضۂ قدرت وہی عالم اور جو عالم الغیب ہے وہی مرجع کل ہے

اکیسویں دلیل

يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الفرقان ع۱)

آسمان اور زمین کی پوشیدہ باتیں جانتا ہے۔

(ف) آسمانوں اور زمین کے جمیع پوشیدہ حالات کے جاننے کا دعویٰ صرف خدا تعالیٰ کو زیب دیتا ہے۔

بائیسویں دلیل

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (العنکبوت) ۵۲

کہدو اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے جانتا ہے۔

(ف) کامل شہادت اسی کی ہو سکتی ہے جو عالم ما فی السموات ما فی الارض ہو اور یہ صفت بجز خدا تعالےٰ کے کسی اور میں موجود نہیں ہے۔

تیئسویں دلیل

وکاین من دابة لا تحمل رزقها اللہ یرزقها وایاکم وھو السمیع العلیم۔ (العنکبوت) ۶۰

اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ہی انہیں اور تمہیں رزق دیتا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے

چوبیسویں دلیل

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (العنکبوت) ۶۲

اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے بیشک اللہ ہر چیز کے جاننے والا

پچیسویں دلیل

عٰلِمُ الغیب لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتب مبین ۔ السبا (۳)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ نہیں غائب اس سے ذرہ کی مقدار۔ جو کہ آسمانوں اور زمین میں اور نہ ذرے سے بہت چھوٹی اور نہ بڑی مگر علم الٰہی میں موجود ہے۔

(طرز استدلال)

اگر آسمانوں اور زمین کے ذرے ذرے کا علم کسی اور کے لیے ثابت ہو

جائے تو خدا تعالیٰ کا اپنے متعلق عالم الغیب فرما کر یہ تشریح کرنا یقیناً خلافِ واقع ہوتا ہے۔

چھبیسویں دلیل

قُلْ اِنَّ رَبِّی یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (السباء)

پس کہہ دیجئے بیشک میرا رب پھینکتا جاتا ہے سچا دین۔ وہ جاننے والا ہے غیب کو۔ ۸

(طرزِ استدلال) حضرت اقدس کی زبان درفشان سے پروردگارِ عالم نے یہ اعلان کروا کر قیامت تک کے لیے مخالفین کا ناطقہ بند کر دیا۔

ستائیسویں دلیل

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ - ۱۱ (فاطر)

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے مٹی سے پھر نطفے سے۔ پھر تم کو جوڑا جوڑا بنایا اور نہ حمل والی ہوتی کوئی عورت اور نہ اس کا وضع حمل ہوتا ہے اور نہ کسی کو عمر ملتی ہے اور نہ کم ہوتی ہے۔ مگر علمِ الٰہی میں ہے۔ بلاشبہ یہ خدا تعالیٰ پر آسان ہے۔

(طرزِ استدلال)

اٹھائیسویں دلیل

اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (فاطر) ع ۳	بلا شبہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب جاننے والا ہے بیشک وہ دلوں کے راز کو جاننے والا ہے

(ف) علم غیب اور علم الصدور کا یک جا لایا جانا قابل غور ہے۔

انتیسویں دلیل

یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور (مومن) ع ۲	وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ کو اور جو کچھ کہ چھپاتے ہیں سینے

(ف) کیوں نہ جانے عالم الغیب جو ہوا۔

تیسویں دلیل

الیہ یرد علم الساعۃ وما تخرج من ثمرات من اکمامھا وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ (حٰم سجدہ) ع ۶	اللہ کے حوالے ہے علم قیامت کا اور نہیں نکلتے میوے غلافوں سے اور نہ حمل ہوتا ہے عورت کو اور نہ وضع حمل ہوتا ہے اس کو مگر اللہ کے علم کے ساتھ۔

(طرز استدلال) جب مخلوق سے علم الساعۃ مخفی ہی رکھا گیا تو لامحالہ اس علم کا مرجع خدا تعالیٰ کی طرف ہی ہوگا۔ اور ہونا چاہیئے۔

اکتیسویں دلیل

له مقاليد السموات والارض يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر انه بكل شيء عليم (شوری) ۱۲

اُسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی چابیاں فراخ کرتا ہے۔ رزق جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

(طرز استدلال) بے شک آسمانوں اور زمین کی چابیوں کا ملک اور رزق کا بسط وکشاد بغیر عالم کل کے ناممکن ہے ورنہ کسی کو کیا خبر کہ فلاں جگہ کیا ہو رہا ہے۔

بتیسویں دلیل

ان الله يعلم غيب السموت والارض والله بصير بما تعملون (الحجرات) ۱۸

بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے اُن اعمال کو جو تم کرتے ہو۔ ۱۲

تینتیسویں دلیل

له ملك السموت والارض يحي ويميت وهو علىٰ كل شيء قدير هو الاول و الاخر والظاهر والباطن

اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کا ملک زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے

وھو بکل شیء علیم (الحدید) ۳	اور باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(طرزِ استدلال) خدا تعالیٰ نے واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ عالم کل وہی ہو سکتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں تمام زمین و آسمان ہو۔ زندہ کرنے اور مارنے پر قدرت رکھتا ہو، سب سے اول و آخر ہو اور ظاہر و باطن ہو۔

چونتیسویں دلیل

یعلم ما یلج فی الارض و ما ینزل من السماء وما یعرج فیھا وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر (الحدید) ۴	جانتا ہے جو کچھ کہ زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو چیز کہ آسمان سے اترتی ہے کہ جو چیز کہ اس میں چڑھتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

(طرزِ استدلال)

اس قدر علمی وسعت کا مالک وہی ہے جو سب کے ساتھ ہے اور سب کے اعمال کو دیکھتا ہے اور یقیناً وہی خدا ہے۔

پینتیسویں دلیل

یُولِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُولِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وھو علیم بذات الصدور (الحدید) ۶	داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور وہ دلوں کے راز کو جانتا ہے

(طرزِ استدلال) لیل و نہار کے تبدل و تغیر کے ساتھ ساتھ تمہ کے حالات

کا اگر جائزہ لے لیا جائے تو پھر پتہ چلے گا کہ خدا تعالیٰ کس قدر وسیع علم رکھتے ہیں اور ہر جگہ کس طرح اپنی قدرت کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔

چھتیسویں دلیل

الم تعلم ان اللہ یعلم ما فی السموت وما فی الارض۔ ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم این ما کانوا ثم ینبئھم بما عملوا یوم القیمۃ ان اللہ بکل شیء علیم (سورۃ المجادلہ)

اے مخاطب تو نہیں جانتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان چیزوں کو جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں نہیں سرگوشی کرتے تین مگر چوتھا ان کا خدا ہوتا ہے۔ اور نہ پانچ ہوتے ہیں مگر چھٹا اُن کا خدا ہوتا ہے [illegible] کم اور نہ [illegible]۔ مگر خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہاں وہ ہوں پھر قیامت کے دن ان کو اُن کے اعمال کی خبر دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(ف) علم غیب اور حاضر ناظر کے مسئلے کے لیے یہ آیت بمنزلہ اکسیر ہے۔

سینتیسویں دلیل

ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم (الحشر)

وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے بغیر کوئی پرستش کے قابل نہیں ہے وہی غیب کو جاننے والا ہے۔ اور

اور ظاہر کو وہی رحمن رحیم ہے۔

(ف) اس آیت میں بھی تصریح کی گئی ہے کہ عالم الغیب خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔

اڑتیسویں دلیل

وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَیْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ (الممتحنہ) ۱	اور میں جانتا ہوں جو کچھ کہ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہو۔

(ف) مخفی اشیاء کا علم بغیر علم غیب کے ناممکن ہے۔

انتالیسویں دلیل

یعلم ما فی السمٰوٰت والارض ویعلم ما تسرون وما تعلنون واللہ علیم بذات الصدور ۴ (التغابن)	جانتا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو کہ چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو اور اللہ دلوں کے رازوں کو جانتا ہے۔

(ف) آسمانوں اور زمین کے مخفیات اور سر و علن اور قلبی خیالات کا بلا واسطہ جاننا ہی علم غیب کہلاتا ہے۔

چالیسویں دلیل

واسروا قولکم او اجھروا بہ انہ علیم بذات الصدور	آہستہ بات کرو یا زور سے اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں کو جانتا ہے۔

(ف) سر و جہر اور قلبی خیالات کو جاننا ہی علم غیب ہے۔

خلاصۃ الدلائل

ان چالیس آیات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔

کہ تمام اشیاء کا تفصیلی علم صرف خدا تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ ہر ظاہر و مخفی اشیاء کا عالم خدا تعالیٰ ہے۔ نہ آسمان پر آسمانوں کی کوئی چیز مخفی ہے اور نہ زمین کی پشت کے اسرار مخفیہ اور رموزات پنہانی کو جاننا خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اسرار کے علاوہ قلبی تخیلات جن کا تعلق روحانی طور پر قلب کے وسط سے ہے اور ہر قسم کی سرگوشیاں بھی وہی جانتا ہے۔ سب خزانے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ نہ صرف عالم الغیب ہے بلکہ علام الغیوب ہے وہ صرف عالم ما فی السمٰوٰت والارض نہیں۔ بلکہ اعلم ما فیہما ہے۔ اسی کا علم اشجار اور اس کے قلیل و کثیر صغیر و کبیر اثمار سمندروں اور دریاؤں کے اندر رہنے والے جانوروں اور اُن کی تعداد اور ان کی حقیقتوں، آسمان و زمین کے درمیانی فضا میں رہنے والی ہر جاندار (حیوانات) زمین کی غاروں میں ہر چھپنے والی اشیاء خزائن۔ وغیرہ۔ آئندہ آنے والے چھوٹے بڑے واقعات پر محیط ہے اور یہی شانِ خداوندی ہے اور یہ شان اسی کے لیے خاص ہے۔

اس قدر قرآنی دلائل کے بعد اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ اس صفت سے نہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام موصوف ہیں اور نہ اولیاء اللہ نہ ملائک اور نہ جن۔

بیالیسویں دلیل

قیامت کے روز جملہ انبیاء علیہم السلام اپنے عالم الغیب نہ ہونے کا اقرار کرینگے۔

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم ط قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب ۔ (المائدہ) ۱۰۹

جس دن جمع کریگا۔ اللہ رسولوں کو پس پوچھیگا۔ کیا جواب دیئے گئے تھے تم (دنیا میں) عرض کریں گے ہمیں کوئی علم نہیں۔ بلاشبہ آپ ہی غیبوں کے جاننے والے ہیں۔

تیتالیسویں دلیل

سیدنا آدم کا واقعہ اور اس سے استدلال

وقلنا یادم ان ھذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی ان لک الا تجوع فیھا ولا تعری ط وانک لا تظمؤ فیھا ولا تضحی ۔ فوسوس الیہ الشیطن قال یادم ھل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لا یبلی (طٰہٰ)

پس ہم نے کہا اے آدم بلاشبہ یہ شیطان تیرا بھی دشمن ہے اور تیری بیوی کا بھی۔ پس تم کو جنت سے نہ نکال دے۔ اگر نکال دیا تو پھر آپ مورد الزام ٹھیرینگے۔ اور یہاں بہشت میں نہ تو آپ بھوکے رہیں گے اور ننگے رہیں گے۔

(طرز استدلال) سیدنا آدم علیہ السلام کو اگر یہ علم ہوتا کہ شیطان کا تو سوسہ بے معنی اور مضر ہے بلکہ خروج جنت کا باعث ہے تو کل شجرہ کا ارتکاب نہ کرتے۔ سو معلوم ہوا کہ سیدنا آدمؑ بھی عالم الغیب نہ تھے۔

چوالیسویں دلیل

سیدنا نوح علیہ السلام کا اقرار

ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول انی ملک (ھود)	اور میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور نہ میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

پینتالیسویں دلیل

سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعہ سے استنباط مقصد

قال ینوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن مالیس لک بہ علم (ھود) ۴۶	فرمایا رب نے اے نوحؑ تیرا بیٹا تیرے اہل سے نہیں ہے۔ بلاشبہ اس کے عمل بد ہیں۔ پس آپ مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کیجئے جس کا آپ کو علم نہیں ہے۔

(طرز استدلال) سیدنا نوح علیہ السلام نے پروردگار عالم کے سامنے کنعان کے متعلق عرض کیا کہ یہ میرے اہل سے ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک اہل سے مراد باعمل اولاد تھی۔ خلاصہ یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نگاہ

نسب پر تھی اور رب العالمین کی نظر حسب پر۔ اس لیے خدائے قدوس نے تصریح فرما دی کہ اے نوح آپ کو میری مراد کا علم نہیں ہے۔ پس اگر حضرت نوح علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو نہ عالم الغیب ہونے کا انکار کرتے اور نہ خدا تعالیٰ اُن کو لیس لک بہ علم فرماتے۔

چھیالیسویں دلیل

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنا عقیدہ

ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن ؕ وما یخفی علی اللہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السماء۔ (ابراہیم ۳۸ ع ۶)	اے ہمارے رب بیشک آپ جانتے ہیں۔ اُس کو جسے ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہ تو آسمان کی کوئی چیز مخفی ہے اور نہ زمین کی۔ ۱۲

(طرز استدلال) اگر ابراہیم علیہ السلام کے عقیدے میں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی عالم الغیب ہوتا تو علم مخفیات کی تخصیص کی نسبت خدا تعالیٰ کیطرف نہ کرتے بلکہ اپنی ذات یا کسی اور پیغمبر کو بھی شریک کر دیتے۔ چنانچہ ہمارے اس استدلال کی تشریح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بدیں الفاظ فرما دی کہ خدا تعالیٰ پر نہ زمین کی چیز مخفی ہے اور نہ آسمان کی۔

سنتالیسویں دلیل

ذبح اسمٰعیل اور اظہار حقیقت

فلما بلغ معہ السعی قال	پس جب حضرت اسمٰعیل دوڑنے لگے

يٰبُنَيَّ اِنِّىٓ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِىٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۰۲ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝۱۰۳ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۱۰۴ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۰۵ (والصّٰفّٰت)

لگا تو فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اے میرا بیٹا میں نے نیند میں دیکھا ہے۔ کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس تیرا منشاء کیا ہے۔ عرض کیا اے ابا جان! جو آپ کو حکم کیا گیا ہے وہی کیجئے۔ عنقریب آپ مجھے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ تو صابرین میں سے پائیں گے۔ اور ہم نے ندا کی۔ اے ابراہیم! آپ نے اپنے خواب کی تعبیر پوری کر دی۔ ہم اسی طرح محسنین کو جزا دیا کرتے ہیں۔

طرزِ استدلال

دونوں باپ بیٹے گردن کاٹنے اور کٹوانے کی نیت سے تعمیل ارشاد میں مصروف تھے اور اسی میں ان دونوں کی کامیابی کا راز مستتر تھا۔ علیٰ سبیل الیقین یہی کہنا پڑیگا۔ کہ دونو گردن کے نہ کٹ سکنے سے بے خبر تھے پس معلوم ہوا کہ عالم الغیب خدا تعالےٰ کے بغیر اور کوئی نہیں۔ ورنہ دونوں حضرات کا اقدام محمول علی الحقیقۃ نہیں رہتا۔

اڑتالیسویں دلیل

فرشتوں کے کھانا کھانے سے استشہاد

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝۲۴ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ

کیا تیرے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی ہے جب اس پر داخل ہوئے تو سلام کہا۔ ابراہیم علیہ السلام

قوم منکرون ۲۵ فراغ الیٰ اھلہ فجآء بعجل سمین ۲۶ فقربہ الیھم قال الا تاکلون ۲۷ فاوجس منھم خیفۃ قالوا لا تخف وبشروہ بغلام علیم ۲۸ (الذاریات)

نے بھی سلام کہا اور یہ بھی خیال کیا کہ قوم ناواقف ہے پس گھر جاکر بھونا ہوا موٹا بچھڑے کا گوشت لایا اور ان مہمانوں کے قریب کیا اور فرمایا کہ کیا تم نہیں کھاتے ہو پس چھپایا اپنے دل میں ان کا ڈر۔ کہنے لگا۔ نہ ڈر۔ اور اُسے انہوں نے عالم بیٹے کی خوشخبری سُنائی:

(طرز استدلال) اگر سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو پہچان جاتے کہ یہ انسان نہیں ہیں بلکہ فرشتے ہیں۔ تھوڑے سے وقت کے لیے متشکل بالبشریت ہوکر آئے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں یہ کھانے پینے سے پاک ہیں۔

نیز فرشتے بھی عالم الغیب نہ تھے۔ کیونکہ اگر ان کو علم ہوتا تو وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کھانا لانے سے روک دیتے۔

اُنچاسویں دلیل

سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اپنی موت کے وقت کا پتہ نہ تھا

فلما قضینا علیہ الموت ما دلھم علیٰ موتہ الا دابۃ الارض تاکل منساتہ ۱۴ (السبا)

پس جب اُن کو وفات دے دی تو اُن کو موت پر کسی چیز نے باخبر نہ کیا مگر دیمک نے کہ کھاتی تھی ان کے عصا کو۔

(طرز استدلال) سیدنا سلیمان علیہ السلام جنات سے کام کروا رہے تھے تنے میں ان کا روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور جن ویسے کے ویسے کام میں مصروف رہے پس اگر سلیمان علیہ السلام عالم الغیب ہوتے اور وقوع موت کے وقت سے باخبر ہوتے تو جنوں کو جلدی کام سمیٹ لینے پر مجبور کر دیتے اور آگے کام نہ کرنے دیتے تو اس خیال میں تھے کہ یہ سارا کام میری ماتحتی میں ہوگا جو کہ آپ کے بعد پورا نہ ہو سکا۔

چھپاسویں دلیل

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے ترکیب مقصد

حتی اذا اتوا علیٰ واد النمل قالت نملۃ یا یھا النمل ادخلوا مسٰکنکم لا یحطمنکم سلیمٰن وجنودہ وھم لا یشعرون فتبسم ضاحکا وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلیٰ والدیّ وان اعمل صالحًا ترضٰہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصٰلحین ۱۹ وتفقد الطیر فقال مالی لا اری الھدھد ام کان

حتیٰ کہ جب سلیمان علیہ السلام مع لشکر کے چیونٹی کی وادی پر آئے تو چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنی بلوں میں گھس جاؤ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تم کو روند نہ ڈالے پس حضرت سلیمان علیہ السلام ہنس پڑے اور فرمایا۔ اے میرے رب مجھے بخش کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر کروں جو کہ تو نے میرے اوپر اور میرے والدین پر کی ہیں اور مجھے توفیق دے کہ میں تیری رضا والے نیک عمل کروں اور مجھے اپنی مہربانی سے اپنے نیک

من الغائبین (النمل) | بندوں میں داخل رکھنا اور سلیمان ؑ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی تو فرمایا

کیا وجہ ہے کہ میں ہُدہُد پرندے کو نہیں دیکھ رہا یا وہ غائب ہونے والے سے ہو چکا ہے۔ ۱۲

(طرز استدلال) پروردگار عالم نے جب تبلادیا تو چیونٹی کی آواز سنادی اور نہ تبلایا تو ھُدھُد پرندے کا پتہ نہ چل سکا۔ سو معلوم ہوا کہ سیدنا سلیمانؑ علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا۔ کیونکہ عالم الغیب کے آگے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔

دلیل ۵۱

تائید مزید

قال سننظر اصدقت ام كنت من الكذبين ۰ (النمل) ۲۷ | فرمایا سُلیمان علیہ السلام نے اب دیکھ لیں گے۔ کیا تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔

(طرز استدلال) سیدنا سلیمان کو حقیقت حالات کی خبر نہیں تھی تب تو فرمایا کہ اسے ہُدہُد عنقریب تجھے دیکھ لیں گے کہ تو اس خبر میں سچا ہے یا جھوٹا۔ ورنہ اُن کو اس قسم کے اظہار خیال کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جو غیب دان ہوتا ہے وہ یُوں کہتا ہے کہ مجھے حقیقت حالات کی خبر ہے۔

دلیل ۵۲

حضرت داؤد علیہ السلام گھبرا گئے

وهل اتىٰك نبؤا الخصم | جب فرشتے دیوار کود کر عبادت خانہ

إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ ۲۲ (ص)	میں آئے جب داخل ہوئے داؤد کے پاس تو اُن سے گھبرایا۔ وہ بولے مت گھبراؤ۔

(طرز استدلال) اگر سیدنا داؤد علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو اُن ملائکہ سے ذرا بھر بھی خوف اور گھبراہٹ محسوس نہ فرماتے۔

دلیل ۵۳

لوط علیہ السلام فرشتوں کو بے ریش لڑکے سمجھ بیٹھے

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ۝ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۝ قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ۝ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ۝ ۸ ۔ ۷ (ھود)	اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت لوط علیہ السلام غمگین ہوئے اور دل میں تنگی محسوس کی اور فرمایا آج کا دن بڑا سخت ہے (کیونکہ فرشتے بے ریشوں کی شکل میں آئے تھے اور قوم بُرا کام کرنے کی عادی تھی) حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پرانی عادت کے مطابق قوم بے ریشوں کو دیکھ کر دوڑتی آئی اور فرمایا کہ پیغمبر نے

اے قوم یہ میری بیٹیاں ہیں یہ زیادہ پاک ہیں تمہارے لیے ۔ پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تم میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی سمجھ دار

انسان نہیں ہے! ۱۴

(طرز استدلال) اگر سیدنا لوط علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو مہمان اور آنے والوں کی شکل سے متشکل شدہ ملائکہ کو پہچان لیتے اور ان کے سامنے تمام بنات کو پیش نہ فرماتے۔ اور ھٰؤلاء ضیفی فلا تفضحون ۵ واتقوا اللہ ولا تخزون (الحجر) نہ فرماتے

دلیل ۵۴

حضرت عزیر علیہ السلام وفات پاکر پھر زندہ ہوگئے۔

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا فَلَمَّا

یا مثل اس شخص کے جو گذرا بستی پر اور وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی۔ کہنے لگے اے اللہ اُن کے مرنے کے بعد ان کو کس طرح زندہ کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال موت دے دی۔ اس کے بعد اسے اٹھایا اور پوچھا آپ کتنا عرصہ یہاں رہے ہیں۔ پیغمبر نے جواب دیا۔ ایک دن یا کچھ کم۔ کہا تو سو سال یہاں رہا ہے پس دیکھ اپنی روٹی اور اپنا پانی بالکل ان میں تغیر نہیں آیا۔ دیکھ اپنے گدھے کی طرف اور ضرور ہم کریں گے نشانی لوگوں کے لیے

تبین له قال اعلم ان الله علی کل شیء قدیر ٢٥٩ (البقرة)

نشانی بنائیں گے وہ ہڈیوں کی طرف کہ ان کو ہم کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں۔ پس جب واقعہ ظاہر ہوا آپ کے لیے تو فرمایا۔ مجھے معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وطرز استدلال) عزیر علیہ السلام کو معلوم نہ ہو سکا کہ وفات کی حالت میں کتنی مدت گذر چکی ہے۔ سچ ہے کہ عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں

دلیل ۵۵

زکریا علیہ السلام کا اظہار حیرت و استعجاب

کھیعص ﴿١﴾ ذکر رحمة ربك عبده زکریا ﴿٢﴾ اذ نادی ربه نداء خفیا ﴿٣﴾ قال رب انی وهن العظم منی واشتعل الراس شیبا ولم اکن بدعائك رب شقیا ﴿٤﴾ وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی عاقرا فهب لی من لدنك ولیا ﴿٥﴾ یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعله رب

یا اللہ تیری رحمت کا ذکر ہے جو کہ اللہ کے بندے حضرت زکریا پر ہوئی جبکہ انہوں نے اپنے رب کو آہستہ آہستہ پکارا کہا اے رب بے شک میری ہڈیاں بوڑھی ہو گئی ہیں اور چمکا اٹھا ہے باعتبار بڑھاپے کے اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگنے میں ناامید نہیں ہوں اور میں ڈرتا اپنے بعد اپنے وارثوں سے اور میری بیوی بانجھ ہے بس مجھے اپنی طرف سے [illegible]

رضیّا ۝ یٰزکریّا انّا نبشّرک بغلٰم اسمه یحیٰی لم نجعل له من قبل سمیّا ۝ قال ربّ انّی یکون لی غلٰم وکانت امرأتی عاقرًا وقد بلغت من الکبر عتیّا ۝ قال کذٰلک قال ربّک هو علیّ هیّن وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئًا ۝ قال ربّ اجعل لی اٰیة قال اٰیتک ان لا تکلّم النّاس ثلٰث لیال سویّا ۝ (مریم)

آلِ یعقوب کا وارث بنے۔ اور اسے میرے رب اُسے برگزیدہ بنانا۔ پس اللہ نے فرمایا۔ اسے زکریا! بیشک ہم تجھے بشارت دیتے ہیں ایک بچے کی جس کا نام یحیٰی ہے۔ ایسا نام ہم نے اس سے پہلے کسی کا نہیں رکھا۔ عرض کیا یا اللہ! مجھے بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ میری عورت بانجھ ہے اور میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔ جبریل نے عرض کیا تیرا رب کہتا ہے کہ یہ میرے اوپر آسان ہے۔ میں نے آخر تجھے بھی تو پیدا کیا ہے حالانکہ تو کوئی چیز بھی نہیں۔ عرض کیا اے رب میرے لیے نشانی بیان فرمائیے۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ تین راتیں تو کسی سے بات نہ کر سکیگا۔ ۱۲۰

طرزِ استدلال) سیدنا زکریا علیہ السلام کا اظہارِ حیرت و تعجب نیز اولاد سے متعلق دریافت کرنا بتاتا ہے کہ وہ عالم الغیب نہ تھے۔

دلیل ۵۶

حضرت یعقوب علیہ السلام نے برادرانِ یوسف پر اعتبار کر لیا اور یوسف علیہ السلام کی اجازت دے دی

لقد كان فی یوسف و
اخوتہ آیٰت للسائلین ۝۷
اذ قالوا لیوسف واخوہ
احب الی ابینا منا ونحن
عصبۃ ان ابانا لفی ضلٰل
مبین ۝ اقتلوا یوسف
او اطرحوہ ارضا یخل لکم
وجہ ابیکم وتکونوا من
بعدہ قوما صالحین ۝
قال قائل منھم لا تقتلوا
یوسف والقوہ فی غیٰبت
الجب یلتقطہ بعض السیارۃ
ان کنتم فٰعلین ۝ قالوا
یاابانا مالک لا تامنا علی
یوسف وانا لہ لناصحون ۝
ارسلہ معنا غدا یرتع و
یلعب وانا لہ لحٰفظون ۝
۱۲ (یوسف)

البتہ تحقیق یوسف علیہ السلام اور اس کے
بھائیوں کے واقعہ میں پوچھنے والوں کے
لیے نشانی ہے جبکہ کہنے گے ۔ البتہ
یوسف اور اس کا بھائی ہم سے
ہمارے باپ کو زیادہ پیارے ہیں ۔
اور ہم جماعت ہیں ۔ بیشک ہمارا باپ
کھلی زیادتی میں ہے یوسف کو یا تو قتل
کر دو اور یا اسے ایسی زمین میں ڈال
دو جو اس کی ہو تاکہ تمہارے باپ کی
توجہ تمہاری طرف مبذول ہو جائے ۔
اور اس کے بعد تم نیک بن جانا ۔ ایک
نے ان میں سے کہا کہ یوسف کو قتل نہ
کرو ۔ اسے گمنام کنوئیں میں ڈال دو
اسے بعض مسافر لے جائیں گے اگر
تم کرتے ہو کہنے لگے اے باپ آپکو
کیا ہو گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام
کے متعلق ہم پر اعتبار نہیں کرتے ہم تو
اس کے خیر خواہ ہیں ہمارے ساتھ
کل صبح بھیج دے کھیلیگا اور ہم اس
کی رکھوال کریں گے ۔ ۱۲

الغرض استدلال از برادران یوسف کہ نسبت بجمیرتہ اند باہمی شوروں کنگر۔

یعقوب علیہ السلام کو علم ہوتا تو کبھی بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سپرد کرنے نیز بھیڑیوں کے کھا جانے کے قائم مقام صراحتاً فرمادیتے کہ کہیں میرے عزیز بیٹے کی جان کو تم دیدہ دانستہ تلف نہ کردو بلکہ فرمایا۔

اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۱۴ (یوسف)	مجھے ڈر ہے کہ اسے بھیڑیا نہ کھا جائے اور تمہیں پتہ تک نہ ہو۔

دلیل ۵۸

روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۱۳ (یوسف)	اس کی آنکھیں غم کی وجہ سے سفید ہو گئیں۔ پس وہ غم کو دبا رہا تھا

(طرز استدلال) آنکھوں کا سفید ہونا کثرت بکا کی وجہ سے تھا۔ اور یہ رنج والم یوسف علیہ السلام کے حالات سے بے خبری کی بنا پر تھا نیز اگر یوسف علیہ السلام کو اپنی تکلیف کا علم ہوتا تو وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ نہ جاتے۔

دلیل ۵۹

عصا سانپ بن گیا اور موسیٰ علیہ السلام دور بھاگ گئے۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ ۱۷	اور یہ کیا ہے تیرے دائیں ہاتھ میں اے موسیٰ۔ بولا یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیکتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں

فیما مارب اخری ۰ قال القھا یموسی[۱۹] فالقھا فاذاھی حیۃ تسعی[۲۰] قال خذھا ولا تخف[۲۱] (طہٰ)

اور اس سے اپنی بکریاں پر ا:بھیرے اسیں کتنے کام ہیں۔ فرمایا ڈالدے اس کو اے موسی۔ تو اس کو ڈالدیا پھر تب ہی وہ سانپ ہے دوڑتا فرمایا پکڑ لے اس کو اور نہ ڈر

دلیل ۶۰

فلما قضی موسی الاجل وسار باھلہ انس من جانب الطور نارا قال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی اتیکم منھا بخبر او جذوۃ من النار لعلکم تصطلون[۲۹] فلما اتھا نودی من شاطی الوادی الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یموسی انی انا اللہ رب العلمین[۳۰] وان الق عصاک فلما راھا تھتز کانھا جان ولی مدبرا ولم یعقب یموسی اقبل ولا تخف

پھر جب پورا کرچکے موسیٰ وہ مدت اور لے کر چلا گھر والی کو۔ دیکھی پہاڑ کی طرف سے ایک آگ۔ کہا اپنے گھر والوں کو۔ ٹھیرو میں نے دیکھی ہے ایک آگ۔ شاید لے آؤں تمہارے پاس وہاں کی کچھ خبر یا انگارا آگ کا شاید تم گرمی حاصل کرو۔ پھر جب پہنچا اس کے پاس تو آواز ہوئی میدان کے داہنے کنارے سے۔ برکت والے تختہ سے اس درخت سے کہ اے موسیٰ میں ہوں میں اللہ جہاں کا رب اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی۔ پھر جب دیکھا اس کو پھنپھناتے جیسے سانپ کی ما دھ ہے۔ الٹا پھرا

انک من الآمنین ﴿۳۱﴾ (القصص)	منہ موڑ کر اور نہ پیچھے دیکھا اے موسیٰ آگے آ۔ اور نہ ڈر۔ تجھ کو خطرہ نہیں

(طرز استدلال) پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کی حقیقت اور مکان کی پاکیزگی اور بلندی سے ناآشنا تھے تب تو پروردگار عالم نے جوتا اتارنے کا حکم دیا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا کو سانپ کی شکل میں بدلا ہوا دیکھا۔ تو مڑ کر دوڑ تشریف لے گئے اور یہی علامت تھی حقیقت حال سے بے خبری کی جس کی اطلاع پروردگار عالم نے دے کر اطمینان دلایا۔

دلیل ۶۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اسی عقیدے کا اعلان فرمائینگے

اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحٰنک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحقٍ ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ﴿۱۱۶﴾ (المائدہ)	جبکہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن فرمائینگے اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سوا کارساز مانو تو حضرت عیسیٰ ؑ عرض کریں گے یا اللہ تیری ذات شریک سے پاک ہے۔ مجھے کیا حق ہے کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے حق نہ تھا۔ اگر میں کہتا تو تجھے علم ہوتا۔ کیونکہ جو کچھ میرے دل میں ہے تو جانتا ہے اور جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ نہیں جانتا۔ تو تو بیشک علام الغیوب ہے۔

استنباط مضامین

پہلی اکتالیس دلیلوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عالم الغیب ہونا خدا تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس کے بعد بیس دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں تھے اب یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ علم غیب خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

دلیل ۶۲

خداوندی اعلان

واعلموا ان اللہ بکل شیء علیم (البقرۃ ۲۳۱)	اور جان لو، بیشک اللہ ہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

دلیل ۶۳

حضور علیہ السلام کو عقیدہ صحیحہ کے اعلان کا حکم

ویقولون لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ فقل انما الغیب للہ فانتظروا انی معکم من المنتظرین (یونس ۲۰)	اور کہتے ہیں کہ کیوں نہیں نازل کی گئی محمد مصطفیٰ پر اس کے رب کی طرف سے کوئی دلیل۔ پس کہہ دیجئے کہ بلاشبہ غیب خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے پس تم انتظار کرو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے

غیب کے متعلق قرآنی عقیدہ

دلیل ۶۴

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۝ (النمل) ۲۰	کہہ دیجئے آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی خدا کے بغیر غیب نہیں جانتا۔

ارتباط

اب وہ دلائل پیش کئے جائیں گے جن میں حضور علیہ السلام نے عالم الغیب ہونے کی نفی کی ہے۔

دلیل ۶۵

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا عقیدہ اور اپنا اعلان

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ پ۷ (انعام) ۵۰	کہہ دیجئے۔ میں نہیں کہتا تم کو کہ میرے پاس خداتعالیٰ کے خزانے ہیں۔ اور نہ میں غیب دان ہوں

دلیل ۶۶

علم قیامت کے متعلق خداوندی فیصلے

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ	آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ قیامت کا علم خدا کے پاس ہے۔ تجھے کس نے

ستکون قریبا۔ (احزاب) | بتایا ہے کہ شائد قیامت قریب ہو

دلیل ۶۷

قیامت کا علم اور قرآنی اعلان

یسئلونك عن الساعة ایان مرسٰھا فیم انت من ذکرٰھا الی ربك منتھٰھا۔ (النزعٰت)	تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی تجھکو کیا کام اسکے ذکر سے تیرے رب کی طرف ہے پہنچ اسکی

دلیل ۶۸

اگر میں عالم الغیب ہوتا

۱۔ ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (۱۸۸ الاعراف)	اگر میں غیب جانتا تو اپنے لیے استکثار من الخیر کرتا اور مجھے کبھی بھی تکلیف نہ پہنچتی۔

دلیل ۶۹

۲۔ مدینہ اور اس کے ارد گرد بھی منافق رہتے تھے

وممن حولکم من الاعراب منٰفقون ومن اھل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم (التوبة ۱۰۱)	آپ کے ارد گرد بستی والوں میں سے منافق ہیں اور مدینہ والوں میں سے کچھ ہیں۔ نفاق پر آپ ان کو نہیں جانتے میں جانتا ہوں۔

ذیل میں وہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے۔

دلیل ۱

عفا اللہ عنک لم اذنت لہم حتی یتبین لک الذین صدقوا و تعلم الکاذبین (التوبہ) ۴۳

اللہ تعالیٰ نے آپ سے درگذر فرمادیا ہے آپ نے کیوں ان کو اجازت دی حتیٰ کہ آپ واضح ہو جاتے سچے اور جان لیتے آپ جھوٹوں کو۔

طرز استدلال: ۹ھ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کے لیے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو کئی منافقین جھوٹے عذر پیش کرنے لگے حضور علیہ السلام نے ان کو سچا سمجھ کر اجازت دیدی۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آیت کا اصل سیدنا ابن عباس کے ارشاد کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ لم یکن رسول اللہ یعرف المنافقین یومئذ
(معالم التنزیل ج ۳ ص ۸۹)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقین کے حالات کو اس دن نہ جانتے تھے۔

۲۔ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاذن لہم لا یدری ما فی انفسہم۔
(کنز العمال ج ۱ ص ۲۴۹)

پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دینا شروع کردی کیونکہ ان کے اندر کی بات نہ جانتے تھے

سیدنا ابن عباس رض کے ان دو ارشادات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے ورنہ منافقین کے مکر وحیل اور ان کے طے شدہ باہمی منصوبوں اور پروگرام کو ازخود جان لیتے تاکہ اجازت ملتی اور نہ خداوندی انتباہ ملتا۔

نوٹ:۔ اگر ہم چاہتے تو اس آیت کی تفسیر و تشریح کے سلسلے میں پسندیدہ میں تفسیروں کی عبارتیں ہدیۂ ناظرین کر سکتے تھے لیکن ہم نے ایک رفیع المرتبت اعلام الصحابہ صحابی کی تفاسیر پیش کر کے اتمام حجت کر دی ہے تاکہ کسی منکر سنت کو انحراف غالی کا موقعہ نہ ملنے پاسکے۔

دلیل ۱۷

لیس لك من الامر شئ او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظلمون (آل عمران ۱۲۸)	آپ کے لیے کوئی اختیار نہیں ہے خدا تعالیٰ ان کی توبہ منظور کرے یا ان کو کس لیے عذاب دے کہ وہ ظالم ہیں۔

طرز استدلال:۔ غزوۂ احد میں مشرکین مکہ کی نازیبا حرکات کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس بھی زخمی ہو گیا اور دانت مبارک کا ایک حصہ بھی شہید ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے نام لے کر بددعا کرنا شروع فرمائی حالانکہ یہی وہ لوگ تھے جو چند دنوں کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ پس اگر حضور علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو آئندہ زمانہ میں مسلمان ہونے والوں کے حق میں بددعا نہ فرماتے۔

عن عبد الله ابن عمر قال سمعت رسول الله علیه وسلم یقول اللهم العن فلانا و فلانا اللهم العن سهیل بن عمرو اللهم العن صفوان ابن امیة علیهم کلهم	عبداللہ بن عمر نے کہا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرمایا: اے اللہ فلاں فلاں کو لعنت کر حارث بن ہشام کو یا اللہ لعنت کر۔ سہیل بن عمرو کو لعنت کر۔ صفوان بن امیہ کو لعنت کر۔ لیکن ان سب کی توبہ منظور

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۰)

(فی روایۃ ھداھم للاسلام)

ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام نصیب فرما دیا۔

قرآنی آیت دلیل ۴۲

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر (لقمان) ع ۴ س ۲۱

بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس علم قیامت کا ہے۔ بارش نازل کرتا ہے۔ رحموں کے اندر کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ کل کو کیا کرے گا۔ اور نہیں جانتا کوئی آدمی کہ کس مقام میں مرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ علیم خبیر ہے۔

قرآنی آیت دلیل ۴۳

ورسلا قد قصصناھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک (النساء) ع ۲۴ پ ۶

اور رسولوں کو ہم نے بھیجا ہے جن کا ہم نے آپ پر بیان کر دیا ہے اور بہت سے رسولوں کا ہم نے آپ پر بیان نہیں کیا۔

قرآنی آیت دلیل ۴۴

یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم

اے میرے نبی کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کر دیا ہے اپنی عورتوں کی رضا کو

......	
(تحریم) ۱	طلب کرتے ہوئے۔ ویسے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

طرز استدلال: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ کے پاس شہد نوش فرمایا۔ دوسری بعض بیویوں نے تقاضائے بشریت کے پیش نظر اظہار غیرت کیا۔ حضرت نے اپنے اوپر شہد کو حرام فرما دیا۔ خدا تعالیٰ کو یہ بات ناگوار گزری۔ جبریل امین یہ آیت لائے۔

خلاصۃ الامر یہ کہ حضور علیہ السلام کو بعض بیویوں کے مشورے کا علم نہ تھا۔ ازواج مطہرات کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ہمارے مشورے سے حضور باخبر نہیں ہیں حضور علیہ السلام کو اگر یہ علم ہوتا کہ اس قسم کا فعل خدا تعالیٰ کو ناگوار گذرے گا تو شاید شہد کو حرام نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ آپ عالم الغیب نہیں تھے۔ پتا ہے کہ علم غیب صرف خدا تعالیٰ کی صفت ہے۔

دلیل ۵

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (فتح) ۱۸	بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوا جبکہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

مکہ معظمہ میں آنے کے لیے قریش سے اجازت طلب کرنا ایک ضروری امر تھا۔ اس کے لیے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان ابن عفان کو منتخب کر کے بھیج دیا۔ مشرکین مکہ نے انکار کر دیا۔ ادھر خبر مشہور ہو گئی کہ سیدنا عثمانؓ کو مشرکین نے قتل کر دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ایک ہزار سے زائد صحابہ سے بیعت لی کہ جب تک عثمانؓ کے خون کا

بدلہ نہیں گے واپس نہ ہوں گے۔

حالانکہ یہ خبر خلاف واقع تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اگرچہ اس واقعہ سے صحابہ کرام کی عزت وعظمت، اور توقیر وتکریم روز روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے لیکن یہ مضمون اس وقت مبحوث فیہ نہیں ہے۔ اس جگہ ظاہر کرنا ہے کہ اگر حضرت عالم الغیب ہوتے تو افواہ کو صحیح نہ مانتے۔ اور صحابہ کرام کو سیدنا عثمان کے قصاص لینے کے لیے بیعت کا حکم نہ فرماتے۔

حضور علیہ السلام کی وساطت سے قرآنی فیصلہ

دلیل ۷۶

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون (سورۃ نمل)

فرما دے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں جانتا جو شخص آسمانوں اور زمین ہے۔ غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور نہیں جانتے۔ کب اٹھائے جائیں گے۔

مذکورہ بالا عنوان اور علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر

قولہ تعالیٰ امرالرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول معلماً لجمیع الخلائق انہ لا یعلم

فرمایا اللہ تعالیٰ حضور کو حکم فرما کر کہ حضور تمام مخلوق کو اعلان کر دیں کہ کوئی بھی آسمان وزمین میں غیب

احد من اهل السموٰت والارض
الغیب الا الله وقوله تعالیٰ
الا الله استثناء منقطع ای
لا یعلم ذلک الا الله فانه
المنفرد بذلک وحده لا شریک
له کما قال تعالیٰ وعنده مفاتح
الغیب لا یعلمها الا هو الآیة
وقال تعالیٰ ان الله عنده علم
الساعة الیٰ آخر السورة۔
(تفسیر ابن کثیر ص ـــ)

کو نہیں جانتا۔ بغیر اللہ تعالیٰ کے خدا
تعالیٰ کا فرمان الا اللہ استثناء منقطع
ہے بلا شبہ وہ منفرد ہے اور وحدہ
لاشریک لہ ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ
نے فرمایا کہ چابیاں غیب کی اللہ
تعالےٰ کے پاس ہیں۔ اور فرمایا
پروردگار عالم نے
کہ صرف خدا تعالیٰ
کے پاس ہے
علم قیامت کا

اعلان بلسان قرآن

غیب تو غیب رہا غیب کی چابیاں بھی خدا تعالیٰ کے پاس ہیں۔

دلیل ۷۷

وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها
الا هو (انعام) ۵۹

اور خدا تعالیٰ کے ہاں ہیں غیب کی
کنجیاں جن کو کوئی نہیں جانتا بغیر
خدا تعالیٰ کے۔

حبیب کبریا کے متعلق ذات کبریا کا فرمان

دلیل ۷۸

وَمَا علمنٰهُ الشعر وما ینبغی لہٗ ان ھو الا ذکر و قرآن مبین (یٰسین) 69

اور نہیں سکھایا ہم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور نہیں لائق اُن کے لیے نہیں وہ مگر ذکر اور قرآن مبین۔

منافق آتے تھے اور حضور علیہ السلام سے اپنا نفاق چھپاتے تھے۔!

دلیل ۷۹

ومن الناس من یعجبک قولہٗ فی الحیٰوۃ الدنیا و یشھد اللہ علیٰ ما فی قلبہ وھو الد الخصام (البقرۃ) ۲۰۴

اور بعض لوگ وہ ہیں جن کا قول آپ کو حیاتی دنیا میں پسند آتا ہے اور خدا تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے اپنے دل کی بات کا حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔

طرزِ استدلال) اخنس منافق حضور علیہ السلام کے پاس آتا۔ اور بطور نفاق ایمان کو ظاہر کرتا۔ دعوئے محبت کرتا اور اس پر اعتبار دلانے کے لیے قسمیں کھاتا۔ حضور اس کو اپنے پاس بٹھاتے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ سو معلوم ہوا کہ اگر حضور علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو منافقین کے نفاق سے باخبر ہوتے۔

مذکورہ بالا واقعہ آپ کو تفسیر معالم التنزیل جلد ۱ ص ۱۷۱ تفسیر ابو السعود ج ۱ ص ۱۹۱ تفسیر مدارک جلد ۱ ص ۱۸۱ میں ملے گا۔

مسئلہ علم غیب کے متعلق حضور علیہ السلام کا مذہب

صاحب نبوت کا پہلا فرمان !

عن ابن عمر رضی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفاتح الغیب لا یعلمہا الا اللہ لا یعلم ما فی غد الا اللہ ولا یعلم ما تغیض الارحام الا اللہ ولا یعلم متی یاتی المطر احد الا اللہ ولا تدری نفس بای ارض تموت ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ۔

(بخاری شریف ج۲ ص۶۸۰ تفسیر سورۃ رعد)

حضرت ابن عمر نے فرمایا حضور علیہ السلام نے فرمایا غیب کی چابیاں خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔
۱۔ خدا تعالیٰ کے بغیر کل کی بات کوئی نہیں جانتا۔ ۲۔ خدا تعالیٰ کے بغیر رحم کے اندر کے حالات کوئی نہیں جانتا۔ ۳۔ خدا تعالیٰ کے بغیر بارش کے وقت کو کوئی نہیں جانتا (۴) خدا تعالیٰ کے بغیر انسان کہاں مرے گا کوئی نہیں جانتا (۵) خدا تعالیٰ کے بغیر قیامت کا دن کوئی نہیں جانتا۔

حبیب کبریا کا دوسرا فرمان

عن سلمۃ ابن الاکوع قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبۃ حمراء اذ جاء رجل علی فرس فقال من انت قال

سلمہ ابن الاکوع سے روایت ہے فرمایا حضور علیہ السلام سرخ قبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی گھوڑی سوار آیا اور آکر عرض کیا آپ کون

رسول اللہ قال متی الساعۃ قال غیب وما یعلم الغیب الا اللہ قال مافی بطن فرسی قال غیب وما یعلم الغیب الا اللہ قال فمتی نمطر قال غیب وما یعلم الغیب الا اللہ۔

(مسند صفحہ ۱۲۸)

ہوں آپ نے فرمایا۔ اللہ کا پیغمبر ہوں۔ عرض کیا قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا۔ غیب ہے اور غیب خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ کہنے لگا بارش کب ہوگی آپ نے فرمایا۔ غیب ہے۔ غیب کو خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا

امام الانبیاء والمرسلین کا تیسرا فرمان

عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خمس لا یعلمھن الا اللہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ (کنز العمال صفحہ ۱۵۹ ج ۱۰)

حضرت بریدہ رضی اللہ نے فرمایا میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے پانچ علم خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا

قیامت کا علم خدا تعالیٰ کے پاس ہے بارش نازل کرتا ہے رحموں کے اندر کے حالات جانتا ہے کسی جی کو اتنا پتہ نہیں کہ کل کیا کام کرے گا اللہ جانتا ہے کوئی شخص کہ کب مریگا۔ اللہ شبہ علیم وخبیر ہے۔

خاتم النبیین کا چوتھا فرمان

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اوتیت مفاتیح کل شیء الا الخمس ط

حضرت عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز کی چابیاں مجھے عنایت کی ہیں بغیر پانچ علوم کے۔

(تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۳۳ ج ۲ تفسیر در منثور صفحہ ۳۵۳ ج ۵)

راحۃ العاشقین کا پانچواں فرمان

عن الربیع بنت معوذ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبیحۃ عرسی وعندی جاریتان تغنیان وتقولان وفینا نبی یعلم ما فی غد ط

تفسیر در منثور صفحہ ۳۵۳

میری شادی کی صبح کو میرے پاس دو لڑکیاں گا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں ہم میں ایسا نبی بھی ہے جو کل کی خبر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کہو کل کی بات کو خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

طرزِ استدلال ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا جائز ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لڑکیوں کو نہ روکتے بلکہ سکوت سے کام لیتے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا چھٹا فرمان

عن ربعی ابن حراش رضی اللہ عنہ قال حدثنی رجل من بنی عامر

ربعی ابن حراش سے فرمایا کہ مجھے بنی عامر کے ایک جوان نے حدیث کی ہے اس نے

انہ قال یا رسول اللہ ھل بقی من العلم شیئ لا تعلمہ قال قد علمنی اللہ عزوجل خیرا وان من العلم ما لا یعلمہ الا اللہ عزوجل الخمس۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام (الایۃ) (تفسیر درمنثور صفحہ ۱۶۵ ج ۵)

کہا یا رسول اللہ کوئی ایسا علم بھی جس کو آپ نہ جانتے ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے خدا نے بہتر چیز کی تعلیم دی۔ بیشک جس کو خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا وہ علوم خمس ہیں۔

مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا سوال قرآن

عن ابی موسیٰ الاشعری قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الساعۃ وانا شاھدہ فقال لا یعلمھا الا اللہ ولا یجلیھا لوقتھا الا ھو ولکن ساخبرکم بمشاریطھا وما بین یدیھا من الفتن والھرج۔ درمنثور صفحہ ۱۵۱ ج ۳

ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے فرمایا حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ قیامت کے متعلق اور میں وہاں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا۔ قیامت کے دن کو خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا اور اسے وہ ذات ہی ظاہر کرے گی۔ لیکن میں تمہیں اس کی نشانیاں بتائے دیتا ہوں اور اس سے پہلے جو فتنے آئیں گے۔

شفیع المذنبین کا آٹھواں فرمان!

فاقول یارب اصحابی فیقول لاعلم لک بما احدثوا بعدک۔ (بخاری شریف ص۹۷۵ ج۲)	پس میں قیامت کے روز کہوں گا اے میرے رب یہ میری جماعت کے لوگ ہیں پس رب فرمائیں گے آپ کو علم نہیں ہے جو کچھ کہ انہوں نے آپ کے بعد خود تراشیدہ عمل کئے تھے۔ ۲

(طرز استدلال) قیامت کے دن جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پے آب کوثر پلانے میں مصروف ہوں گے تو سامنے سے ایک جماعت گذرے گی جن کو فرشتے جہنم کی طرف لئے جارہے ہوں گے حضور علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر فرمائیں گے یہ میری جماعت کے ہیں۔

پروردگار عالم فرمائیں گے

اے میرے پیغمبر جو کچھ انہوں نے آپ کے بعد کرتوت کئے ہیں ان کا آپ کو علم نہیں ہے۔

(ف) ناظرین غور فرمائیں کہ یہ لفظ کون فرمائیں گے۔ پس اگر حضور علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ بنالیا جائے کہ وہ عالم الغیب تھے تو کیا اس سے قول خداوندی کی تردید لازم نہیں آتی۔

نوٹ۔ بعض لوگ اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ ہمزہ استفہام کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا آپ نہیں جانتے یعنی جانتے ہیں۔ سو بخاری شریف کے ان واضح کلمات سے ان کی بھی تردید ہو گئی۔

اور بعض لوگ اصحابی کے لفظ کو سامنے رکھ کر صحابہ کرام پر طعن کرتے ہیں سو

اگر روایت کے جملہ الفاظ کو دیکھ لیا جائے تو طعن کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ بخاری شریف ص۹۲۵ ج۲، مسلم ج۲ ص۲۴۹۔ کنز العمال ج۷، ص۲۲۱ میں مبنی دمن اتقی کے الفاظ موجود ہیں۔

مرادالمشتاقین کا نواں فرمان

۵۔ فلما راٰہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو اعلم انک تنظر نی لطعنت فی عینک..... انما جعل الاذن من اجل البصر (بخاری ص۹۲۳ ج۲)	پس جب حضور علیہ السلام نے اسے دیکھا تو فرمایا۔ اگر میں جانتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ تو تیری آنکھ میں میں نیزہ چبھو دیتا۔

(طرز استدلال) حضور علیہ السلام گھر میں تشریف فرما ہے تھے کہ کسی نے دروازے کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ اس پر آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

چند واقعات سے استنباطِ مذہب

۱۔ واقعۂ افک :۔ تقریبؔ:۔ واقعہ ہر بڑی چھوٹی تفسیر میں موجود ہے۔ خلاصہ یہ کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ باہر جنگل کو تشریف لے گئیں۔ سردیکا نا ت نے قافلے کو کوچ کا حکم دیدیا۔ صحابہ کرامؓ اونٹوں پر کجاوے رکھنے میں مشغول ہو گئے چنانچہ ان ہودجوں میں حضرت عائشہؓ کا ہودج بھی ان کے اونٹ پر لگایا گیا۔ ہودج بالپد تھا۔ قلیل غذا کھانے کی وجہ سے بوجھ کا اندازہ نہ ہو سکا۔ اور اس اونٹ کو دوسرے اونٹوں کی قطار میں روانہ کر دیا گیا۔

حضورؐ اونٹ پر سوار ہو کر آگے آگے جا رہے ہیں۔ میدان قافلے سے

آس کی آن میں خالی ہو گیا۔ سیدہ عائشہؓ واپس تشریف لائیں تو میدان خالی دیکھا حیران رہ گئیں۔ اور وہیں سو گئیں ... الخ

(طرزِ استدلال) حضور علیہ السلام امام الانبیاء والمرسلین، صحابہ کرامؓ ائمۃ الاولیاء والاتقیاء تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ ام المومنین والمومنات تھی ——
جب اللہ تعالیٰ نے نہ بتلایا تو کسی کو بھی پتہ نہ چل سکا۔

اگر حضور علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو اپنی محبوبہ مرغوبہ مطلوبہ کو سنگلاخ، میدان میں اکیلا نہ چھوڑ جاتے۔ اگر صحابہ کرامؓ عالم الغیب ہوتے تو خالی ہودج کو اونٹ پر نہ رکھتے۔ اور اگر ام المومنین والمومنات عالم الغیب ہوتیں تو وہاں استغفار دینے لگ گئیں۔

معلوم ہوا۔ کہ علم غیب خدا تعالیٰ کے بغیر کسی کے پاس نہیں ہے۔ اگر بتلادیں تو نبی ہو یا ولی، پتہ چل جاتا ہے۔ اور اگر نہ بتلائیں تو کسی کو بھی پتہ نہیں چلتا

۲۔ کتب احادیث میں وارد ہے۔ ایک صحابی حضور علیہ السلام سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ اپنی امت کو قیامت کے دن کس طرح پہچانیں گے؟ آپؐ نے فرمایا، میری امت قیامت کے روز آثارِ وضو کی وجہ سے غرّ محجلین ہوگی ——
(بحوالہ مسلم شریف ج ۱ ص۱۲۶، سنن الکبریٰ ج ۲ ص۵۷)

طرزِ استدلال:۔ اگر حضور علیہ السلام کے صحابی کے عقیدے میں حضور علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو اس قسم کا سوال نہ کرتے۔ اور حضور علیہ السلام اگر عالم الغیب ہوتے تو آثارِ وضو کی نشاندہی نہ فرماتے بلکہ صراحۃً فرمادیتے کہ میں جب عالم الغیب ہوں تو آپ اس قسم کے سوالات کیوں کرتے ہیں؟

مسلمانوں کے پہلی صدی کے دینی مقتداؤں رہبروں اور پیشواؤں کا مذہب

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدر صحابی

امام المفسرین سیدنا عبداللہ ابن عباس کا مذہب

هذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا نبي مصطفى فمن ادعى انه يعلم شيئاً من هذه فقد كفر بالقرآن لانه خالفه !

(تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۲۳)

یہ پانچ غیب کے علوم ان کو نہ کوئی فرشتہ مقرب جانتا ہے اور نہ نبی رسول چنا ہوا۔ پس جو شخص دعویٰ کرے کہ ان پانچ غیوب میں سے کچھ جانتا ہے، وہ کافر ہے کیوں کہ قرآن کے خلاف کیا۔ !

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا مذہب

ومن قال ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم یعلم ما فی غد فقد اعظم علی اللہ الفریۃ واللہ یقول قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ !

(بخاری ج ۲ صفحہ ۴۲۰)

جس نے کہا کہ حضور علیہ السلام کل کی باتوں کو جانتے ہیں تو اس نے خدا تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں غیب خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ !

مذکورہ بالا عقیدہ کی تائید میں دوسری روایت

ومن حدثك انه يعلم ما في غد فقد كذب (الجواهر ج ا ص۱۵۵)	جو تجھے یہ کہے کہ حضور علیہ السلام کل کی باتیں جانتے ہیں، وہ جھوٹا ہے

تیسری روایت

ومن حدثك انه يعلم الغيب فقد كذب وهو يقول لا يعلم الغيب الا الله - ! (بخاری ج ۲ ص۱۰۹۸)	اور جو تجھے یہ کہے کہ حضور علیہ السلام غیب جانتے ہیں پس تحقیق اس نے جھوٹ کہا ہے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے فرمایا، کہ غیب خدا تعالےٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ !

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا مذہب

متوفی ۳۲ھ

اوتي نبيكم علم كل شيء سوى هذه الخمس (فتح الباری ج ۸ ص۱۵۱)	ان پانچ علموں کے بغیر حضور علیہ السلام سب چیز کا علم دیئے گئے تھے۔ !

حضرات! حضور علیہ السلام کے بعد، بعد از انبیاءؑ صحابہ کرامؓ کا مرتبہ ہے۔ ان کے عقیدے اور علم غیب کے متعلق ارشادات آپ نے ملاحظ فرمالئے۔ اب دوسری صدی کے اہلسنت علماء محققین کے عقیدے ملاحظ فرمایئے۔

دوسری صدی کے اہلسنت فقہاء محدثین کا عقیدہ

امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رح کا مذہب

متوفی سنہ ۱۵۰ھ

ورأی المنصور فی منامه صورة ملك الموت و سأله عن مدة عمره فاشار باصابعه الخمس فعبرها المعبرون بخمس سنوات وبخمسة اشهر وبخمسة ایام فقال ابوحنیفة هو اشارة الی هذه الآیة فان العلوم الخمس لا یعلمها الا الله تعالیٰ ۔ ۱ (بحوالہ تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۱۹)	منصور نے نیند میں ملک الموت کو دیکھا۔ تو اس سے اپنی عمر کی مدت دریافت کی موت کے فرشتے نے پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا۔ تعبیر دینے والوں نے مختلف تعبیریں دیں۔ کسی نے کہا۔ کہ آپ کی عمر پانچ برس ہے۔ کسی نے کہا پانچ مہینے۔ کسی نے پانچ دن کہے حضرت امام اعظم رح نے فرمایا کہ یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف کہ یہ پانچ علوم خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا

طرز استدلال :- امام ابوحنیفہ رح کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ اور وفات ۱۵۰ھ میں۔ امام اعظم رح کا مذہب اور ان کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیے۔ اور اسکی روشنی میں اپنا عقیدہ مستحکم کیجئے۔

حضرت قتادہ رح ابن دعامہ تابعی کا مذہب! (متوفی ۱۱۸ھ)

خمس من الغیب استاثر	غیب سے پانچ علوم کو خدا تعالے

بهن الله فلم يطلع عليهن ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا ان الله عنده علم الساعة فلا يدري احد من الناس متى تقوم الساعة في اي سنة او في اي شهر او ليل او نهار وينزل الغيث فلا يعلم احد متى ينزل الغيث ليلا او نهارا ويعلم ما في الارحام اذكر ام انثى احمر او اسود وما هو وما تدري نفس ماذا تكسب غدا خير ام شر ولا تدري نفس يا ابن آدم متى تموت لعلك الميت غدا لعلك المصاب غدا وما تدري نفس باي ارض تموت اي ليس احد من الناس يدري اين مضجعه من الارض في بحر ام بر او سهل او جبل

نے اپنے لئے خاص کر دیا ہے۔ نہ تو کسی مقرب فرشتے کو اس پر اطلاع دی ہے اور نہ کسی پیغمبر کو۔ (۱) علم قیامت کوئی بھی نہیں جانتا کہ قیامت کس سال یا کس مہینے یا کس دن یا کس رات قائم ہوگی مینہ برسانا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔ رات کو ہوگی یا دن کو۔ رحم کے اندر کی چیز جانتا ہے کہ مذکر ہے یا مؤنث ہے۔ سُرخ ہے یا سیاہ ہے یا کیا ہے کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ اچھا کام کرے گا یا برا کام کرے گا۔ اے ابن آدم تو کب مریگا... کسی کو علم نہیں کہ کس زمین میں مریگا۔ دریا میں مریگا یا جنگل میں۔ نرم زمین میں مریگا، یا سنگلاخ میں۔

(بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۵، تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۰۹)

حضرت امام سُدّی الکبیر رحؒ تابعی متوفی ۱۲۷ھ کا مذہب

ليس من اهل السموات والارض احد الا وقد اخفى الله عنه علم الساعة (تفسیر ابن کثیر)

آسمانوں اور زمین میں جو بھی رہنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان سے قیامت کا علم چھپا لیا ہے۔

حضرت سفیان ابن عیینہ متوفی ۱۹۸ھ کا مذہب

ما کان فی القرآن "وما ادراک" فقد اعلمہ اللہ وما قال "وما یدریک" فانہ لم یعلمہ ۔
(بخاری ج۲ ص۲۷)

جہاں قرآن میں "وما ادراک" ہے خدا تعالیٰ نے اس کا پتہ بتلا دیا ہے اور جہاں "وما یدریک" فرمایا ہے۔ اس کا پتہ نہیں بتلایا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

ان اللہ استاثر بعلم الغیب
(بحوالہ کتاب الام ج ۲ ص ۲۰۳)

خدا تعالیٰ نے علم غیب کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔

حضرت مجاہد ابن جبیرؒ متوفی ۱۰۲ھ کا مذہب

وھی مفاتح الغیب التی قال اللہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو (ابن کثیر ج ۲ ص [illegible])

اور یہ غیب کی چابیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اسکے پاس غیب کی چابیاں ہیں بجز خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔!

تیسری اور چوتھی صدی کے اہلسنت محققین کا مذہب

امام الاولیاء حضرت جنید بغدادیؒ متوفی ۲۹۸ھ کا مذہب

الروح استاثر اللہ بعلمہ فلم یطلع علیہ احدا من

روح کی حقیقت کا علم خدا تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے۔ اس پر اپنی

خلقه - ! (فتح الهادی)

مخلوق میں سے کسی کو اطلاع نہیں دی -!

امام المفسرین ابن جریر طبریؒ المولود فی ۲۲۴ھ والمتوفی ۳۱۰ھ کا مذہب وعقیدہ

معنى ذلك لو كنت اعلم الغيب لا
عددت للسنة المجدبة من المخصبة
ولوقت الغلاء من الرخص فاستعددت
له من الرخص (منقول از ابن کثیر ص ۲۴۳ ج ۲)

اگر میں خوشحالی اور قحط کو جانتا۔ تو قحط کے
سال کے لئے بہت سامان پہلے سے تیار
کر لیا جاتا۔ اور مجھے تکلیف نہ ہوتی اور
فاقہ کی نوبت میرے قریب تک نہ آتی

امام ابن جریرؒ کا واضح عقیدہ :

يقول تعالى قل لهؤلاء المنكرين
نبوتك لست اقول لكم اني
الرب الذي له خزائن السموت
والارض واعلم غيوب الاشياء
الخفية التي لا يعلمها الا الرب
الذي لا يخفى عليه شيئ
فتكذبوني فيما اقوله
من ذلك لانه لا ينبغي
ان يكون ربا الا من له
ملك كل شيئ وبيده كل
شيئ ومن لا يخفى عليه خافية
وذلك هو الله الذي لا اله غيره

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان منکرین نبوۃ
سے فرما دیجئے کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ
میں رب ہوں جس کے پاس آسمانوں اور
زمین کے خزانے ہوں اور نہ میں مخفی اشیاء
کے غیوب کو جانوں جنکو رب کے بغیر کوئی
نہیں جانتا۔ وہ رب جس پر کوئی چیز مخفی
نہیں ہے۔ پس تم میری تکذیب کرتے
ہو۔ اس بات کی جو کہ میں کہتا ہوں کیونکہ
رب تو وہ ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے
ہر چیز کا ملک ہو۔ اور اس کے ہاتھ میں
ہے ہر چیز کا اختیار۔ اور جس پر کوئی
چیز مخفی نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے

(تفسیر جامع البیان ج ۷ ص ۱۲۶)

جس کے بغیر کوئی کار راز نہیں ہے - !

علامہ زجاج متوفی سنہ ۳۱۱ھ کا مذہب

من ادعی انه یعلم الخمس فقد کفر بالقرآن العظیم - !

(عمدة القاری شرح بخاری ج ۷ ص ۱۲)

جس نے دعوے کیا کہ وہ پانچ علوم غیب جانتا ہے۔ پس اس نے قرآن کا انکار کیا۔

پانچویں اور چھٹی صدی کے علماء اہل السنت کا مذہب

علامہ محی الدین بغوی مصنف تفسیر معالم التنزیل، متوفی سنہ ۵۱۶ھ کا مذہب

یسئلک عن الساعة قال انما علمها عند الله ماین بک ای شیئی یعلمک امر الساعة ومتی یکون قیامها ای انت لاتعرفه (تفسیر معالم التنزیل ج ۲ حاشیہ تفسیر خازن ص ۲۲)

یسئلک عن الساعۃ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو کس نے بتایا ہے، کہ قیامت کب آئے گی۔ یعنی آپ اسے نہیں جانتے۔ !

امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر، متوفی سنہ ۶۰۶ھ کا مذہب

اعلم ان الله تعالی لما بین ان الله المختص بالقدرة فکذلک بین هو المختص بعلم الغیب - !

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۱۱)

جان لے! بلاشبہ خدا تعالیٰ نے جب بیان کیا ہے کہ وہی قدرت کے ساتھ مختص ہے۔ اسی طرح یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ علم غیب کیساتھ بھی مختص ہے - !

علامہ رازی کا دوسرا ارشاد

عندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو یدل علی کونه تعالی منزها عن الضد والند وتقریرہ ان قوله وعندہ مفاتح الغیب یفید الحصر ای عندہ لا عند غیرہ ولو حصل موجود آخر واجب الوجود لکان مفاتح الغیب حاصلة ایضا عندہ ذلك الآخر حینئذ یبطل الحصر !

(تفسیر کبیر ج ۱۳ ص۱۱

اُس اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کی قدرت ہے۔ جسے خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ یہ آیت دال ہے اس پر کہ خدا تعالیٰ ضد اور شریک سے پاک ہے۔ اس کی تقریر یہ ہے۔ کہ غیب کی چابیاں خدا کے پاس ہیں، کا مطلب یہ ہے کہ یہ جملہ مفید حصر ہے یعنی اس کے پاس ہیں غیب کی چابیاں کسی اور کے پاس نہیں ہیں۔ اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور واجب الوجود ہوتا۔ تو چابیاں غیب کی اس کے پاس بھی ہوتیں اور اس سے حصر باطل ہوتا۔

علامہ رازی کا تیسرا ارشاد

فان قیل الیس انه صلی اللہ علیه وسلم قال بعثت انا والساعة کهاتین فکان عالما بقرب وقوع القیمة فکیف قال ههنا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اور قیامت ہم دونوں سبابہ اور اس کے ساتھ والی انگلی کی طرح آئے ہیں۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ حضور وقوع قیامت کے وقت

لا ادری اقریب ما توعدون
ام بعید — اجیب بان
المراد لقرب وقوعه هو
ان ما بقی من الدنیا اقل
مما انقضی فهذا القدر معلوم
فاما معرفة مقدار القرب فغیر
معلوم -! (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۴۳)

سے باخبر تھے۔ پس کیا وجہ ہے کہ آپ
نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ قیامت قریب
ہے یا بعید ہے — جواب دیا گیا ہے
کہ قرب وقوع سے مراد یہ ہے کہ جو
دنیا کا باقی حصہ گذشتہ مدت سے کم
ہے۔ لیکن قرب کا اندازہ حضور علیہ السلام
کو معلوم نہ تھا۔

امام فخر الدین رازی کا چوتھا ارشاد!

المراد ان العلم بالوقوع غیر
العلم بوقت الوقوع فالعلم
الاول حاصل عندی
وهو کاف فی الانذار و
التحذیر والعلم الثانی فلیس
الا لله -!
(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۹۱)

مراد یہ ہے کہ وقوع قیامت کا علم اور
ہے اور وقت وقوع کا علم اور ہے۔
وقوع قیامت کا علم تو مجھے حاصل ہے
کیونکہ اس سے مقصد مخلوق کو قہر خداوندی
سے ڈرانا ہے۔ لیکن وقت وقوع قیامت
کا علم صرف خدائے جل شانہٗ کو ہے اور
کسی کو نہیں ہے۔

ساتویں اور آٹھویں صدی کے علماء اہل سنت کا مذہب

امام البرکات عبد اللہ حافظ الدین نسفی احمد بن محمود حنفی المتوفی سنہ مصنف تفسیر مدارک کا عقیدہ

ولله غیب السمٰوٰت والارض ای

یعنی غیب السمٰوٰت والارض سے مراد یہ ہے

يختص به علم ما غاب فيها عن العباد وخفي عليهم علمه اما او نغيب السموات والارض يوم القيمة على ان علمه غائب عن اهل السموات والارض لم يطلع عليه احد منهم!

کہ جو علم بندوں سے غائب ہے، وہ خدا کے لئے خاص ہے اور یا غیب السموٰت والارض سے علم قیامت ہے کہ علم قیامت سب سے غائب ہے۔ اس پر کسی کو اطلاع نہیں دی گئی۔

(مدارک ج۲ ص۲۹۳)

امام اہل السنة مفسر القرآن علامہ علاؤ الدین بن علی ابن محمد ابن ابراہیم البغدادی المتوفی ۷۲۵ھ مصنف تفسیر خازن کا مذہب وعقیدہ

والله لا يعلم احد من خلقه بشيء من هذه الامور الغيبية التي استأثر الله بعلمها وهذا بيان لاختصاص المقدرات الغيبية به تعالى من حيث العلم (تفسير خازن ج۳ ص۴۷۱)

یعنی علوم غیب کو خدا تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے۔ اس کا اس کی مخلوق میں سے کسی کو علم نہیں ہے اور یہ بیان ہے کہ مقدرات غیبیہ باعتبار علم کے خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں

مفسر وقت علامہ قاضی بیضاوی کا مذہب

متوفی ۶۸۵ھ

وقت الساعة مما استأثر الله بعلمه!

(بیضاوی ج۲ ص۲۵۵)

وقت قیامت کا اس قبیل سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسے اپنے لئے خاص کر رکھا ہے۔ اور اپنی ذات کو سب پر ترجیح دی ہے۔

امام ابوالفداء اسمٰعیل بن عمر دمشقی المتوفی ۷۷۴ھ کا مذہب

يقول تعالى مخبرا للرسول صلوٰة الله وسلام عليه انه لا علم له بالساعة وان سأله الناس عن ذلك وارشده ان يرد علمها الى الله عز وجل كما قال تعالى في سورة الاعراف وهي مكية وهذه مدنية فاستمر الحال في رد علمها الى الذي يقيمها لكن اخبره انها قريبة بقوله وما يدريك لعل الساعة تكون قريبا -!

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے متعلق خبر دی ہے کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں ہے۔ اگرچہ لوگ ان سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ اور آپ کو نصیحت فرمائی ہے کہ اس کے علم کو خدا تعالیٰ کی طرف رد فرمائیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے سورۃ اعراف میں فرمایا ہے اور وہ مکی ہے اور یہ مدنی ہے پس ہمیشہ حال یہی رہا کہ علم قیامت خدا تعالیٰ کی طرف رد ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور کو خبر دی ہے کہ قیامت قریب ہے

علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ مصنف شرح العقائد کا عقیدہ و مذہب

وبالجملة العلم بالغيب امر تفرد به الله تعالى لا سبيل اليه للعباد الا باعلام منه او الهام بطريق المعجزة او الكرامة او ارشاد الى الاستدلال بالامارات فيما يمكن فيه ذلك (شرح العقائد ص ۱۲۳)

خلاصۂ کلام علم غیب ایک ایسا امر ہے جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ متفرد ہے۔ بندوں کو اسطرف پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر اعلام یا الہام کے ساتھ جیسے کرامت پر محمول کیا جائے یا معجزے پر۔!

مفسر ابن کثیر کا ایک اور بیان

يقول تعالى آمراً رسوله صلى الله عليه وسلم ان يقول معلما لجميع الخلق انه لا يعلم احد من اهل السموات والارض الغيب الا الله .... فانه المتفرد بذالك لا شريك له۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۲)

اللہ تعالےٰ حضور علیہ السلام کو یہ حکم فرماتا ہے کہ وہ جمیع مخلوق کو اس مسئلہ کی تعلیم دیدیں کہ آسمانوں اور زمین والوں میں سے کوئی غیب دان نہیں ہے اسلئے کہ وہ اس صفت میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ کہ کسی اور کو غیب دان تسلیم کیا جائے

شیخ الامام قاسم ابن قطلوبغا الحنفی المتوفی ۸۷۸ھ کا مذہب و عقیدہ

ان الله لم يطلع على الروح ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا۔ ! (شرح مسائرہ ج ۲ ص ۱۰۵)

بے شک اللہ تعالےٰ نے رُوح کی حقیقت پر نہ تو کسی ملک مقرب کو اطلاع دی ہے اور نہ نبی مرسل کو۔ !

دسویں صدی کے محققین علماء اہل السنۃ کا مذہب

ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ کا عقیدہ و مذہب

العلم بالغيب امر تفرد به الله - ! (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۱)

علم بالغیب ایک ایسا امر ہے۔ جس کے ساتھ خدا تعالےٰ ہی اکیلا موصوف ہے۔

مُلّا علی قاری رح کا تفصیلی عقیدہ

اعلم ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لا یعلمون المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔! (شرح فقہ اکبر ص۱۸۵)

جان لے بلاشبہ انبیاء علیہم السلام غیبات میں سے کسی چیز کو نہیں جانتے مگر جو کچھ کہ خدا تعالیٰ ان کو کسی وقت بتلا دیتا ہے۔ اور حنفیوں نے اس کو صراحۃً کافر کہا ہے جو اعتقاد رکھتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب کو جانتے ہیں۔ کیونکہ اس عقیدے کے مخالف قرآن کی آیت موجود ہے۔ کہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے غیب کو نہیں جانتا، سوائے اللہ تعالیٰ کے۔!

گیارہویں بارہویں صدی کے محققین علماء اہل السنۃ کا مذہب

فتاویٰ عالمگیری میں ہے :-

رجل تزوج امرأۃ ولم یحضر الشہود — قال خدائے را و رسول را گواہ کردم او قال خدائے را و فرشتگان را گواہ کردم کفر۔! (فتاویٰ عالمگیری ج۲ ص۲۶۶)

کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور گواہ حاضر نہ ہوئے۔ اس نے کہا کہ میں نے خدا اور رسولِ خدا کو گواہ بنایا ہے۔ یا خدا اور فرشتوں کو گواہ بنایا ہے، کافر ہو گیا۔!

نوٹ :- واضح رہے، فتاویٰ عالمگیری کے علاوہ فتاویٰ تاتارخانیہ، جواہر الفتاویٰ

(خلاصۃ النسائی ج ۲ ص ۲۸۵، رد المحتار الشامی وغیرہ میں بھی یہی مضمون موجود ہے)

علامہ شہاب الدین الخفاجی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ کا مذہب

وانما انا بشر لا اعلم الغیب وانکم تختصمون الخ -! (بحوالہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۶۱)

بلاشبہ میں بشر ہوں - میں نہیں جانتا غیب کو - اور تم جھگڑا لاتے ہو میرے پاس -!

شیخ محدث علامہ سندھی الحنفی المتوفی ۱۱۳۹ھ کا مذہب

وانما انا بشر ای لا اعلم من الغیب الا ما علمنی ربی کما ھو شان البشر! (حاشیہ سندھی علی النسائی ج ۲ ص ۲۶۱)

بلاشبہ میں بشر ہوں - میں غیب کو نہیں جانتا، مگر جو کچھ مجھے رب نے سکھلایا ہے جیسا کہ بشر کی شان ہے -

تیرھویں صدی کے محققین علماء کا مذہب

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کا مذہب

لا یعلمھا الا ھو - تخصیص بما اشیر الیہ من حصر علم الغیب بہ تعالی لا یعلم شیئا من المغیبات الا اللہ ولا یعلم غیرہ الا بتوفیقہ تعالی و ھو سبحانہ تعالی یعلمہا وقاتہا

لا یعلمھا الا ھو - نص ہے، اس کیساتھ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، کہ علم غیب کا خدا تعالے کے ساتھ حصر ہے - یعنے مغیبات سے کسی چیز کو خدا تعالے کے بغیر نہیں جانتا اور نہیں جانتا کوئی غیر مخفی چیزوں

وما فی تعجیلها و تاخیرها من الحکمة وفیه دلیل انه تعالی یعلم الاشیاء قبل وجودها۔ !
(تفسیر مظہری ص۲۷۳)۔

کو مگر اُس کے القاء سے پہلے جانتا ہے۔ مع ان کے اوقات کو اور جو کچھ ان کی تعجیل و تاخیر میں حکمت ہے۔ اور اس میں دلیل ہے اس امر کی کہ خدا تعالیٰ اشیاء کو ان کے وجود سے پہلے جانتا ہے۔ !

چودھویں صدی کے محققین علماء کا مذہب

علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی کا مذہب

تحت قوله تعالیٰ اعلم غیب السموٰت والارض: ای ما غاب عن المقربین همه استاثر به تعالیٰ من ملکوت العالم
(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص۲۲۸)

اعلم غیب السموٰت والارض کے تحت لکھتے ہیں :۔
یعنی جو کہ مقربین سے غائب ہے، جن کے علم کی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو ترجیح دی ملکوت عالم سے۔ !

حضرت مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی کا مذہب

فی الواقع ہمچو اعتقاد کہ حضرات انبیاء و اولیاء ہر وقت حاضر و ناظر اند و بہمہ حال بہ ندار ما مطلع میشوند اگرچہ بعید باشد شرک است، چہ ایں صفت

اِس قسم کا اعتقاد کہ انبیاء و اولیاء ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔ اور ہر حالت میں دور سے ہماری نداؤں پر اطلاع پاتے ہیں، شرک ہے۔ کیونکہ یہ صفت

از صفات حق جل جلالہ است کہ ما دراں شرکت نیست۔ ! (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۵)

اللہ تعالیٰ کے صفات سے ہے۔ کسی کو اس میں شرکت نہیں ہے۔ !

متکلم اسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کا مذہب

حضرت مولانا موصوف اپنی لطیف تصنیف "علم غیب" کے صفحہ ۱۴ ۱۵ ۱۶ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

بہر حال علم کے جسی وسائل ہوں یا معنوی۔ کھلے ہوئے ذرائع ہوں یا چھپے ہوئے۔ ان سے حاصل شدہ علم کو علم غیب نہیں کہا جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ جب اصطلاحاً علم غیب وہی ہوگا جو مادی وسائل سے بالاتر ہو کر بلا واسطہ وسباب از خود ہو۔ تو حاصل یہ نکل آیا۔ کہ علم غیب بجز ذات بابرکات خداوندی اور کسی کے لئے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ غیر خدا کو جب بھی علم ہوگا، اور جیسا بھی ہوگا۔ وہ عطائے الٰہی ہوگا۔ اور مذکورہ وسائل میں سے کسی نہ کسی وسیلے کے واسطے سے ہوگا۔ خواہ وحی سے ہو، یا کشف والہام سے تجربے سے ہو یا حواس سے یا عقل وخرد سے۔ یعنی ظاہری وسائل کے راستہ سے یا باطنی اور معنوی اسباب کے طریق سے۔

اس لئے علم غیب خاصۂ خداوندی نکل آتا ہے۔ اور یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ کسی بھی بشر کو علم غیب حاصل نہیں۔ جبکہ کوئی بھی غیر اللہ بلا توسط اسباب محض بلا تاثر عالم نہیں ہو سکتا۔ خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء۔ ملائکہ ہوں یا ارواح قدسیہ یہ الگ بات ہے کہ انبیاء اور بالخصوص سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام مخلوقات کے علم سے بدرجہا زائد اور فائق ہے۔ اسی لئے کسی پیغمبر

کو بھی عالم الغیب کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ قرآن حکیم نے علم غیب کو حصر کے ساتھ جگہ جگہ صرف اللہ ہی کی ذات کی طرف منسوب اور اسی کے ساتھ مخصوص بتلایا ہے۔

اسی طرح صفحہ ۱۸ پر رقمطراز ہیں۔

"صرف خدا ہی کو عالم الغیب کہنے کا حق ہوگا"

مذکورہ دلائل پر ایک نظر

قرآنی آیات۔ نبوی ارشادات اور چودہ سو سال کے محققین علماء اس بات پر متفق ہیں کہ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے۔ اور اس میں خدا تعالیٰ کے ساتھ نہ تو کوئی پیغمبر شریک ہے اور نہ کوئی ولی، نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی جن!

اللہ تعالےٰ اگر چاہے تو اپنی محبوب مخلوق میں سے کسی کو بتا دے۔ اور نہ چاہے تو نہ بتائے۔ انبیاء و اولیاء اس وقت بھی نبی و ولی رہتے ہیں جبکہ پروردگار عالم ان کو اطلاع نہ دے۔ اور اُس وقت بھی نبی رہتے ہیں۔ جبکہ ان کو بارگاہِ قدسیت سے اطلاع مل جائے۔

جیسا کہ سلیمان علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے واقعات سے عیاں ہے کہ بتا دیا تو چیونٹی اور پیراہن کا پتہ بتا دیا اور نہ بتایا تو ہُدہُد اور یوسف علیہ السلام کے متعلق نہ بتایا

بہر حال ہر وقت جاننا اور بغیر واسطہ اور ذریعہ کے جاننا یہ خدا تعالےٰ کے لئے خاص ہے۔ اسی طرح غیب پر قبضہ و قدرت اہل سنت کے نزدیک کسی کو حاصل نہیں ہے بجز خدا تعالےٰ کے!

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے معاندین نے غلط فہمی کی بنا پر اطلاع علی الغیب کو علم غیب کہدیا۔ حالانکہ اگر اطلاع علی الغیب کو علم غیب کہا جاتا، تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے علم غیب کی نفی نہ فرماتے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ جس وقت بامرِ الٰہی آپ نے "لا اعلم الغیب" میں نہیں جانتا غیوب کو، کا اعلان فرمایا۔ اس وقت بھی ہزاروں اخبارِ غیوب پر آپ کو اطلاع ہو چکی تھی۔ پس بقول معاندین لازم آئے گا کہ حضور نے علم غیب ہونے کے باوجود علم غیب کی نفی فرمائی۔ جو کہ العیاذ باللہ خلافِ واقع ہے۔ حالانکہ خلافِ واقع امر کا صدور پیغمبروں سے منع ہے۔

اس بنا پر دلائل کا خلاصہ یہ ہوا کہ علم غیب خاصۂ خداوندی اور اطلاع بذریعہ وحی یا القاء خدا تعالےٰ بوقتِ ضرورت پیغمبروں کو بھی دیدیتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کو بھی

معاندین اہل السنۃ والجماعۃ کے دلائل کی تردید کا طریقہ

معاندین اہل السنۃ جو دلیل پیش کریں۔ ان سے دریافت کر لیا جائے۔ کہ پیغمبروں یا ولیوں میں سے کسی نے یہ خبر اطلاع الٰہی کے بغیر دی ہے یا اطلاع ملنے پر۔ اگر بغیر اطلاع کے دی ہے، تو یہ مسلّم بین الفریقین کے خلاف ہے۔ اور اگر اطلاع ملنے پر دی ہے، تو علم غیب نہ رہا۔ یہ وہ طریقہ ہے کہ جس سے حق بھی واضح ہو جاتا ہے۔ اور تنازع بھی ختم ہو جاتا ہے

محرفینِ مذہب کی چال

معاندین اہل السنۃ والجماعۃ نہ تو قرآن مجید کے مطالب کی تحریف سے باز آتے ہیں اور نہ مفاہیم کی تغیر سے۔ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے واقعات کو پبلک کے سامنے ذکر کر کے نہایت عیاری اور چالاکی سے کہدیتے ہیں، کہ اگر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو علم غیب نہ ہوتا تو اسقدر واقعات بیان نہ فرماتے۔ حالانکہ ان واقعات کی تکذیب ہمارے اہل السنۃ حضرات میں سے کوئی بھی نہیں کرتا۔

بلاشبہ اپنے نیک بندوں کو خدا تعالیٰ بہت سے واقعات کی اطلاع دیدیتے ہیں۔ اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔

اہل بدعت کے دلائل کا تجزیہ

معاندین مذہب جو دلائل بھی اثباتِ علم غیب لغیر اللہ کے سلسلے میں پیش کریں گے۔ وہ یا تو قرآنی آیات ہوں گے۔ اور یا نبوی احادیث اور یا اقوال علماء

۱۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ قرآن مجید میں علم غیب کی نسبت بغیر خدا تعالیٰ کے کسی کی طرف نہیں ہے۔ تعلیم یا انباء الغیب ہمارے مسلک کے خلاف نہیں ہے۔

۲۔ نیز ہم یہ بھی وثوق سے کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات میں سے کسی نے آج تک علم غیب کا دعوٰی نہیں کیا۔

۳۔ ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ فقہاء کرام میں سے کسی نے علم غیب غیر اللہ کیلئے ثابت نہیں کیا۔

۱۴۔ ہماری یہ تحقیق مبنی بر صداقت ہے کہ اکثر فقہاء حنفیہ غیر اللہ کے لئے علم غیب کے عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں۔

۱۵۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کی کتابوں میں کہیں بھی مجازی طور پر علم غیب کا اطلاق کسی پیغمبر یا کسی صاحب ولایت کے لئے نہیں کیا گیا۔

۱۶۔ معاندین انشاء اللہ تعالےٰ قیامت تک غیر اللہ کے لئے علم غیب کا لفظ ثابت نہیں کر سکیں گے۔ اور خدانخواستہ اگر کوئی روایت بھی پیش کریں گے۔ تو وہ نہ تو خبر مشہور ہوگی اور نہ حدیث متواترہ.... ! اس کے علاوہ جو ان کے علاوہ ہو: ظاہر ہے کہ ان سے قطعی عقیدہ ہرگز ہرگز ثابت نہ ہوگا ۔۔۔! رہے اقوال علماء، وہ اگر قرآن اور خبر متواترہ کی تائید میں ہوں گے تو قابل قبول ورنہ ناقابل قبول ۔ !

اگر اہل السنۃ کے افراد نے ان اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھ لیا، تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی بھی مغالطوں میں مبتلا نہ ہوں گے۔

تفہیم المسئلۃ بالدلائل العقلیۃ

غیب مشاہدہ کے خلاف ہے۔ جو چیز مشاہدہ میں ہے وہ غیب نہیں۔ اور جو غیب ہے وہ مشاہدہ میں نہیں ہے۔

پہلی مثال (الف) نے مکہ معظمہ کی سیر کی اور واپس پر آکر (ب) کو بتایا کہ مکہ معظمہ میں انار فروخت ہو رہے ہیں۔ (ب) نے آگے یہ خبر (ج) کو بتادی۔ (ج) کو یہ پتہ تھا کہ اب امکہ معظمہ نہیں گیا۔ (ج) نے یہ تصدیق کرنے کے لئے حجاز جانے کی ٹھان لی۔ یہ حسب خداوندی ویزا لے کر پاسپورٹ بنوا کر مکہ معظمہ پہنچ گیا۔ وہاں جا کر دیکھا۔ تو واقعی بازار میں

نا رہے تھے۔ واپس آکر اس نے یہ خبر مشہور کر دی کہ (ب) عالم الغیب ہے۔ کیونکہ یہاں رہ کر اس نے عرب کی خبر بتا دی ہے۔

جب یہ خبر مشہور ہوئی تو (د) نے آکر عرض کیا، جناب! آپ حیران نہ ہوں، یہ خبر تو (ب) کو (الف) نے بتائی تھی۔ تب جا کر (ج) نے یقین کیا کہ واقعی (ب) کو علم غیب نہیں تھا۔ کیونکہ علم غیب وہ ہوتا ہے۔ جو بغیر ذریعے کے آئے۔ ورنہ ماننا پڑیگا کہ (ب) عالم الغیب ہے۔

دوسری مثال اسٹیشن ماسٹر بذریعہ تار معلوم کر لیتا ہے کہ گاڑی پہلے اسٹیشن سے چل چکی ہے۔ حکم دیتا ہے کہ گھنٹی بجا دو۔ مسافر دیکھتے ہیں کہ ابھی تک گاڑی نظر نہیں آ رہی۔ پندرہ منٹ کے بعد مسافروں میں ہلچل مچ جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گاڑی نظر آنے لگی ہے۔

یقین جانئے کہ کوئی شخص بھی اسٹیشن ماسٹر کو عالم الغیب ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ محض اس لئے کہ اسے کسی واسطے سے پتہ چلا ہے۔ جو چیز واسطے سے معلوم ہو: وہ علم غیب نہیں۔ اور جو علم غیب ہے۔ نہ واسطے اور ذریعے کا محتاج نہیں ہے۔

اہل بدعت کے چند دلائل اور اُن کے جوابات

پہلی دلیل

علمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔!	جتلا دی ہے خدا تعالے نے آپ کو وہ بات جو آپ نہیں جانتے تھے اور ہے آپ پر اللہ کریم کا بڑا فضل تھا۔!

معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ نے حضورؐ علیہ السلام کو علم کلی عطا فرمادیا ہے۔ اور وہ بہرحال عالم الغیب ہیں۔

جواب ۱ :۔ اس آیت میں علم غیب کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے۔ لہٰذا دعوےٰ ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ جو بات سکھائی پڑھائی جائے وہ علم غیب نہیں۔ اور جو علم غیب ہے۔ وہ سکھلانے پڑھانے کا محتاج نہیں۔

جواب ۲ :۔ اس آیت کے شان نزول کو اگر دیکھ لیا جائے تو بات صاف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ آیت ایک واقعہ کی اطلاع پر نازل ہوئی ہے، پس ایک واقعہ کی اطلاع سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کو قدرۃ علی الغیب دیدی تھی۔ یا عالم الغیب بنادیا تھا۔ ورنہ وہ واقعہ بوساطت سرور کائنات جن جن حضرات کو معلوم ہوتا جائے گا۔ سب کو عالم الغیب ماننا پڑے گا۔

جواب ۳ :۔ مالم تکن تعلم سے مراد اگر علم غیب ہے۔ تو معلوم ہے۔ کہ خداوند جل شانہٗ نے ہر وہ چیز جو حضورؐ نہیں جانتے تھے سب لامحدود چیزیں بتادیں حالانکہ یہ مطلب اہل بدعت کے مذہب کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ

"خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روز نازل سے لے کر تا قیام قیامت تمام چیزوں کا علم دیدیا ہے!"

پس دعوے اور دلیل کے درمیان توافق نہ رہا۔ کیونکہ دعوےٰ تو علم محدود کا تھا۔ اور دلیل علم غیر محدود کی دیدی۔

جواب ۴ :۔ اس آیت سے بقول اہل بدعت معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے قرآن کو خدا تعالےٰ نے اسی دن اتار دیا تھا۔ اور حضورؐ کو سکھادیا تھا کیونکہ

عالم تکن تعلم میں تو پورا قرآن مجید بھی داخل ہے۔ حالانکہ یہ چیز واقعات اور مسلم بین الفریقین کے خلاف ہے۔ جبکہ قرآنی آیتیں اور احکام، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔

جواب ۵:۔ کسی بھی معتبر تفسیر میں روایات موثقہ کے ساتھ حضور علیہ السلام کا قول نقل نہیں کیا گیا کہ تَعَلَّمْتُ عِلْمَ الْغَیْبِ یعنی میں نے علم الغیب جان لیا۔ اور نہ کسی صحابی کا قول نقل کیا گیا ہے۔ لہٰذا قِیْلَ کے ساتھ خازن کی عبارت ناقابلِ قبول ہوگی جبکہ قائل کی خبر تک نہیں ہے کہ کس کا قول ہے

جواب ۶:۔ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کی بعثت کی علت غائی اور اور نبوی پروگرام کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَیُعَلِّمُکُمْ مَا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ !	اور ہمارے رسول تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے !

وہاں اگر ما لم تکن تعلم تھا، تو یہاں مالم تکونوا تعلمون ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں معلم ذاتِ خدا ہے اور متعلم حضرت محمد مصطفےٰ ہیں۔ اور یہاں معلم سرورِ کائنات ہیں اور متعلم صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے۔ وہاں معلم ارحم الراحمین ہے تو یہاں معلم رحمۃ للعٰلمین ہیں۔

پس لازم آئے گا کہ تمام صحابہ کرام کو اولاً بالذات اور جمیع مؤمنین کو بوساطت صحابہ کرام عالم الغیب تسلیم کیا جائے حالانکہ یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔

☆ اہلبدعت کی دوسری دلیل اور اسکے جوابات

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ (الرحمٰن)	رحمٰن نے قرآن سکھایا ہے۔ انسان کو پیدا کیا ہے اسے بیان سکھایا ہے !

طرزِ استدلال:- انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں۔ اور بیان سے مراد بیان جمیع ماکان ومایکون ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب ہیں۔

جوابِ اول:- بیان سے مراد بیان ماکان ومایکون جو کہ شانِ نبوت کے لائق ہے۔ تو ہمیں تسلیم ہے۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا۔ کہ جمیع ماکان ومایکون کا بیان ہی مراد ہے۔ جبکہ یہ تفسیر حضور علیہ السلام کے اپنے ارشاد سے ٹکراتی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کتاب الایمان ج ۱ ص۱۱۰ میں ہے۔

استاذن علی ربی فیؤذن لی ویلھمنی محامد احمدہ بھا لا تحضرنی الآن فاحمدہ بتلک المحامد۔	پروردگار سے اجازت طلب کروں گا۔ پس مجھے اجازت ملے گی۔ اور مجھے خدا تعالیٰ ایسے محامد کا الہام کرے گا۔ جو اب مجھے معلوم نہیں۔ پس میں وہی تعریفیں کروں گا۔

پس اگر حدیث قابلِ اعتبار ہے تو تفسیر قابلِ اعتبار نہیں۔ اور اگر تفسیر واثق اعتماد ہے تو حدیث قابلِ تردید ہے۔

؎ عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا!
ادھر ٹانکا ادھر اُدھڑا، اُدھر ٹانکا ادھر اُدھڑا۔

جوابِ دوم:- علمہ البیان کی یہ تفسیر نہ تو کسی صحابی سے منقول ہے۔ اور نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان درفشاں سے۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے

ان اصح الطرایق فی ذالک ان یفسر القرآن بالقرآن فما اجمل فی مکان فانہ قد بسط فی موضع اخر	بلاشبہ سب سے زیادہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے پس قرآن میں اگر ایک جگہ اجمال ہوگا تو دوسری جگہ اس کی تفصیل ہوگی پس

فان اعیاك ذلك فعلیك بالسنة فانها شارحة القرآن وموضحة له وحینئذ اذا لم نجد التفسیر فی القرآن ولا فی السنة رجعنا فی ذلك الی اقوال الصحابة فانهم ادری بذلك لما شاهدوا من القرآن والاحوال التی اختصوا بها ولما لهم من الفهم التام والعلم الصحیح والعمل الصالح (تفسیر ابن کثیر ص ۱۵)

اگر آپ کے لئے یہ طریق مشکل ہو جائے تو حدیث کو دیکھئے۔ کیونکہ حدیث، قرآن کی شرح کرتی ہے اور وضاحت کرتی ہے۔ جب ہم تفسیر نہ قرآن میں پائیں اور نہ حدیث میں، تو ہم رجوع کریں گے، صحابہ کرام کے اقوال کی طرف، کیونکہ یہ لوگ قرائن اور خصوصی احوال کو خوب جانتے ہیں ولیے ان کی فہم تام ہے۔ علم صحیح ہے اور عمل صالح ہے۔

پس یقیناً یہ تفسیر ناقابل قبول ہوگی۔ جبکہ قرآن و حدیث اس کی تائید میں موجود نہیں ہیں۔

جواب ۳:۔ تعجب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت کے منکرین کو کس طرح جرأت ہوتی ہے۔ کہ وہ اس دلیل کو اہل سنت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ وہ علم غیب کو ثابت نہیں کر سکیں گے۔ لیکن انسانیت کا قائل تو ان کو خواہ مخواہ ہونا ہی پڑے گا۔ وہذا ایضاً ہو المطلوب۔

جواب ۴:۔ دعوے علم الغیب کا اور دلیل تعلیم البیان کی دیکھئے! کتنا غیر مناسب استدلال ہے۔

اہلبدعت کی تیسری دلیل

عالم الغیب فلا یظہر — جاننے والا غیب کا خدا تعالیٰ ہے

علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول ۔	پس نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی ایک کو مگر جس کو اپنے رسول سے چن لے ۔

طرز استدلال :۔ معلوم ہوا کہ حضور عالم الغیب ہیں۔ جبکہ تمام انبیاء رسل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتضیٰ پیغمبر ہیں۔ اور پروردگار عالم اپنے خاص مقدس سے اپنے برگزیدہ رسولوں پر غیب ظاہر کردیتا ہے۔

جواب ۱ :۔ اس آیت میں تصریح کی گئی ہے کہ عالم الغیب خدا تعالےٰ ہے۔ ہاں اگر اپنی مہربانی سے کسی پیغمبر پر غیب کی خبر ظاہر فرمادیں تو جائز ہے۔ اور یہ مطلب ہمارے مسلک کے عین مطابق ہے۔ پس جو کچھ اہل بدعت ثابت کرنا چاہتے تھے، وہ ثابت نہ ہوا۔ اور جو کچھ ثابت ہوا وہ ان کے دعوے کے لئے مثبت نہیں۔

جواب ۲ :۔ دعوےٰ اظہار الغیب علیٰ احد کا اور دلیل اظہار الاحد علی الغیب کی۔ کم از کم دلیل تو دعوے کے مطابق لائی ہوتی۔

جواب ۳ :۔ اظہار غیب اور ہے اور علم غیب اور ہے۔ اور آیت میں اظہار غیب کا ذکر ہے، علم غیب کا نہیں ہے۔

جواب ۴ :۔ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ خدا تعالےٰ جس برگزیدہ پیغمبر کو چاہے غیب کی اطلاع دیدے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ جمیع غیب کی اطلاع دیدیتے ہیں۔

جواب ۵ :۔ اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ خدا تعالےٰ جسے چاہے عالم الغیب بنا دیتا ہے۔ جس کا ثبوت کسی بھی آیت سے نہیں ملتا۔ تو کیا عالم الغیب کو آگے پھر سے دار کی بھی ضرورت ہوتی ہے جسے اپنی ذات پر پھر کا عمل

کی ضرورت ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔ اور جو عالم الغیب ہو، اسے پہرے دار کی ضرورت نہیں رہتی۔ رہا ملائکہ کو برگزیدہ پیغمبر پر پہرہ دار مقرر کیا جاتا، وہ اسی آیت کے آخر میں موجود ہے۔

یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا (سورۃ الجن)	بھیج دیتا ہے اس کے آگے پیچھے پہریدار محافظ (فرشتے)

اہل بدعت کی چوتھی دلیل

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔!	نہیں کوئی تر اور خشک چیز مگر کتاب واضح میں ہے۔!

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب ہیں۔ کیونکہ جب سب اشیاء کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ اور قرآن مجید کا پورا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ السلام سب غیب کے عالم ہیں

جواب ۱ :- قرآن مجید کی اس آیت سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دین کے سب مسائل اصولی طور پر قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور اسی کو رطب و یابس سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہاں نہ تو غیب کا ذکر اور نہ علم غیب کا ذکر ہے۔

جواب ۲ :- کتاب مبین کی مراد کے سلسلے میں علماء مفسرین کے تین قول ہیں۔

۱۔ لوح محفوظ ۲۔ قرآن مجید ۳۔ علم الٰہی

لیکن اقوی قول یہ ہے کہ کتاب مبین سے مراد علم الٰہی ہے۔ چنانچہ علامہ رازیؒ تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں کہ

فیہ قولان الاول ان ذالک الکتاب المبین ھو علم اللہ تعالیٰ لا غیر وھذا ھو الصواب !	اس میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ کتاب مبین علم الٰہی ہے۔ اور یہ مراد اس کی نہیں ہے اور یہ بھی صحیح مفہوم ہے

اور اگر کتاب مبین سے قرآن مجید لیا جائے۔ تو پھر آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ تمام اصولی مسائل قرآن مجید میں موجود ہیں۔

اور اگر لوح محفوظ مراد ہو تو بھی مطلب یہ ہوگا، کہ لوح محفوظ میں وہی جمیع اصولی مسائل مسطور ہیں۔ اور ان کا علم بتمامہ حضور علیہ السلام کو حاصل ہے۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ اور یہی مطلب ہے آیت تبیاناً لکل شئی کا۔

اہل بدعت کی پانچویں دلیل

فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ — !	پس وحی کی خدا تعالےٰ نے اپنے عبد کی طرف جو کچھ وحی کی۔ !

معلوم ہوا کہ شب معراج خدا تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کو عالم الغیب یعنی قادر علی الغیب بنا دیا تھا۔ کیونکہ مدارج النبوۃ ج اول میں ہے۔ بہمام علوم و معارف و حقائق و بشارات و اشارات و اخبار و آثار و کرامات و کمالات در احیطہٴ ایں ابہام داخل است و ہمہ را شامل و کثرت عظمت اوست کہ مبہم آورد و بیان نہ کرد اشارات بآنکہ جز علام الغیوب و رسول محبوب بہ آں محیط نتواند شد مگر آنچہ آنحضرت بیان فرمودہ — !

جواب ۱ :۔ قرآن مجید کی اس آیت میں علم الغیب کا ذکر نہیں۔ اور اجمال سے تفصیل کا علم حاصل نہیں ہوتا۔

جواب ۲ :۔ مدارج النبوۃ کی عبارت خبر مشہور اور خبر واحد کا درجہ نہیں رکھتی

کیا سے اثبات عقائد کے باب میں پیش کیا جائے۔ ان عبارتوں کو داعظانہ رنگ میں تو لایا جاسکتا ہے۔ لیکن عقائد ان سے ثابت نہیں ہو سکتے۔

جواب ۷:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تصریح فرمائی تھی۔ علوم و معارف خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو معراج کی شب القا فرما دئیے تھے۔ لیکن اس میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے۔ کہ ان کو قادر علی الغیب بھی بنا دیا تھا۔ لہٰذا اس سے اہلبدعت کا استدلال ہی غلط ہے۔

جواب ۸:۔ واللہ ہم ان کے دلائل کو نظر حیرت و استعجاب دیکھتے ہیں جب ان کو استدلال میں حیران پاتے ہیں۔ کیونکہ کئی برس بیت چکے ابھی تک یہ لوگ آپس میں بیٹھ کر اتنا فیصلہ نہیں کر سکے کہ خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو کلی طور پر عالم الغیب اور قادر علی الغیب روز اول سے بنا دیا تھا یا اس دن جبکہ اعلان نبوت کا حکم صادر فرمایا تھا۔ یا جس دن "علمک مالم تکن تعلم" آیت اتری تھی۔ اور یا اس موقع پر جبکہ شب معراج حضور علیہ السلام کو آسمانوں پر بلایا تھا۔ بہرحال دلیل مشکوک ہونے کی وجہ سے کسی قدر دعاوی مشکوک ضرور نظر آتے ہیں۔

★ اہل بدعت کی چھٹی دلیل!

وما هو على الغيب بضنين! | اور نہیں ہے وہ غیب پر بخیل ۔!

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام عالم کل، عالم الغیب اور قادر علی الغیب ہیں۔ جبکہ غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں۔ اُدھر سے جو کچھ آیا اِدھر امت کو بتلا دیا۔!

جواب ۱:۔ آیت میں کہیں بھی یہ تصریح موجود نہیں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام

عالم الغیب یا قادر علی الغیب ہیں ۔ آیتِ مقدسہ سے ثابت ہوتا ہے تو صرف یہ کہ حضور علیہ السلام کو پروردگار عالم جن جن غیوب پر اطلاع دیتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہی چیز امت کو بتلانے میں بخیل نہیں ہیں ۔ اس لحاظ سے غیب کو غیب کہا گیا ہے نہ کہ حضور علیہ السلام کو عالم الغیب، عالم الغیب تو وہ ہوتا ہے جس کو بغیر بتلانے کے معلوم ہو جائے ۔

جواب ۲ :۔ مفسرین کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ ضمیر ھو سے مراد حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہے یا قرآن کریم ۔ جب تک خصم ان دونوں میں سے ایک کو ترجیح دیگر وجوہ مرجح بیان نہ کرے ۔ تب تک استدلال غیر تام رہے گا ۔

جواب ۳ :۔ عکرمہ، ابن زید اور حضرت قتادہ اور ان کی جماعت کے لوگوں کا یہ قول ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے ۔ جیسا کہ تفسیر عزیزی پارہ عم ص۹۰ اور تفسیر حقانی ج ۸ ص۵۴ میں موجود ہے ۔

جواب ۴ :۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص۴۸۰ میں ہے

وقال قتادة كان القرآن غيبا فانزله الله على محمد صلى الله عليه وسلم فما ضن به على الناس بل نشره وبذله لكل من اراده وكذا قال عكرمة وابن زيد وغير واحد ۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ قرآن غیب تھا پس اللہ تعالیٰ نے اسے حضورؐ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ حضورؐ نے اس کے بتانے پر بخل نہ فرمایا، بلکہ اُسے پھیلا دیا، ہر اُس شخص تک جس نے اس کا ارادہ کیا ایسے ہی کہا ہے عکرمہ، ابن زید اور بہت سے مفسرین علیہم الرحمۃ نے

اس سے معلوم ہوا کہ غیب سے مراد مطلقاً غیب نہیں ہے بلکہ قرآن پاک

ہے۔ جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے تبلیغ و ابلاغ میں بخل سے کام نہیں لیا۔ کہ کچھ تو پہنچا دیا اور کچھ اپنے لئے یا اپنوں کے لئے چھپا رکھا ہو۔

پس جو مطلب اہلبدعت لینا چاہتے تھے۔ وہ ثابت نہ ہوا۔ اور جو ثابت ہوا وہ ان کے لئے مفید نہ ہوا۔

جوابٌ ۴ :۔ صاحب مدارک علامہ نسفی نے الغیب سے مراد وحی لیا ہے۔ صاحب خازن نے وہ خبریں مراد لی ہیں۔ جن کی حضورؐ کو اطلاع دی گئی ہے۔ پس مطلب واضح ہوا کہ الغیب سے مراد وہ مطلب نہیں جو اہل بدعت لیتے ہیں۔

جوابٌ ۵ :۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ غیب سے مراد کل غیب ہے اور حضور علیہ السلام کو خدا تعالٰے نے اس کل غیب کی اطلاع دیدی ہے اس بنا پر حضور علیہ السلام عالم الغیب ہیں۔ تو لازم آئے گا کہ حضور علیہ السلام کی پوری امت کو عالم الغیب مانا جائے۔ جبکہ حضورؐ نے امت کو غیب بتلانے میں بخل نہ فرمایا۔ حالانکہ یہ خلاف عقل و نقل ہے

اہلبدعت کی ساتویں دلیل

سکھلائے خدا تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو نام سارے۔!	وعلم آدم الاسماء کلھا۔!

طرز استدلال :۔ جب آدم علیہ السلام کے لئے تمام اسماء کا علم ثابت ہوا تو حضور علیہ السلام کے لئے بطریق اولٰے ثابت ہوگا۔

جوابٌ ۱ :۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے علم پر قیاس کر کے اپنا مقصد ثابت کرنا مفید للمقصد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے

نے متب وہ علوم دئے جو اُن کے لئے ضروری تھے۔ اور حضور علیہ السلام کے لئے خدا تعالٰے نے وہ علوم عنایت فرمائے جو حضور علیہ السلام کی ذاتِ قدسی کے لائق تھے۔ پس اس قسم کے قیاسیات سے قطعی عقائد ثابت نہیں کئے جا سکتے۔

جوابٌ :۔ تعلیم الاسماء سے علم تفصیلی مراد لینا بے دلیل ہے۔ اور اجمالی علم سے انکار نہیں اور تقریباً یہی مفہوم اقرب الی الصواب ہے جیسا کہ حضرت العلامہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں تصریح کی ہے۔

المراد ان اللہ تعالیٰ علم آدم الاسماء کلھا علما اجمالیا و لیس المراد العلم التفصیلی حتی یلزم المحذورات !	مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام ناموں کے متعلق علم اجمالی دیا تھا۔ یہاں تفصیلی علم مراد نہیں ہے تاکہ کوئی اعتراض وارد ہو

جوابٌ :۔ اگر سیدنا آدم علیہ السلام بعد از تعلیم اسماء عالم بکل شیٔ ہوتے تو اکل شجرہ کا ارتکاب نہ فرماتے۔

وہ حل طلب حدیثیں جنکو دیکھ کر اہل بدعت مغالطوں میں مبتلا ہوئے

پہلی حدیث کا حل !

فتجلی لی کل شیٔ فعلمت ما فی السموات و الارض !	پس میرے لئے ہر شئے واضح ہو گئی پس میں نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ تھا جان لیا۔ !

پہلا جواب :۔ ہم نے بارہا دلائل کی روشنی میں اس امر کی تصریح

کی ہے کہ اثبات عقائد کے لئے محکمات کتاب و سنت کے علاوہ دلائل پیش نہیں کئے جا سکتے۔ لہٰذا اصولی طور پر ہم اس قسم کی روایات کے جواب دینے پر مکلف نہیں رہتے۔

دوسرا جواب:- اگرچہ بعض حضرات نے اس کی توثیق کی ہے۔ لیکن امام بخاریؒ اس حدیث کی سند کے متعلق فرماتے ہیں:-

قال البخاری عبد الرحمٰن بن عائش الحضرمی له حدیث واحد الا انہم یضطربون فیه وھو حدیث الرؤیة قال البیہقی وقد روی من طرق کلہا ضعاف وفی ثبوته نظر (تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۵۹)	امام بخاریؒ نے فرمایا عبد الرحمٰن بن عائش حضرمی کی صرف ایک حدیث ہے مگر اس میں بھی اضطراب ہے اور وہ حدیث رؤیت والی ہے۔ اس کی سب سندیں ضعیف ہیں اور اس کے ثبوت میں کلام ہے۔!

اس لحاظ سے بھی یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔

تیسرا جواب:- اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی اس کا درجہ خبر واحد کا رہیگا۔ جو کہ مثبت للعقائد نہیں ہے۔

چوتھا جواب:- اس روایت میں علمت ما فی السموات وما فی الارض کا جملہ ہے۔ بعض روایات میں فعلمت الذی سألنی عنه ہے بعض میں ما کان وما یکون کے الفاظ ہیں۔ جن کے معانی ومفاہیم ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ جب تک صاحب استدلال کسی جملے کا تعین دلائل قاہرہ سے نہ کرے گا الحنفیہ پر جواب دینے کی ذمہ داری عائد نہ ہوگی

پانچواں جواب:- یہ حدیث سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ما فی السموٰت وما فی الارض

کو جان لیا۔ اور قرآن مجید کی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن کی طرف صرف اتنا قدر وحی کی تھی کہ آپ نذیر مبین ہیں۔ پس جو حدیث قرآن سے ٹکرا جائے وہ قطعاً مثبت دعویٰ کے لئے نہیں رہتی۔

قرآنی آیت ملاحظہ فرمائیے جس میں حضرت کریم کا بیان درج ہے۔

ما کان لی من علم بالملاِ الاعلیٰ اذ یختصمون ان یوحیٰ الیّ الا انما انا نذیر مبین (ص)!	جب ملاء اعلیٰ جھگڑ رہے تھے مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ میری طرف صرف اتنا قدر وحی کی گئی کہ میں کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔!

چھٹا جواب:- برتقدیر تسلیم اس وقت کی موجودات ما فی السمٰوات وما فی الارض کے کشف سے گذشتہ واقعات جو معرض وجود میں آکر معدوم ہو چکے تھے یا آئندہ آنے والے تھے۔ ان کا متجلی ہو کر معلوم ہو جانا لازم نہیں آتا۔ اور نہ یہ کیفیت مستمرہ دائمہ تصور کی جا سکتی ہے جب تک حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام سے اس امر کی تصریح نہ ہو۔

دوسری حدیث کا حل

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیباً بعد العصر فلم یدع شیئاً یکون الی قیام الساعۃ الا ذکرہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔!	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ پس آپ نے قیامت تک کے سارے حالات بتا دیئے۔ کسی نے یاد کیا اور کسی نے بھلا دیا۔!

جواب:- چونکہ یہ خبر واحد ہے۔ اس لئے باب العقائد میں سے

استدلال قائم کرنا غیر نافع ہے۔

جواب ۲ :- اہلسنت کا سابقہ مطالبہ وہی باقی ہے۔ کہ یہ جو کچھ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا اپنی طرف سے تھا یا خدا تعالےٰ نے اُن کو بتایا تھا۔ اگر اپنی طرف سے ہے تو خلاف طرفین ہے۔ اور اگر خدا تعالےٰ کا بتایا ہوا ہے تو علم غیب نہ رہا۔

جواب ۳ :- مشکوٰۃ شریف ص۴۶۳ میں اس حدیث کی تشریح موجود ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے بڑے فتنوں کا ذکر فرمایا۔ اور قابل تسلیم بھی یہی ہے۔ ورنہ قیامت تک کے نباتات جمادات حیوانات طیور و وحوش ان کے حرکات و سکنات ان کی غذائیں اور اسباب اُن کی تفصیلی طور پر موت و حیات کے بیان کیلئے نہ تو حضور علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ اور نہ حضورؐ نے بیان فرمایا۔ کثیر واقعات کو تعبیر یوں کیا گیا ہے کہ سب کچھ قیامت تک کی چیزیں بیان کر ڈالیں۔ ایک چیز بھی نہیں چھوڑی۔ حتی کہ آپ نے پرندوں کا بھی ذکر فرمایا۔ ورنہ آخر کسی صحابی نے بھی تو اسے بالتفصیل ذکر کیا ہوتا۔ اور آخر وہ ذخیرۂ حدیث کہاں گیا

☆ تیسری حدیث کا حل

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرک طائرٌ جناحیہ الا ذکر لنا منہ علماً

بلا شبہ حضور علیہ السلام ہم کو چھوڑ گئے۔ پرندوں کے پروں کے ہلانے کا ذکر بھی ہمارے سامنے فرما دیا

جواب :- پھر تو سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا۔ حالانکہ اس سے مراد صرف کثیرہ واقعات کا بیان ہے۔

چوتھی حدیث کا حل!

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

فاخبرنا بما هو كائن الى يوم القيامة فاعلمنا احفظنا۔

پس آپ نے ہمیں خبر دی جو کچھ کہ ہونے والا تھا قیامت تک۔ پس ہمارا عالم وہ ہے جو زیادہ حافظ ہے

پہلا جواب :- اوّلاً یہ روایت بابُ العقائد میں غیر مقبول ہے۔ اسلئے کہ خبر واحد ہے۔!

ثانیاً اس سے علم کلی کی نفی ہو رہی ہے جبکہ الی یوم القیامۃ کی قید موجود ہے

ثالثاً قدرۃ علی الغیب کا مسئلہ بھی ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ جو قادر علی الغیب ہو۔ اس کی معلومات محدود نہیں ہوتیں۔

رابعاً قیامت تک کے واقعات کا اجمالی طور پہ بیان کرنا ہمارے مسلک اہلسنت کے خلاف نہیں۔ جبکہ تفصیل کی تصریح روایت میں موجود نہیں ہے

پانچویں حدیث کا حل

ان الله زوى لى الارض فرأيت مشارق الارض ومغاربها۔!

(مشکوٰۃ شریف باب فضل سید المرسلین)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا۔ پس میں نے زمین کے مشارق اور مغارب دیکھ لئے۔

جواب ۱۔ یہ حدیث ہمارے مسلک کے قطعاً خلاف نہیں۔ اور اہل بدعت کے لئے مفید نہیں، کیونکہ انبیاء و اولیاء کو بطور اشہب الیاقت

آجاتا ہے جبکہ ان کی نگاہ مشرق و مغرب تک پہنچ جاتی ہے۔ جیساکہ
لی مع اللہ وقت کا مقتضیٰ ہے۔ لیکن اس کے لئے دوام و استمرار ضروری
نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کا واقعہ پیش نظر
رکھیئے۔ کہ پتہ چل گیا تو یوسف علیہ السلام کی خوشبو کا۔ اور نہ پتہ چلا تو کنویں
میں حضرت یوسف علیہ السلام کا۔
اسی طرح بتا دیا تو حضور نے دجال کے آنے اور اس کے پکڑے
جانے اور قتل ہونے کے متعلق باب لد علاقہ شام کا — اور نہ پتہ
چلا تو موجود میں سیدہ عائشہؓ کا ہار کا۔ اولیاء اولیاء امت میں سے
سیدنا فاروق اعظمؓ کو لے لیجئے۔ کہ پتہ چل گیا تو نہاوند کی فوج کا۔ اور
نہ پتہ چلا تو مسجد میں محراب کے قریب اپنے قاتل کا۔
بہر حال ہر وقت ہر چیز کو جاننا صرف خدا تعالیٰ کیلئے ہی خاص ہے

☆ چھٹی حدیث کا حل

لا تسألونی عن شیئٍ الا اخبرتکم ما دمت فی مقامی ھذا	جو کچھ تم پوچھو گے۔ میں تم کو جب تک اس مقام پر ہوں بتا تا رہوں گا

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب تھے۔

جواب :۔ ما دمت فی مقامی ھذا کے ترجمے کو اگر غور سے آپ دوبارہ پڑھیں گے تو یہ حقیقت آپ کے سامنے روز روشن سے زیادہ واضح ہو جائے گی۔ کہ حضور کا یہ دعویٰ ہر وقت کا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے پے در پے مسلسل طور پر اپنے اوپر وحی کو اترتے دیکھا۔ اور کشف کا دروازہ کھلا ہوا پایا۔ تو آپ نے

خدا تعالےٰ کی عنایت پر بھروسہ کر کے جوش میں آکر فرما دیا۔ اور حضور علیہ السلام کو یقین تھا کہ خدا تعالےٰ ان کو اس مقام پر شرمسار نہیں فرمائیں گے۔ اِس سے نہ دائمی طور پر اسی حالت وکیفیت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور نہ اس پر کوئی قرینہ موجود ہے۔

ورنہ اسی ذات پاک سے متعدد سوال کئے جاتے ہیں۔ اور آپ کھلے لفظوں میں فرما دیتے ہیں، کہ یہ غیب ہے۔ اور غیب خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ ملاحظہ فرمائیے براہین اہل السنت ص۱۹۔ اِس کے علاوہ تفسیر خازن ص۲۰ میں تصریح موجود ہے۔ کہ مابال اقوام طعنوا فی علمی یعنی کیا حالت ہے قوموں کی کہ میرے علم میں طعن کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سلونی کا جملہ حضرت نے طاعنین کے جواب میں فرمایا تھا۔

اہلبدعت کے دلائل پر طائرانہ نظر

جب آپ نے سمجھ لیا کہ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے۔ اور اس کی تائید میں آپ نے متعدد آیتیں، بیسیوں حدیثیں، چودہ سو سال کے محققین علماء کے مذاہب ملاحظہ فرمائے۔ تو آپ یقین کیجئے کہ ان کے مقابلہ میں تمام دلائل غیر مفید اور غیر مثبت للعقائد القطعیہ ہیں۔

علم قیامت کے بارے میں اہلبدعت کی دلیل

حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ قیامت عشرۂ محرم کے دن قائم ہوگی پس معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم حاصل تھا۔

جواب:۔ حدیث موضوع ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اپنی

کتاب ما ثبت بالکتاب والسنۃ میں تصریح کی ہے۔

وفیہ حبیب بن ابی حبیب وھو افک۔ !

اس کی سند میں ایک راوی ہے جسکا نام حبیب بن ابی حبیب ہے اور وہ جھوٹا کذاب دجال و قت ہے

پس موضوع روایت یقیناً نا قابلِ قبول رہے گی۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کا متعدد مقامات پر باطلاع خداوندی ہزاروں واقعات کی خبر دینا ہمارے مسلک کے قطعاً خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ وہ باطلاع وحی فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ :-

یوم خیبر حضرت علیؓ کو علم دینا۔ اور ان کو خوشخبری دینا۔ یا جنگ بدر سے پہلے کفار کے قتل کی خبر دینا۔ واقعی ہیں اور محلِ برصدق و یقین ہیں کوئی مسلمان ان کی صداقت میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کر سکتا۔

رہے علماء کی تصریحات اور اقوال، ان کو بھی بغور دیکھا جائے تو جوابات انہیں عبارتوں میں موجود ہیں۔ مثلاً :-

۱:- علامہ زرقانی شارح مواہب کی عبارت میں موجود ہے :-

اما اطلاعه علیه باعلام الله فمحقق

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ زرقانی علم غیب للانبیاء کے قائل نہیں بلکہ اطلاع علی الغیب کے قائل ہیں۔

۲:- قصیدہ بردہ کی شرح خرپوتی میں مصنفہ قاضی عیاض سے جو نقل کیا گیا ہے۔ اس میں اس قسم کے الفاظ موجود ہیں :-

خص الله تعالیٰ به بالاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین

اس میں بھی اطلاع کا لفظ موجود ہے۔ علم الغیب کا نہیں ہے۔ اگرچہ یہ عبارت حضور علیہ السلام کے ارشاد انتم اعلم با مور دنیاکم کے خلاف اور قابل رد ہے۔ لیکن تاہم اہل بدعت کا استدلال بالکل ناقص ہے۔

۱۳۔ ملا علی قاری نے حل العقدہ شرح قصیدہ بردہ میں بھی علم اللوح والقلم کو حضور کے علوم کا بعض بایں صورت قرار دیا ہے۔

ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات و الصفات وعلمہا یکون نہرًا من بحور علمہ و حرفًا من سطور علمہ!

بے شک آپ کے علوم منقسم ہوتے ہیں، ان کلیات جزئیات حقائق و معارف کی طرف جن کا تعلق ذات اور صفات کے ساتھ ہے اور ان کا علم قلم اور لوح کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے دریا کے مقابلہ میں نہر!

کہ حضرت کو علم ذات وصفات خداوندی کے معارف وحقائق کا ہے اور لوح وقلم اس سے خالی ہیں۔ اس میں علم غیب کا ذکر تک نہیں ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ یہ لوگ اس کو کس طرح اپنے لئے المطلوب دلیل لاتے ہیں۔

۱۴۔ امام بوصیری کے قصیدہ ام القریٰ کا شعر

وسع العالمین علمًا وحکمًا

بھی ہمارے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ وسعت علم اور چیز ہے۔ اور علم غیب اور چیز ہے۔

۱۵۔ شیخ سلیمان صاحب جمل کی اس شعر کی شرح میں فتوحات کی عبارت بھی خلاف نہیں۔ کیونکہ جو علم الاولین ہوگا وہ ماکان ہوگا۔

اور جو علم الآخرین ہوگا وہ مایکون ہوگا۔ لیکن افسوس کہ جمیع ماکان وما یکون کی تصریح یہاں بھی اہل بدعت کو نہ مل سکی۔

۱۶۔ صاحب مدارج کی یہ تصریح کہ ہو الاول والآخر کریہ حمدِ خدا بھی ہے، اور مدح مصطفٰے بھی ہے۔ بتاتی ہے کہ حضرت شیخ آیت کو اولاً بالذات حمد خدا کے سلسلے میں مانتے ہیں۔ بعدہٗ حضور کی مدح میں۔ اور ظاہر ہے کہ آیت میں ضمیر واحد کا ہے۔ اس آیت سے قبل حضور علیہ السلام کا ذکر نہیں تو حضرت شیخ مجازی طور پر حضرت کے حق میں اس کو آیت تصور فرمالیں، تو اور بات ہے۔ ورنہ خدا تعالٰے اس وقت کے اول ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ اور آخر اس لئے ہیں کہ وبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام دلائل قدرت کے لحاظ سے ظاہر اور غیر مدرک ہونے کے لحاظ سے باطن ہیں۔

قرآن پاک میں جہاں بھی وسعت علمی کے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی ہے تو وہ خدا تعالٰے کے متعلق ہے۔ جیسا کہ وسع کل شیئ علما سے عیاں ہے کیا عجب ہے کہ عیار لوگوں نے یہ عبارت اپنی طرف سے بنا کر کتاب میں ملادی ہو۔ ورنہ حضرت شیخ کی اور تصریحات کو اگر دیکھا جائے۔ تو وہ سراسر اس کے خلاف ہیں۔

تحقیق متعلق مسئلہ حاضر و ناظر

تنقیح مذاہب

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک چونکہ خدا تعالٰے علی کل شیئ شہید

ہے۔ اس لئے بے مثل طور پر اپنی شایان شان ہر جا موجود و حاضر ہے۔ اور
چونکہ واللہ بصیر بما تعملون ہے۔ اس لئے ہر چیز کیلئے ہر جا ناظر ہے
اہل بدعت کے نزدیک خدا تعالےٰ کو حاضر و ناظر کہنا بے ایمانی ہے
ان کے نزدیک ہر جا ہر وقت حاضر ناظر ہونا سرورِ کائنات مخبرِ موجودات
صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ پھر اہل بدعت کا آپس میں بھی اختلاف ہے
بعض اہل بدعت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسدِ عنصری ہر جا حاضر
و ناظر سمجھتے ہیں۔ لیکن جب یہ دلائل کے میدان میں پورے نہ اُتر سکے اور
اپنے دعوے کو دلائل قطعیہ سے ثابت نہ کر سکے تو انہوں نے یہ مذہب بنایا
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح پُر فتوح ہر جا موجود ہے۔
لیکن جب یہ لوگ بھی روح مبارک بکل شئی محیط ہونا ثابت نہ کر سکے
تو کہنا شروع کر دیا کہ نہ ہم جسم کے ہر جا حاضر و ناظر ہونے کے قائل ہیں۔ اور نہ
رُوح کے۔ بلکہ اُن کی رُوحانیت کو ہر جا حاضر و ناظر مانتے ہیں۔
نیز بعض کا قول یہ بھی ہے کہ حضرت کریم ؐ روضۂ اقدس میں تشریف
فرما ہیں اور وہیں سے ہر جگہ دیکھ رہے ہیں اور سُن رہے ہیں
بہرحال سچ پوچھئے تو آج تک یہ لوگ اپنے مسلک کو بھی متعین نہیں کر سکے

۱۔ واضح رہے کہ صفات خداوندی سے وہی مفہوم مراد لیا جائے گا جو
اس کے لئے ہی لائق ہے۔ نہ تو پروردگار کی ذات کو کسی پر قیاس
کیا جا سکتا ہے اور نہ اُن کی صفاتِ عالیہ کو۔ اس کا دیکھنا سُننا موجود ہونا
ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اس کی شان کے لئے لائق ہے۔ اس طریقے سے نہ استوا
علی العرش کا انکار لازم آتا ہے اور نہ وھو معکم اینما کنتم کا۔
حاضر و ناظر حقیقت میں دو مسئلے ہیں۔ کیونکہ لغتی لحاظ سے ان

دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے۔
یعنی ایک مادہ اجتماعی ہے اور دو مادے افتراقی ہیں۔ نہ ہر حاضر کیلئے
ناظر ہونا ضروری ہے۔ اور نہ ہر ناظر کے لئے حاضر ہونا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ
کسی مقام پر دونوں صفتیں موجود ہو جائیں

قابلِ غور چند قواعد و ضوابط

علی سبیل الاحاطہ ہر جا موجود ہونا کما یلیق بشانہ اُس کی صفت ہو سکتی ہے

۱:۔ جو بکلّ شیئ محیط ہو ، محاط نہ ہو۔

۲:۔ جو غیر محصور بین الحاصرین ہو ، محصور نہ ہو۔

۳:۔ جو غیر محدود بین الحدین ہو ، محدود نہ ہو۔

۴:۔ جو غیر متناہی ہو ، متناہی نہ ہو۔

۵:۔ جو قدیم ہو ، حادث نہ ہو۔

۶:۔ جس کی حقیقت غیر مدرک ہو ، مدرک نہ ہو

اور ظاہر ہے کہ ان صفتوں کا خدا تعالیٰ کے بغیر کسی میں پایا جانا
ناممکن ہے۔ حضور علیہ السلام صفت احاطہ سے موصوف تھے۔ کیونکہ
حضور علیہ السلام کی ولادت ہر ملک میں نہیں ہوئی۔ صرف ملک عرب میں
ہوئی ہے۔ پھر تمام ممالک عربیہ میں نہیں ہوئی ، صرف حجاز میں ہوئی ہے۔
پھر حجاز کے تمام شہروں میں نہیں ہوتی ، صرف مکہ معظمہ میں ہوئی ہے۔
پھر مکہ معظمہ کے ہر محلے میں نہیں ہوئی صرف محلہ قریش میں ہوئی ہے۔ پھر محلہ
قریش کے ہر قبیلہ میں نہیں ہوئی ، صرف قبیلہ بنی ہاشم میں ہوئی ہے پھر قبیلہ
بنی ہاشم کے ہر گھر میں نہیں ہوئی بلکہ صرف آمنہ خاتون کے دولت کدہ میں ہوئی

ہے۔ پھر مکان کے چاروں کونوں میں نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک مقام مقدس میں ہوئی ہے۔

پس جو ذات اس قدر محدود ہو۔ ان کو خدائے لایزال کی طرح ہر جگہ موجود اور حاضر و ناظر سمجھنا کہاں کا..... ہے۔

ترتیب عنوانات

پہلے قرآنی دلائل سے خدا تعالیٰ کا ہر جا موجود ہونا کما یلیق بشانہٖ ثابت کیا جائے گا۔ پھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اس صفت سے موصوف نہ ہونا ثابت کیا جائے گا۔ اس کے بعد چودہ سو سال کے معتمد علیہ علماء محققین کی تصریحات پیش کی جائیں گی۔

خدا تعالیٰ کے ہر جا موجود ہونے پر دلائل

پہلی دلیل

وھو بکل شیئ محیط ۔ | اور وہی خدا تعالیٰ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

طرزِ استدلال :۔ ہر چیز پر محیط ہونا اسی ذات کے لئے زیبا ہے۔ جو ہر آن، ہر جا بے خلل طور پر موجود ہو۔ اسی کا ہی علم اتم ہو گا۔ اور اسی کی شان ہی اکمل ہو گی۔ اور ظاہر ہے کہ ہر جا حاضر و ناظر ہونے کے لئے محیط ہونا ضروری ہے۔

دوسری دلیل

وما تعملون من عمل الا | اور تم جو عمل بھی کرتے ہو، ہم تم کو اہ

کنا شھودًا علیکم۔ !	ہوتے ہیں۔ !

طرزِ استدلال :۔ حصر کے ساتھ خدا تعالےٰ کا بیان فرمانا۔ اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ہر وقت حاضر ناظر ہونا صرف خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور بس۔!

تیسری دلیل

اذا سئالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوت الداع اذا دعان ۔ ! ۱۸۶/۲	جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو بلاشبہ میں قریب ہوں۔ ہر پکارنیوالے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔!

طرزِ استدلال :۔ صاحب دُعا کی درخواست ایک نہیں۔ بلکہ ایک منٹ میں کروڑ ہا متنفس بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوتے ہیں۔ سب کی دُعائیں سُننا۔ اور سب کو ان کی حیثیت کے مطابق جواب دینا بلاشبہ رب محیط کی صفتِ خاص ہے۔ جو ہر جا بے مثال طور پر حاضر ناظر ہے۔

چوتھی دلیل

الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموٰت وما فی الارض ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنیٰ من ذٰلک	کیا تو نہیں دیکھتا (اے مخاطب!) بلاشبہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں ہوتے تین سرگوشیاں کرنے والے مگر اللہ چوتھا ہوتا ہے ان کا۔ اور نہیں سرگوشیاں کرتے

ولا اکثر الا هو معهم این ما کانوا ثم ینبئهم بما عملوا یوم القیمة ان الله بکل شیء علیم (المجادلہ پ ۲۸) ع

پانچ سے گر چھٹا ان کا خدا تعالیٰ ہوتا ہے نہیں ہوتے اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے جہاں وہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ ان کو قیامت کے دن ان کے عملوں کی خبر دیگا۔ بلاشبہ اللہ سب چیزوں کے جاننے والا ہے

طرز استدلال :- تین سرگوشیاں کرنے والوں میں چوتھا خدا تعالیٰ کا موجود ہونا، اور پانچ افراد میں چھٹا رب قدوس کا ہونا نیز اُس کی معیت لازمہ اس کے حاضر ہونے پر اور قیامت کے دن مخلوق کے ہر عمل کی خبر دینا، اس کے ناظر ہونے پر صراحۃً دال ہے۔ فسبحان اللہ عما یشرکون۔

پانچویں دلیل

یوم یبعثهم الله جمیعا فینبئهم بما عملوا احصٰه الله ونسوه والله علی کل شیء شهید ۔ ۶ ۔ !
(المجادلہ)

قیامت کے دن خدا تعالیٰ اُن سب کو اٹھائے گا۔ پس اُن کو خبر دے گا۔ اُن عملوں کی جو کہ انہوں نے کئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو گن رکھا ہے۔ اور انہوں نے اس کو بھلا دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔

طرز استدلال :- حاضر و ناظر کے لئے ضروری ہے کہ اُسے ہر عمل کی خ

اور ہر چیز پر حاضر ہو۔ بلاشبہ مذکورہ آیت اس عنوان کی تشریح ہے۔

چھٹی دلیل

صرف قریب نہیں بلکہ شہ رگ سے بھی قریب تر ہے

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن اقرب الیه من حبل الورید۔! ۱۶	اور البتہ تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کے نفسانی وسوسوں کو جانتے ہیں۔ اور ہم اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔!

ساتویں دلیل

ہر جا اور ہر طرف موجود ہے

ولله المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجه الله ان الله واسع علیم۔ ! ۱۱۵ (پ ۱)	اور اللہ تعالٰے کے لئے مشرق و مغرب ہے۔ پس جدھر منہ کرو اُدھر خدا تعالٰے کی ذات موجود ہے بیشک اللہ تعالٰے فراخ علم والا ہے

آٹھویں دلیل

سب اعمال کو دیکھنا صرف خدا تعالٰی کی صفت ہے

اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ	نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور

وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ان اللہ بما تعملون بصیر ٥ ۱/۱۱۰ (پ ۱)

جو کچھ بھلائیوں میں سے تم قیامت کے دن کے لئے آگے بھیجوگے ۔ اُسے خداتعالیٰ کے ہاں پاؤگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ تمہارے عملوں کو دیکھنے والا ہے

نویں دلیل

فان اللہ سمیع علیم ۲۲۷ (پ ۲)

پس تحقیق اللہ ہر جا کی سننے اور جاننے والا ہے

طرز استدلال :- صرف سننا اور جاننا تو مخلوق کے صفات میں بھی موجود ہے۔ لیکن خالق سے جب اِن صفات کا تعلق ہوگا تو معنے یوں بنے گا کہ خداتعالیٰ ہر جگہ کی باتیں سنتے ہیں اور ہر بات کو جانتے ہیں ۔ اور یہی خالق ومخلوق کے درمیان امتیازی فرق ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر جا موجود اور حاضر وناظر ہونے پر دلائل یہ ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ زندگی کے تین دور ہیں :-

پہلا دور وہ ہے جبکہ ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح جسم اقدس میں جلوہ گر نہیں ہوئی تھی۔

دوسرا دور وہ ہے جبکہ حضور علیہ السلام نے ظاہر ہوکر غیر آباد دُنیا کو آباد کیا اور حضرت نے اپنے وجود باجود سے کائنات کو مستنیر ومستفیض فرمایا۔

تیسرا دور وہ ہے جبکہ حضرت نے صحابہ کرام کو داغ مفارقت دیکر عالم برزخ میں قدم رکھا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ ان تینوں دوروں میں حضور علیہ السلام کی ذات پاک

ہر جگہ موجود نہیں رہی۔

پہلے دور کے متعلق قرآنی تصریحات

پہلی دلیل

ذٰلک من انباء الغیب نوحیہ الیک وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم وما کنت لدیھم اذ یختصمون ۴۴ (پ۳ آل عمران)

یہ غیب کی خبروں میں سے ہم نے آپ کو بذریعہ وحی مطلع کیا ہے۔ اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جبکہ وہ قلموں کو ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون شخص سیدہ مریمؑ کی پرورش کرے اور آپ ان کے پاس اس وقت بھی موجود نہیں تھے جبکہ وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے

طرزِ استدلال :۔ جب قرآن مجید میں پروردگارِ عالم نے حضرت مریمؑ ان کی کفالت، اور ان کے کفیل حضرت زکریاؑ کے واقعات علیٰ سبیل التفصیل بیان فرمائے۔ اور وہی باتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو بتائیں، تو قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ کیا حضور علیہ السلام ان واقعات کے ظہور کے وقت وہاں موجود تھے؟

پس ربِ قدوس نے ان شبہات کو بایں الفاظ رد فرمایا، کہ یہ غیب کی خبریں ہم نے وحی کے ذریعہ آپ کو بتلائی ہیں، ورنہ آپ وہاں موجود نہ تھے ـــ خدا تعالیٰ نے یہ تصریح فرما کر حضور کے عالمِ روحانیت میں ہر جگہ موجود ہونے کی تردید فرما دی۔

جوابِ شبہ

بعض جاہلین کرام اِس آیت کا ترجمہ یُوں کرتے ہیں، کہ حضورؐ کا وجودؐ وہاں موجود نہیں تھا، البتہ رُوح وہاں موجُود تھی ــــ!

حالانکہ وجُود کے موجود ہونے کا وہاں سَوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ حضورؐ کا وجودِ مسعُود ابھی تک معرضِ وجود میں آیا ہی نہیں تھا۔ چونکہ اسوقت حضورؐ کی ذات صرف رُوح بلاجسم تھی۔ اس لئے آیت کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ آپ کی رُوح وہاں موجود نہیں تھی۔

دُوسری دَلیل

وماکنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسی الامر وما کنت من الشٰھدین (القصص)	اے محمد مصطفےٰؐ! آپ کوہ طُور کے مغرب کی طرف موجُود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنایا۔ اور نہ آپ وہاں شاہدین سے تھے۔!

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت طُور کے قریب خدا تعالےٰ کے عنایاتِ خاصہ سے سرفراز ہو رہے تھے، ہوسکتا تھا کہ بعض لوگ یہ شبہ کرتے کہ حضور علیہ السلام کی رُوح پُرفتوح وہاں بھی موجُود تھی۔ اِس شُبہ کی تردید میں ربّ کائنات نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ سلم! آپ وہاں طُور کے قریب بھی موجود نہیں تھے

تیسری دلیل

ذٰلک من انباء الغیب	یہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔

اور آپ اُنکے پاس موجود نہیں تھے جبکہ وہ اپنی بات طے کر رہے تھے اور اپنی تجویزیں کر رہے تھے۔!	وماکنت لدیھم اذ اجمعوا امرھم وھم یمکرون پ۱۲ (یوسف)

طرزِ استدلال:۔ یوسف علیہ السلام کا واقعہ باقی انبیاء علیہم السلام کے واقعات سے قرآن پاک میں یکجا کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور ایسے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ سننے والا یہ کہہ سکتا تھا کہ شاید حضور علیہ السلام کی رُوح وہاں موجود ہوگی پس اسلئے خداتعالےٰ نے حضور علیہ السلام کو خطاب فرماکر اس مسئلے کو واضح کردیا کہ یہ غیب کی خبریں ہم نے آپ کو بذریعہ وحی بتلائی ہیں ورنہ آپ تو وہاں تھے ہی نہیں۔

دُوسرا دور اور دَلائِل!

چوتھی دلیل

ما انت علیھم بحفیظ! — آپ اُن پر نگہبان نہیں ہیں۔!

طرزِ استدلال:۔ نگہبانی وہ کرسکتا ہے جو حاضر بھی ہو، اور ناظر بھی ہو۔ پس خداتعالےٰ نے اس صفت کی حضورؐ سے نفی فرماکر عقیدۂ توحید کی بھی تائید فرمادی۔ اور جس رنگ میں بات سمجھانی تھی، سمجھا دی۔ کہ جس طرح عالم روحانیہ میں حضورؐ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں تھے۔ اسی طرح جسمانی لحاظ سے بھی حاضر ناظر نہیں ہیں

پانچویں دلیل

اپنی آوازوں کو نبی کریمؐ کی آواز	لا ترفعوا اصواتکم فوق

صوت النبی - !	پر بلند نہ کرو - !

طرز استدلال :- اگر حضرت کریم ہر جگہ موجود ہوتے تو مسلمانوں کے لئے زور سے بولنا نا روا بلکہ حبط اعمال کا باعث بنتا۔

چھٹی دلیل

وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم - !	اور تمہارے اردگرد بستیوں میں منافق ہیں۔ اور بالخصوص مدینہ میں سرکش منافق ہیں اے محمد مصطفےٰ آپ اُن کو نہیں جانتے ہم اُن کو جانتے ہیں۔

طرز استدلال :- یہ آیہ صراحۃً بتلا رہی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام ہر مقام پر حاضر ناظر نہیں تھے۔ اگر ہوتے تو اُن منافقین کا حضرت کریم کو ضرور علم ہوتا۔

ساتویں دلیل

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا انہ ھو السمیع البصیر - ! (پ ۱۵)	شریکوں سے پاک ہے خدا تعالیٰ کی ذات جس نے اپنے پیارے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے ارد گرد ہم نے برکت نازل فرمائی ہے تاکہ ہم سرمدی کائنات کے اپنے بعض دلائل قدرت دکھائیں - بے شک اللہ برکات کا سننے والا اور ہر چیز دیکھنے والا ہے - !

طرزِ استدلال:- اس آیت مقدسہ میں قدرے معراج کے واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے۔ ابتداء میں دو لفظ قابلِ غور ہیں:- ۱۔ اَسْرٰی ۲۔ لِنُرِیَهٗ
سَیر کے لئے ضروری ہے کہ نقل مکانی ہو۔ اور اراءۃ کے لئے ضروری ہے کہ ایسی چیز دکھائی جائے جو پہلے سے نہ دیکھ چکے ہوں۔ یا نہ دیکھ سکے ہوں۔

پس پروردگارِ عالم نے اَسْرٰی سے سرورِ کائنات کے ہر جا حاضر ہونے کی نفی فرمائی اور لِنُرِیَهٗ سے ہر جا ناظر ہونے کی۔ اور اپنی ذات کے متعلق تصریح فرمادی کہ یہ شان خدا تعالٰے کے لئے خاص ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ یعنی ہر ایک کی آواز و پکار سننا اور ہر چیز کو ہر وقت دیکھنا خدا تعالٰے کے لئے خاص ہے ویسے معراج کے واقعات کے لئے ملاحظہ ہو میری تصنیف منہاج التبلیغ حصہ اول۔

آٹھویں دلیل

۱۔ جملہ صحابہ کرامؓ نیز حضرت ابوہریرہؓ کا مذہب

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ تو جماعت میں ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ پس حضورؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے اور واپس آنے میں دیر ہو گئی۔ ہمیں حضرت کی جان کا خطرہ محسوس ہوا۔ اور ہم	عن ابی هریرة قال کنا قعوداً حول رسول الله صلی الله علیه وسلم ومعنا ابوبکر وعمر رضی الله عنهما فی نفر فقام رسول الله صلی الله علیه وسلم من بین اظهرنا فابطأ علینا و خشینا ان یقتطع دوننا

ففزعنا فقمنا فكنت أول من
فزع فخرجت أبتغي رسول الله صلى
الله عليه وسلم حتى أتيت حائطا
للأنصار لبني النجار فدرت به هل
أجد له بابا فلم أجد فإذا ربيع
يدخل في جوف حائط من بئر
خارجة قال فاحتفزت
فدخلت على رسول الله صلى
الله عليه وسلم فقال أبو
هريرة قلت نعم يا رسول الله
قال ما شأنك قلت كنت
بين أظهرنا فقمت فأبطأت
علينا فخشينا أن تقتطع دوننا
ففزعنا فكنت أول من فزع
فأتيت هذا الحائط فاحتفزت
وهؤلاء الناس ورائي۔!
(مشکوٰۃ شریف ج۱ ص ۱۵)

گھبرا گئے پس ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔
سب سے پہلے گھبراہٹ مجھ لاحق
ہوئی۔ پس میں حضرتؐ کی تلاش کیلئے
نکلا تو بنی نجار کے باغ کے پاس آیا۔
دروازہ تلاش کرنے کے لئے باغ
کے ارد گرد گھوما۔ دروازہ تو نہ ملا البتہ
تھوڑی سی جگہ مل گئی۔ جہاں کنویں کا
پانی باغ میں جا رہا تھا، تو میں سکڑ کر اندر
چلا گیا۔ اور حضورؐ کے ہاں جا پہنچا۔ آپؐ
نے فرمایا "ابوہریرہ!" میں نے عرض کیا
"ہاں یا رسول اللہ" فرمایا "کیا حال ہے؟"
میں نے سارا ماجرا بیان کیا کہ آپؐ
تشریف لے آئے، دیر لگائی، ہم
گھبرا گئے، ہمیں آپ کی جان کی فکر پڑ گئی
پس میں اس طریقے سے خدمت میں حاضر
ہوا ہوں۔ اور دیکھئے یہ لوگ میرے
پیچھے ہیں۔!

طرز استدلال:- مذکورہ بالا حدیث سے حسب ذیل امور معلوم ہوتے ہیں
۱۔ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ ارشاد کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارد گرد بیٹھے
ہوئے تھے، اس امر کی تصریح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام درمیان میں
تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام ارد گرد حلقہ زن تھے۔ اگر حضور علیہ السلام

ہر طرف، ہر جا حاضر و ناظر ہوتے۔ تو آپ جس طرح درمیان میں جلوہ آرا رہتے اسی طرح صحابہ کرامؓ کے پیچھے بھی موجود ہوتے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ کا یہ ارشاد واقع کے مطابق نہ ہوتا۔ معاذ اللہ!

(۲) حضرت رسالتمآبؐ کا صحابہ کرامؓ سے جدا ہونا، تشریف لے جانا اور صحابہ کرامؓ کا گھبرا جانا۔ نیز ان کا حضورؐ کی تلاش میں مضطرب پھرنا، اس امر کی دلیل ہے کہ جمیع صحابہ کرامؓ حضور علیہ السلام کو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں سمجھتے تھے ورنہ حضورؐ کا جانا، دیر لگانا، واپس نہ آنا، ان کا تلاش کرنا، باغ کے ارد گرد گھومنا، صرف ایک تنگ راستہ کا ملنا، حضرت ابوہریرہؓ کا حضورؐ کو باغ کے اندر پالینا۔ پھر اس کیفیت کا بالتفصیل بیان کرنا، اور حضرتؐ کا یہ نہ فرمانا کہ گھبراہٹ کیسی؟ میں تو تمہاری مجلس میں موجود تھا، بتلاتے ہیں کہ نہ تو اپنے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق حضورؐ کا عقیدہ تھا اور نہ صحابہ کرامؓ کا۔!

نویں دلیل

حضرت معاذ بن جبلؓ صحابی رسولؐ کا مذہب

عن معاذ قال کنت ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی حمار لیس بینی وبینہ الا مؤخرۃ الرحل۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۱)

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں، کہ میں گدھے پر حضورؐ کے بالکل پیچھے سوار تھا۔ میرے اور حضورؐ کے درمیان صرف اس لکڑی کا فاصلہ تھا جو کہ سواری پر ہوا کرتی ہے۔!

طرز استدلال۔ حضرت معاذؓ کا حضور علیہ السلام کے پیچھے بیٹھ کر اپنے

کو ردیف کہنا اس امر کی تصریح ہے کہ حضرت معاذؓ کا یہ عقیدہ تھا، کہ حضور علیہ السلام صرف یہاں تشریف فرما ہیں ، نہ تو حضور علیہ السلام حضرت معاذؓ کے پیچھے رونق افروز ہیں اور نہ دائیں بائیں .

کیونکہ اگر حضرتؐ کو پیچھے تسلیم کر لیا جائے تو حضرت معاذ ردیف نہیں رہتے بلکہ ردیف حضور کی ذات کو ماننا پڑے گا . اور اگر دائیں یا بائیں تسلیم کر لیا جائے تو سرے سے ردیف ہونے کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے

دسویں دلیل

عنه قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم ثم اقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل يا رسول الله كان هذه موعظة مودع فاوصنا فقال اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة (مشكوٰة ج ۱ ص ۲۹)

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی اور ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے . پھر ہمیں ایسا وعظ فرمایا کہ ہم رو پڑے اور دیکھا یک ہمارے دلوں میں خدا کا خوف پیدا ہو گیا . پس ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ! آپ نے ایسا وعظ فرمایا ، جیسا کہ جدا کرنے والا ، جدا ہو جانے والا وعظ کرتا ہے اگر ایسا ہے تو ہمیں وصیت فرمائیے . پس آپ نے فرمایا ، میں تمہیں خوف خدا اور دین کی باتیں سننے اور عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں !

طرزِ استدلال :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلیغانہ وعظ کے بعد ایک صحابی کا تاثر ظاہر کرنا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیں چھوڑ رہے ہیں اور آخری وعظ فرما رہے ہیں۔ اور وصیت کی درخواست کرنا اور حضرت کریم کا وصیتیں کرنا بتاتا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر جا حاضر ناظر نہ تھے اور نہ یہ عقیدہ صحابہ کرام کے عقائد میں داخل تھا ورنہ موعظۃ مودع کا لفظ نہ صحابہ کرام استعمال کر سکتے تھے اور نہ حضور علیہ السلام ایسے لفظ کو برداشت کر سکتے تھے۔

گیارھویں دلیل

عن انسؓ بن مالك ان ابا بکر الصدیق قال نظرت الی اقدام المشرکین علی رؤسنا ونحن فی الغار، فقلت یا رسول اللہ! لو ان احدھم نظر الی قدمه ابصرنا فقال یا ابا بکر! ما ظنك باثنین، اللہ ثالثھما۔!	حضرت انسؓ فرماتے ہیں، کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا، میں نے شبِ ہجرت غار میں مشرکین کے قدموں کو دیکھا کہ وہ ہمارے اوپر تھے، تو میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ اگر مشرکین میں سے کوئی ایک اپنے قدم کیطرف دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ پس آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! تیرا کیا خیال ہے اُن دو کے متعلق، جن کا تیسرا خدا ہو۔!

طرزِ استدلال :- ظاہر ہے کہ حضور تنہا اور صرف غار کے اندر محدود تھے۔ نہ غار کے باہر تھے اور نہ مکہ و مدینہ میں۔ وہ شاہدِ ہجرت کا مفہوم

صحیح رہتا ہے اور نہ صدیق اکبرؓ کا یہ ارشاد صحیح رہتا ہے کہ اگر کفار دشمنوں میں سے کوئی شخص اپنے قدم کی طرف دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ نیز حضرت نے خدا تعالیٰ کے ہر جا علی سبیل الاحاطہ حاضر و ناظر ہونے کی تصریح بھی فرمادی کہ خدا تعالیٰ یہاں بھی ہمارے ساتھ ہے۔

بارہویں دلیل

ثم اتیت بدابة دون البغل و فوق الحمار ابیض یقال له البراق یضع خطوه عند اقصی طرفه فحملت علیه فانطلق بی جبریل حتی اتی السماء الدنیا فاستفتح قیل من هذا قال جبریل قیل ومن معک قال محمد (مشکوٰۃ ص ۵۲۶)

پھر میرے پاس براق لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ اور گدھے سے بڑا تھا۔ رنگ اس کا بہت سفید تھا۔ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں وہ قدم رکھ سکتا تھا پس مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ پس جبریل مجھے آسمان دنیا تک لے گیا۔ دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ کون ہے؟ کہا جبریل ہوں، کہا گیا، تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں!

طرز استدلال:۔ جب براق پر سوار ہوئے تو براق پر ہی تشریف فرما تھے نہ نیچے زمین پر تھے اور نہ اپنے دولت کدہ میں۔ پھر اسی طرح جب آسمان کے دروازے پر پہنچے تو وہاں ہی تھے، فرش پر نہیں تھے جب ساتوں آسمانوں کے پار پہنچے تو آپ آسمانوں پر نہیں تھے۔ نیز وہاں بعد از فراغ

زمین پر اس لئے تشریف لائے کہ زمین سے جدا ہو گئے تھے۔ پس اگر حضور علیہ السلام کو ہر جگہ حاضر ناظر مانا جائے تو معراج کا واقعہ قابلِ تسلیم ہی نہیں رہتا۔

تیرھویں دلیل

عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ مکث بالمدینۃ تسع سنین لم یحج ثم اذن فی الناس بالحج فی العاشرۃ (مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۲۲۴)	حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نو سال گذارے آپ حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف نہ لے گئے۔ پھر آپ نے ہجرت کے دسویں سال لوگوں میں حج کا اعلان کیا!

طرزِ استدلال:۔ مدینہ منورہ میں نو برس رہنا اور حج بیت اللہ نہ کرنا اس امر پر صاف دلالت کر رہا ہے کہ آپ ان ایام میں مدینہ اور صرف مدینہ میں رہے ورنہ مکہ معظمہ میں بھی ہوں اور وہاں حج بھی ادا نہ فرمائیں، بعید از عقل و قیاس ہے۔

چودھویں دلیل

عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر دفن لیلا۔ فقال متی دفن ھذا قالوا البارحۃ	ابن عباسؓ فرماتے ہیں بحقیق حضرت صلی اللہ علیہ ایک ایسی قبر کے پاس سے گزرے جسے رات کو دفن کیا گیا آپ نے دریافت فرمایا یہ کب دفن کیا گیا ہے۔ عرض کرنے لگے گذشتہ

قال افلا اذ نتمونی قالوا دفناہ فی ظلمۃ اللیل فکرھنا ان نوقظك فقام فصففنا خلفہٗ فصلی علیہ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ۱۴۵!)

مات دفن کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی صحابہؓ نے عرض کی۔ ہم نے اسے اندھیری رات میں دفن کر دیا ہے ہم نے آپ کا جگانا مناسب نہ سمجھا پس حضورؐ کھڑے ہوئے۔ ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور جنازہ ادا کیا۔!

طرزِ استدلال:۔ حاضر و ناظر! اور یہ سوال کہ کب دفن کیا گیا؛ مجھے آپ نے اطلاع کیوں نہیں دی۔ صحابہ کرام کا اعتذار کرنا، حضرتؐ کا صفوں کے آگے اور صرف آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھانا — ارباب اہل بصیرت کے لئے قابل غور ہے۔

پندرھویں دلیل

عن ابی ھریرۃ ان امرأۃ سوداء کانت تقم المسجد او شاب ففقدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسال عنھا او عنہ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ یا ایک نوجوان جھاڑو دیا کرتا تھا۔ پس ایک دن حضرتؐ نے اسے نہ پایا تو اس کے متعلق دریافت فرمایا صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا حضرت وہ جھاڑو دینے والا مات کو فوت

فقالوا مات قال افلا کنتم آذنتمونی.... فقال دلونی علی قبرہ فدلوہ فصلی علیہ (مشکوٰۃ شریف ص۱۴۵)

ہو گیا ہے۔ پس آپ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی .... چلو اور مجھے اس کی قبر دکھاؤ پس حضرت نے اس کی قبر پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔

طرزِ استدلال:۔ اگر حاضر و ناظر تھے تو جھاڑو دینے والے کو نہ پانا اور دریافت کرنا، کیوں؟ پھر قبر کے متعلق پوچھنا، اور عدمِ اطلاع پر اظہارِ تاسف فرمانا اور صحابہ کرام کو قبر بتانے کے لئے ساتھ لے جانا۔ چہ معنی دارد۔!

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ کا بیان

سولھویں دلیل

انقطع عقد لی فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی التماسہ واقام الناس۔! (بخاری ص۴۸ ج۱)

میرا ہار گم ہو گیا۔ پس حضرت کریم بھی ہار کی تلاش کے لئے رُک گئے۔ اور لوگ بھی وہاں رُک گئے!

(ف) اس روایت سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہؓ کا ہار گم ہوا اور اس کی تلاش کے لئے حضورؐ بھی ٹھہر گئے اور صحابہ کرام بھی۔! اس کے بعد ابو داؤد ص۴۵ ج۱ کی روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسید بن حضیر واناسا معہ فی طلب قلادۃ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسید بن حضیرؓ اور لوگوں کو ہار کی تلاش کے لئے بھیجا جسے حضرت عائشہؓ نے

اضلتھا عائشۃ ! گم کیا تھا۔ !

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام جس مقصد کے لئے رک گئے تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے حضرت کریمؐ نے چند معزز صحابہ کو بھی بھیجا تاکہ جا کر ہار کو تلاش کریں۔ جب وہ حضرات ہار کی تلاش میں کامیاب نہ ہوئے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کار وہ ہار مل بھی گیا یا نہ ___؟ سو اس کا جواب بخاری شریف ج ۱ ص ۴۸، موطا امام مالک ص ۱۹، نسائی ج ۱ ص ۲۳ میں ملاحظہ فرمایئے۔

فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فاصبنا العقد تحتہ ۔ !	پس ہم نے اس اونٹ کو جس پر میں سوار تھی، اٹھایا، تو ہم نے ہار کو اس کے نیچے پایا۔ !

طرزِ استدلال :- یہ تینوں عبارتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں جہاں اس سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب نہ ہونے پر استدلال قائم کیا جا سکتا ہے، وہاں یہ بات بھی روز روشن کی زیادہ واضح معلوم ہو رہی ہے کہ اگر سرورِ کائنات فخرِ دو عالم ہر مقام پر ناظر ہوتے تو نہ صحابہ کرام کو تلاش کے لئے بھیجتے اور نہ اسقدر تشویش لاحق ہوتی ___! خیال تو فرمایئے کہ ہار اونٹ کے نیچے پڑا ہے اور تلاش کے لئے لوگوں کو تنگ رہے ہیں اور مقامات پر تسلیم کر لیا جائے کہ ہر جا ہر وقت لا محالہ میں حاضر و ناظر بغیر خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہے۔

ستر ھویں دلیل

عن عائشۃ قالت	حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے

فقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فاذا ھو بالبقیع (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۴)

گم کیا۔ اور بستر پر ایک رات حضور کو نہ پایا۔ پس وہ ناگہاں جنت البقیع تشریف لے گئے تھے۔

طرز استدلال:۔ رات کے وقت سیدہ عائشہ کے بستر سے حضرت کا تشریف لے جانا اور حضرت عائشہ رض کا حضور علیہ السلام کو گم کرنا اور بستر پر نہ پانا، یہ سب باتیں دلالت کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام جب بستر پر تھے تو جنت البقیع میں نہیں تھے۔ اور جب جنت البقیع میں تشریف لے گئے تو بستر پر نہیں تھے۔ ورنہ اگر حضور پاک ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو پھر نہ تو سیدہ عائشہ صدیقہ رض گھبرائیں۔ ورنہ فقدت کے جملے سے تعبیر فرمائیں۔

اٹھارھویں دلیل

ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یخرج اقرع بین ازواجہ فایتھن خرج سھمھا خرج بھا رسول اللہ معہ قالت عائشۃ فاقرع بیننا فی غزوۃ غزاھا فخرج سھمی فخرجت مع رسول

حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں، کہ حضرت کریم جب سفر کا ارادہ فرماتے تھے، تو اپنی ازواج میں سفر کے لئے قرعہ ڈالتے تھے۔ پس جس کا قرعہ نکلتا تھا، وہ ساتھ جاتی تھی پس ایک جنگ میں میرا قرعہ نکلا۔ پس میں حضرت کے ساتھ گئی آیت پردہ نازل ہونے کے بعد جب حضور

الله صلی الله علیه وآله وسلم
بعد ما نزل الحجاب فانا احمل
فی هودجی وانزل فیه فسرنا
حتی اذا فرغ رسول الله صلی
الله علیه وسلم من غزوته تلك
ودنونا من المدینة قافلین آذن
لیلة بالرحیل فقمت حین اذنوا
بالرحیل فمشیت حتی جاوزت
الجیش فلما قضیت شانی اقبلت الی
رحلی فاذا عقد لی من جزع ظفار
قد انقطع فالتمست عقدی۔۔۔۔
۔۔۔۔ واقبل الرهط الذین کانوا
یرحلون لی فاحتملوا هودجی
فرحلوه علی بعیری الذی کنت
ارکب وهم یحسبون انی فیه و
کان النساء اذ ذاك خفافا لم
یثقلهن اللحم انما تاکل العلقة من الطعام
فلم یستنکر القوم خفة الهودج حین
رفعوه وکنت جاریة حدیثة
السن فبعثوا الجمل وساروا فوجدت
عقدی بعد ما استمر الجیش

اس جنگ سے فارغ ہوئے اور
ہم مدینہ کے قریب کی منزل میں
آئے تو حضورؐ نے کوچ کا اعلان
فرمایا۔ پس میں اٹھ کر باہر گئی۔ حتی کہ
لشکر سے باہر چلی گئی۔ جب میں
نے فراغت حاصل کر لی تو واپس
آنے لگی۔ ناگہاں میرا ہار ٹوٹ گیا
میں اس کی تلاش میں رک گئی۔ اور
ادھر قافلہ چل پڑا۔ میرا کجاوہ انہوں
نے میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ اور
ان کو پتہ اس لئے نہ چلا، اس لئے
کہ بہت قلیل غذا کی وجہ سے ہمارا
بوجھ اتنا نہ ہوتا، ویسے اوپر سے
پردہ بھی تھا۔ اور میری عمر اس وقت
تھوڑی تھی۔ وہ تو میرا اونٹ
لے کر چلے گئے۔ جب میں نے
اپنا ہار پا لیا۔ تو میں لشکرگاہ میں واپس
آئی۔ وہاں نہ تو کوئی آواز دینے
والا تھا۔ اور نہ جواب دینے
والا ــــ!

بغضب منازلہم ولیس بھا داع ولا مجیب ۱(بخاری شریف ج۲ ص۱۹ کتاب التفسیر

طرز استدلال :- سیدہ عائشہ رض اور حضور پرنور کے خصوصی تعلقات کو سامنے رکھئے اور پھر اس واقعہ کو پڑھیئے۔ نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام سیدہ کو اکیلا چھوڑ گئے تھے۔ اور یہاں موجود نہیں تھے۔ تب تو غمگین ہونا پڑا۔ ورنہ ان کو حزن وملال لاحق ہی نہ ہوتا۔ جب وہ سمجھتی تھیں کہ حضور تو میرے پاس موجود ہیں۔ نیز حضور اگر ظاہر و باطن موجود ہوتے تو فرما دیتے کہ سیدہ ہودج میں نہیں ہے۔ اس کو آنے دو۔ نیز اس سے علم غیب کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

انیسویں دلیل

۳۱ عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ کیف تعرف من لم تر من امتک؟ قال غر محجلون من آثار الطہور (کنز العمال ص [illegible])

حضرت ابوامامہ رض سے روایت ہے فرمایا حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا وضو کے آثار کی وجہ سے ہاتھ پاؤں منور ہوں گے۔

(ف) صحابہ کرام کا اگر حضور کے حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ ہوتا تو سرے سے یہ سوال ہی نہ کرتے۔

بیسویں دلیل

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... وددت انا قد رأینا

حضرت نے فرمایا میں دوست رکھتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں

اخواننا قالوا اولسنا اخوانك
یا رسول الله؟ قال انتم اصحابی
و اخواننا الذین لم یاتوا بعد
(کنز العمال ج ۲ ص ۲۰۳) (مسلم شریف
باب اطالة الغرة والتحجیل فی الوضوء)

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ کیا ہم جناب
کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا
تم تو میرے ساتھی ہو۔ میرے بھائی
وہ ہیں جو ان دیکھے مجھے مانیں گے اور
ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے۔

ان دونوں حدیثوں کو غور سے پڑھئے اور ان سے اپنے مسلک
کے لئے دلائل استنباط کیجئے۔

مسئلہ حاضر و ناظر

کے متعلق

حضور علیہ السلام کا تیسرا دور!

اور

چودہ سو سال کے فقہاء اور امت نبویہ کے محققین علماء کا مذہب

یقین کیجئے کہ جو دلائل و براہین ماسوی اللہ سے علم غیب کی نفی کے سلسلے میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ وہ سب کے سب حاضر و ناظر کی نفی کے سلسلے میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کا علم اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتا، جب تک انسان اُسے دیکھ نہ لے یا سُن نہ لے اور یا اس کو کوئی اور آکر نہ بتلائے۔ پس علم غیب کی نفی سے یہ لازم آئیگا کہ جن سے علم غیب کی نفی کی جا رہی ہے، یہ وہاں حاضر و ناظر نہیں تھے۔ ہاں اگر کسی نے اسے اطلاع دی ہے تو اسے علم غیب کوئی بھی کہنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ورنہ اطلاع علی المغیبات تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے کروڑوں لوگوں کو ہو چکی ہے۔ کیا اہل بدعت کے نزدیک اس قسم کے سب لوگ عالم الغیب ہیں۔

ایفائے عہد کے پیش نظر مزید دلائل کا اضافہ

اس قسم کے مسائل کے اثبات کے سلسلہ میں صرف ایک آیت پر بھی اگر اکتفا کر لیا جاتا تو بحث ختم ہو جاتی۔ مگر چونکہ ہم کتاب کے اول ہی

وعدہ کر چکے ہیں کہ قطعی عقائد کو ثابت کرنے کے لئے ہم چودہ سو سال کے محققین کے مذاہب تائیدی طور پر پیش کریں گے۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ مسئلہ عہدِ حاضر کے علماء کی اختراع نہیں ہے۔ بلکہ چودہ سو سال کے علماء کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ اس لئے اب ہم چودہ سو سال کے محققین فقہاء کرام کے فتوے پیش کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے مذاہب تو ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہی مذہب تابعین کا تھا۔ اور یہی مذہب تبع تابعین کا ــــــ!

تیسری صدی تک تو ہمیں اس سلسلے میں تصریحات پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مذہبی لحاظ سے اس زمانہ میں ذرہ برابر بھی اختلاف نہیں تھا۔ اگر کوئی اختلاف تھا تو فروعی مسائل میں۔ اور وہ اختلاف بھی دیانتدارانہ حیثیت سے۔ یہ ضد و بغض اور تعصب و بے جا حسد، اسی دور کی پیداوار ہے۔ اس لئے ہم چوتھی صدی کے علماء سے چودھویں صدی تک کے علماء کی تصریحات پیش کرتے ہیں۔

چوتھی، پانچویں صدی کے عالم ✓

عبدالرشید ابوالفتح ظہیر الدین الولواجی الحنفی المتوفی سنہ ۵۴۰ھ کا مذہب دفتوے

تزوج امرأة ولم یحضر شاهد فقال تزوجتك بشهادة الله ورسوله یکفر لانه یعتقد بان	کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور وہاں گواہ موجود نہیں تھے پس کہا میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا ہے اور گواہ خدا اور اس کے رسول

النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیعلم الغیب اذ لا شھادۃ لمن لا علم له ومن اعتقد ھذا فقد کفر (بحوالہ فتاویٰ لا لبیہ باب النکاح)

مقتول کو بنایا ہے۔ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد رکھا ہے کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب ہیں۔ کیونکہ جسے علم نہ ہو اس کی گواہی نہیں ہوتی

طرز استدلال:- حضور علیہ السلام کو گواہ ماننے سے لازم آئے گا کہ یا تو ناکح حضور علیہ السلام کو یہاں حاضر و ناظر سمجھتا ہے اور یا حضرت کریمؐ کو تو روضۂ اقدس میں سمجھتا ہے۔ لیکن عقیدہ یہ رکھتا ہے کہ حضورؐ کو علم غیب حاصل ہے۔ لہٰذا حنفیوں کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ ایسے شخص کا نہ تو نکاح صحیح ہوگا۔ اور نہ اس کا ایمان باقی رہیگا۔

پانچویں چھٹی صدی کے مشہور حنفی امام اجل حسن بن منصور معروف قاضی خان حنفی کا مذہب و فتویٰ

رجل تزوج امراۃ بغیر شھود فقال الرجل للمرادۃ خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب (فتاویٰ قاضی خان ۳۴ مطبوعہ نولکشور)

کسی مرد نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ پس عورت سے کہا کہ خدا اور پیغمبر کو گواہ کرتے ہیں۔ فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ ناکح اور منکوحہ نے یہ اعتقاد رکھا ہے کہ حضورؐ علیہ السلام غیب جانتے ہیں۔

اسی طرح ان دو صدیوں کے فقہاء میں سے علی بن ابوبکر الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ نے اپنی کتاب مسمیٰ تجنیس ص ۱۲ میں اور علامہ طاہر بن احمد الحنفی متوفی ۵۴۲ھ

نے خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۳۵۴ میں ۔۔ اور امام عبدالرحیم حنفی المتوفی سنہ ۵۹۱ھ فصول عمادیہ میں مسئلہ اس قسم کا فتویٰ دیا ہے۔

ساتویں صدی کے محقق عالم

علامہ عضدالدین عبدالرحمٰن ابن احمد الحنفی المتوفی سنہ ۷۵۶ھ نے اپنی کتاب مواقف میں بھی اسی مسلک کی تائید فرمائی۔

آٹھویں اور نویں صدی کے عالم

ابوحنیفہ ثانی علامہ زین العابدین بن نجیم مصری حنفی مصنف البحرالرائق کا مذہب

وفی الخانیۃ والخلاصۃ لو تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ لا ینعقد لانہ اعتقد ان النبی یعلم الغیب!

(بحرالرائق ج ۳ ص ۸۸)

خانیہ اور خلاصہ ان دونوں میں لکھا ہوا ہے کہ کوئی شخص اگر خدا تعالےٰ اور رسولؐ خدا کو گواہ بناتا ہے۔ تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کا اعتقاد ہے کہ حضور عالم الغیب ہیں۔

دسویں گیارھویں صدی کا متفقہ فتویٰ، جسے پانچسو حنفی علماء نے مرتب کیا

تزوج رجل امرأۃ ولم یحضر الشہود وقال خدائے را و رسول را گواہ کردم وقال خدائے را و فرشتگان را!

ایک جوان نے ایک عورت سے نکاح کیا لیکن گواہ حاضر نہیں ہوئے تو اس نے کہا میں نے خدا اور رسول خدا کو گواہ بنالیا ہے یا فرشتوں کو گواہ کیا

گواہ کردم یکفر ولو قال فرشتہ دست راست را گواہ کردم و فرشتہ دست چپ را گواہ کردم لا یکفر -! (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۲۸)	ہے، کافر ہو جائے گا۔ اور اگر کہے کہ دائیں بائیں طرف والے فرشتوں کو گواہ بنایا ہے ــــ تو کافر نہیں ہوگا ــ۔

(ف) حضرت کریم کے متعلق چونکہ عالم الغیب اور حاضر ناظر ہونے کا اعتقاد بنالیا، اس لئے کافر ہو گیا۔ اور جمیع ملائکہ کو حاضر و ناظر سمجھ کر بھی بنا رہیں کافر ہوگا۔ ہاں اگر دائیں بائیں رہنے والے فرشتوں کا تعین کرے تو کافر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ تو ہر وقت اس کے پاس رہتے ہیں

اسی طرح بارھویں اور تیرھویں صدی کے

علامہ ابن عابدین الشامی حنفی متوفی سنہ ۱۲۵۲ھ نے رد المحتار ص ۳۹۶، اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی متوفی سنہ ۱۲۲۵ھ نے ارشاد الطالبین میں بھی اسی قسم کا فتویٰ دیا ہے۔

چودھویں صدی کے محقق عالم حضرت مولانا عبد الحی صاحب نے بھی

اپنے فتاویٰ میں اسی طرح لکھا ہے جس کو بحث علم غیب میں درج کر دیا گیا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔ یہ ہیں ہمارے حنفی فقہاء کی تصریحات جن سے دیدہ دانستہ اعراض کر کے خلق خدا کو دور غلط باجا رہا ہے۔ میرے خیال میں اس قدر تحقیق کے بعد بھی اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے بغیر کسی نبی یا ولی کو ہر وقت ہر جا موجود حاضر و ناظر سمجھتا ہے۔ تو اس کی اپنی قسمت کا قصور ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اکابر اہلسنت کے مسلک پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علی سبیل الاحاطہ

ہر جا موجود نہ ہونے پر عقلی دلائل

دلیل ۱

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ولادت باسعادت کے بعد جہاں بھی تشریف فرما رہے۔ وہاں کے سب لوگوں کو نظر آتے رہے۔ مکہ میں رہے تو اہالیان مکہ کو نظر آتے رہے۔ اور مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے، تو اہالیانِ مدینہ کو نظر آتے رہے۔ اور نظر بھی سب کو آتے رہے۔ ابوجہل کو بھی، ابوبکر کو بھی۔ ابولہب کو بھی اور حضرت عمرؓ کو بھی۔ !

حضرت کی زندگی میں کوئی صاحب علم و دیانت ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کر سکتا کہ حضور علیہ السلام موجود تو تھے۔ مگر فلاں مقام پر نظر کسی کو نہ آئے۔ اور اگر آئے بھی تو اپنوں کو نہ کہ بیگانوں کو ؟

جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کا وجود مسعود از قبیل مرئیات و مبصرات ہے۔ تو اس بنا پر تسلیم کرنا پڑے گا۔ حضور علیہ السلام کا وجود پاک روضہ اطہر اور صرف روضۂ اطہر میں موجود ہے۔ اور کہیں نہیں ہے۔ ورنہ ضرور نظر آتے۔ نہ صرف اپنوں کو۔ بلکہ بیگانوں کو بھی۔ !

دلیل ۲

بلاشبہ حضور علیہ السلام کا پسینہ خوشبودار تھا۔ (شمائل ترمذی ص۶)

اور ماشاء اللہ خوشبو بھی ایسی تھی کہ مدینہ منورہ کے عطر بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس اگر حضور علیہ السلام کا جسم اطہر ہر جگہ موجود ہوتا۔ تو ناممکن تھا کہ آپ کے وجود مسعود سے کائنات معطر نہ ہوتی۔ یقیناً آپ کی خوشبو سے سارا عالم مہک اٹھتا۔ اور اس سے پوری دنیا کے انسان لطف اندوز ہوتے۔

دلیل ۳

علماء ملت نے تصریح کی ہے کہ حضرت کے جسم پاک کے نیچے مزار مقدس میں جو مٹی ہے، اس کے ذرّے ذرّے کی قدر عرش بریں سے زیادہ ہے۔ محض اس لئے کہ عرش خدا تعالےٰ کا مکان نہیں ہے اور روضہ منورہ حضور کی آرامگاہ ہے اگر حضرت کا قیام ہر مقام پر ہوتا تو لامحالہ پوری زمین کے ذرّے ذرّے کی قدر عرش بریں سے زیادہ ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

دلیل ۴

روضہ منورہ پر ہر وقت رحمت کے فرشتوں کا ہجوم رہتا ہے۔ کوئی صلوٰۃ وسلام لا رہا ہے تو کوئی رحمتیں لے کر آ رہا ہے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۶) —— آخر اس مقام سے یہ تخصیص کیوں۔؟ محض اس لئے کہ وہاں حضور علیہ السلام کا جسد اطہر اور حضور بنفس نفیس موجود ہیں۔ اور یہاں مقامات میں نہیں ہیں۔

دلیل ۵

صحیح حدیث کے پیش نظر حضور علیہ السلام کا جسد اطہر جہاں آرام فرما ہے

وہاں دجال نہیں جاسکے گا۔ اور باقی پوری دنیا میں جائے گا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب حرم المدینہ ج ۱ صفحہ ۲۴۰ میں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال۔!

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے راستوں پر فرشتے ہیں۔ اس میں نہ تو طاعون داخل ہوگا اور نہ دجال!

ظاہر ہے کہ وطن کو شرف متوطن سے ہے۔ اور مکان کو شرف مکین سے ہے۔ پس اس لحاظ سے دجال کا مکہ میں داخل نہ ہوسکنا، کعبۃ اللہ کی وجہ سے ہے اور مدینہ میں داخل نہ ہوسکنا روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے۔ پس اگر حضور علیہ السلام کسی اور مقام میں موجود اور حاضر و ناظر ہوتے تو یقیناً ساری دنیا میں دجال اور طاعون کا آنا حرام کردیا جاتا۔

دلیل ۶

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ دعویٰ کے باوجود اہل بدعت بھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت ہر جا حاضر و ناظر نہیں مان سکتے اس لئے کہ بوقت قیام اکثر حضرات یہ کہدیتے ہیں، کھڑے ہوجاؤ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ کیونکہ اگر تشریف لے آتے ہیں تو پہلے موجود نہیں ہوتے۔ اور اگر موجود رہتے ہیں تو پھر تشریف لے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سو معلوم ہوا کہ اہلبدعت لوگوں کے سامنے ایسا دعویٰ کرتے ہیں جس پر خود بھی پورے نہیں اتر سکتے۔

دلیل ۷

یہ ناممکن ہے کہ حضورؐ کی موجودگی میں بغیر حضرت کی صریح اجازت کے مصلے پر کوئی اور شخص نماز پڑھا سکے۔

معراج کی شب ایک لاکھ چوبیس ہزار کی موجودگی میں جبریل امین نے بھی عرض کیا تھا۔ کہ یا حضرت آپ بھی موجود ہوں اور کوئی دوسرا امام بنے! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اب یا تو اہل بدعت تمام مساجد کی امامتوں سے استعفیٰ پیش کر کے علیحدہ ہو جائیں۔ اور یا عقیدہ حاضر و ناظر سے بیزاری کا اعلان فرمائیں ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی بھی موجود ہو اور کوئی دوسرا شخص مصلے پر کھڑا ہو کر فرائضِ امامت ادا کرے۔!

دلیل ۸

حضور پاک کو اگر یہاں حاضر و ناظر تسلیم کر لیا جائے، تو کس طریقے سے؟ جسم و روح کے اعتبار سے یا صرف روح کے اعتبار سے؟ اگر جسم کے اعتبار سے تو وہ از قبیل مرئیات ہے۔ پس نظر نہ آنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کا وجود اقدس یہاں موجود نہیں ہے۔

اور اگر روح کے اعتبار سے مانا جائے تو حضرت کی روح پر فتوح کو من کل الوجوہ یہاں ماننا پڑے گا یا علیٰ سبیل الاحاطہ۔ اگر محیط مانا جائے تو یہ شرک ہے کیونکہ ہر چیز پہ محیط ہونا صرف خدائے قدوس کی صفت ہے۔ اور اگر روح پاک کو یہاں مانا جائے اور جسم پاک کو بغیر تعلق مانا

کے تسلیم کیا جائے تو عقیدہ حیات کا انکار لازم آئے گا۔

دلیل ۹

حبیب کبریا نے جب صحابہ کرامؓ کو داغِ مفارقت دیا ــ تو شمعِ نبوت کے پروانوں کے دِل مُرجھا گئے۔

۱۔ فاروقِ اعظمؓ پر ایک کیفیت سی طاری ہو گئی۔

۲۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں "طَارَ عَقلی" میرا عقل اُڑ گیا۔

۳۔ ام ایمن رو رہی تھیں اور فرماتی تھیں:۔

ان الوحی قد انقطع من السماء	آج کے دن آسمان سے وحی منقطع ہوگئی

۴۔ حضرتؐ کے دفن کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراؓ فرماتی تھیں:۔

یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ التراب (مشکوٰۃ ص۵۴۷)	اے انسؓ! کیا تمہارے دلوں نے برداشت کیا تھا، جب حضورؐ کی قبر مبارک پر مٹی ڈالی ہوگئی۔

۵۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ تشریف لائے تو مدینہ منور ہوگیا

فلما کان الیوم الذی دخل فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ اضاء منہا کل شیئ فلما کان الیوم الذی مات فیہا اظلم منہا کل شیئ (مشکوٰۃ ص۵۴۷)	پس جب حضور علیہ السلام مدینہ میں داخل ہونے تو ہر چیز روشن معلوم ہوتی تھی۔ پس جب حضرت نے وفات پائی تو مدینہ میں اندھیرا نظر آنے لگا۔

تمام صحابہ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ صحابہ کرام کے قلوب سخت قسم کے حزن و ملال اور حضور کی فرقت ۔۔۔ میں تڑپتے تھے

آخر یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ اگر صحابہ کرام رضؓ سیدہ عائشہؓ
سیدہ فاطمہؓ کا عقیدہ یہی ہوتا کہ حضور علیہ السلام ہرگز ہرگز جدا نہیں ہوئے بلکہ
حضرت پہلے کی طرح ہم میں موجود ہیں۔ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔ تو یقیناً
اِس قسم کے اثرات رُو نما نہ ہوتے اور سیدنا ابن بکر الصدیق کو ممبر پر چڑھ کر
بیان دینے کی ضرورت قطعاً محسوس نہ ہوتی۔

دلیل ۱۰

حضرت بلالؓ بوقتِ وفاتِ سرورِ کائناتؐ مدینے سے باہر تھے۔
اُن کو جب پتہ چلا تو پروانہ وار حضورؐ کے روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ سیدہ
فاطمہؓ کے دروازے پر دستک دی۔ سیدہ فاطمہؓ بلالؓ کی آواز سنتے ہی
اشکبار ہو گئیں اور فرطِ حزن میں بے قرار سی ہو گئیں۔ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ
کو کپڑے پہنا کر سرمہ آنکھوں میں لگا کر باہر بھیجا کہ جاؤ اپنے نانا کے عاشق
کو سلام کہو۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دو، کہ آج حضور علیہ السلام کے زمانہ کی
اذان سُنا دے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جس وقت اُس عاشقِ صادق نے اذان شروع
کی تو مدینہ کے لوگ دوڑ دوڑ کر بلالؓ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور قریب تھا
کہ مدینہ کی عورتیں ۔۔۔ سب نے ایسا گمان کیا کہ
شاید حبیب کبریا رحمۃ للعالمین روضۂ انور سے باہر تشریف لے آئے
ہیں۔ حضرت بلالؓ روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔

آخر یہ سارا واقعہ کیوں پیش آیا۔ محض اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے، کہ
حضور علیہ السلام ہمیں داغِ جدائی دے گئے ہیں۔ اگر اُن کا یہ عقیدہ ہوتا کہ

حضور علیہ السلام ہر جا حاضر و ناظر ہیں۔ اور ہمارے پاس پہلے کی طرح موجود ہیں تو یہ حالات کبھی پیش نہ آتے۔

دلیل ۱۱

اگر تو حضور علیہ السلام کی زیارت جو کہ عالم مثال یا خواب میں ہوتی ہے۔ اس کا وُہی مقام ہے جو حضورؐ کی زندگی میں تھا۔ تو لازم آئے گا کہ دیکھنے والے کو صحابی قرار دیا جائے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے پس معلوم ہُوا کہ حضور علیہ السلام خود بجسدِ عنصری اپنی مزار پُر انوار میں ہیں۔ البتہ حضورؐ کی محبت کا حصۂ وافرہ ہر صاحبِ ایمان کے قلب میں مرکوز و مصئون ہے۔

دلیل ۱۲

سیدنا ابوبکر صدیق نے ممبر پر جس آیت سے استدلال کیا تھا۔ وُہ آیت یہ ہے۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ۱۴۴	حضور علیہ السلام اللہ کے رسُول ہیں ان سے پہلے بھی رسُول گذر چکے ہیں۔

معلوم ہُوا کہ صدیق اکبرؓ کا مذہب یہی تھا۔ کہ حضور تشریف لیجا چکے ہیں۔ اگر وُہ حضورؐ کے ہر جا موجود ہونے کے قائل ہوتے تو فرما دیتے اکہ تم ان لوگوں کے پروپیگنڈے سے متأثر کیوں ہو رہے ہو۔ کہ حضورؐ بھی تشریف لے گئے اور اپنا مذہب بھی ساتھ لے گئے۔ وہ تو ہر جگہ موجود ہیں۔ تم اطمینان کرو۔ ظاہر ہے کہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا۔

دلیل ۱۳

اگر حضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت ہر جا موجود ہونا، یا ہوجانا تسلیم کرلیا جائے۔ تو کسی مقرر، خطیب، واعظ کا ممبر پر چڑھ کر کھڑا ہونا بھی جائز نہیں رہتا۔ کیونکہ اگر حضور کریمؐ ممبر کے اوپر تشریف فرما ہوں تو برابری لازم آئے گی۔ اور اگر ممبر سے نیچے تسلیم کیا جائے، تب بھی بے ادبی لازم آتی ہے۔ لہٰذا کوئی صورت بھی بچ بچاؤ کی نظر نہیں آتی۔ اور حضورؐ کی بے ادبی کرنے والا مجرم ہے۔ فعلیٰ ہٰذا سب کو مجرم گردانا پڑے گا۔

اہل بدعت کی طرف سے چند مغالطے اور انکے جوابات

پہلا مغالطہ

قرآن مجید میں وارد ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ !

ہم نے نہیں بھیجا آپ کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رحمت تمام جہانوں کے لئے۔ !

۱۔ رحمۃ للعٰلمین ہونا حضورؐ کی وصف خاص ہے۔ لہٰذا ہر ذرہ عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت میں ہونا ثابت ہوا۔

۲۔ حضورؐ علیہ السلام تمام عالم پر فیضِ خداوندی کا واسطہ ہیں۔ لہٰذا حضورؐ اصل ہوئے اور تمام عالم فرع۔ جس طرح درخت کی جڑ

شاخ، ہر پتے بلکہ اس کے ہر جز میں اصل ہی کا ظہور ہوتا ہے۔ اسیطرح تمام جہانوں کی نورانیت اور روحانیت و نورانیت نبی کریم ؐ کی جلوہ گاہ قرار پائے گا۔

اب یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ تمام افراد ممکنات کے ساتھ حضورؐ کا رابطہ اور تعلق ہے جس کے بغیر وصول فیض ممکن نہیں اور جب سب کا رابطہ حضورؐ سے ہے تو حضورؐ کسی سے دُور نہیں اور نہ کسی فردِ ممکن سے بے خبر ہیں۔

جب وہ رحمۃ للعالمین روح دو عالم ہیں۔ تو کس طرح ممکن ہے کہ عالم کا کوئی فرد یا جزء اس روح مقدسہ سے خالی ہو جائے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضورؐ رحمۃ للعالمین ہوکر روح کائنات ہیں۔ اور عالم کے ہر ذرہ میں روحانیتِ محمدیہ کے جلوے چمک رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کی یہ جلوہ گری علم و ادراک اور نظر و بصر سے معرّیٰ ہو کر نہیں ہو سکتی کیونکہ روحانیت اور نورانیت ہی اصل ادراک اور حقیقت نظر و بصر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ عرش سے لے کر فرش تک تمام ممکنات و مخلوقات کے حقائق لطیفہ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں

جواب ملا :۔ مذکورہ بالا آیت کی یہ تشریح و تفسیر نہ تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ کسی صحابی سے مروی ہے اور نہ کسی مجتہد یا مفسر سے۔ لہٰذا اپنی طرف سے قرآنی آیت کی تفسیر کر کے دین کا مدار اس پر قائم کرنا یقیناً تقاضائے اسلام کے خلاف ہے

جواب ۲ :۔ حضورؐ کا رحمۃ للعالمین ہونا مسلّم۔ لیکن دریافت طلب یا قابلِ تحقیق امر یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی روح پُرفتوح کا جز

کے لئے رحمت ہے یا حضور کا جسم اطہر، یا دونوں مل کر رحمت ہیں۔
اگر صرف رُوح رحمت ہے۔ پس اس بنا پر حضور ہر جا موجود و
حاضر و ناظر ہیں۔ اور اسی وجہ سے اُن اخبارِ غیوب کے عالم ہیں ۔۔۔ تو
تلك من انباء الغیب نوحیها الیك ، ما کنت تعلمها انت ولا
قومك کا کیا جواب ہوگا۔ ؟
اور اگر شقِ ثانی اور ثالث کا لحاظ کیا جائے تو فی المدینة مردوا
علی النفاق لا تعلمهم ،کے مخالف ہے۔ نیز فقہاء کے جملہ فتاویٰ بھی
اس کے خلاف ہیں۔ لہذا یہ تفسیر قطعاً نا قابلِ قبول ہے۔
جواب ۳ :۔ ثابت تو کرنا چاہتے تھے حضور کا ہر جا حاضر و ناظر ہونا
اور دعوے بنا لیا ، جلوے کی چمک کو۔ اسی طرح حقائق لطیفہ
حضرت کا نور اور بات ہے۔ اور حضرت کا ہر جا موجود ہونا اور بات ہے
پورے طور پر دعویٰ کو دلائل سے ثابت نہ کر سکنا اور چلا نکیں لگا لگا کر
نا قابلِ تسلیم تاویلات کو بروئے کار لانا ، بتاتا ہے کہ کچھ تو ہے، جس
کی پردہ داری ہے۔

دُوسرا مغالطہ اور اس کا جواب

یا یها النبی انا ارسلنك   اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے
شاهدًا ۔ : ۴۵/۳۳   آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے۔
معلوم ہوا کہ حضور ہر جا حاضر و ناظر ہیں جبکہ گواہی بغیرِ مشاہدہ کے ناممکن ہے
جواب ۱ :۔ بلا شبہ حضور کی ذات مقدسہ شاہد ہیں۔ لیکن اس آیۃ
میں شاہد کا معنی حاضر و ناظر چودہ سو سال کے مفسرین میں سے کسی نے

نہیں کیا۔ لہٰذا یہ معنی قطعاً قابل توجہ نہیں ہے۔

جواب ۲:۔ قرآن، قرآن کا مفسر ہے۔ اس مسئلے کو دوسری آیت میں حل کیا گیا ہے۔ لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ تاکہ تم لوگوں کے گواہ بنو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ بنیں۔ (البقرہ ۱۴۳)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن شہادت صرف سرور کائنات نہیں دیں گے بلکہ آپ کی امت بھی گواہ بنے گی ظاہر ہے کہ امت کو نہ کوئی حاضر کہتا ہے اور نہ ناظر۔ حالانکہ شاہد کے لفظ کا استعمال جس طرح حبیبِ کبریا کے حق میں کیا گیا ہے ویسے امت کے حق میں بھی کیا گیا ہے۔

واقعہ کی تفصیل

تقریباً احادیث کی متعدد کتابوں میں یہ واقعہ مسلم طور پر منقول ہے۔ دیگر انبیاءؑ کی امتیں نبیوں کے آنے کا انکار کریں گی۔ انبیاءؑ کا دعوے یہ ہوگا۔ کہ ہم نے تبلیغ کی تھی اور قوموں کے پاس گئے تھے۔ انبیاء اپنی تصدیق کے لئے مطلوبہ شہادت امتِ محمدیہ کا نام لیں گے۔ امت انبیاء کے حق میں گواہی دیگی۔ اور یہ اپنی تصدیق کے لئے حضورؐ کا نام پیش کریں گے تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گواہی کی جائے گی۔ حضور علیہ السلام اپنی امت کی توثیق و تصدیق کریں گے۔ تب جا کر انبیاءؑ کا مقدمہ ثابت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۶۳ میں ہے کہ حضور علیہ السلام فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید پڑھتے تھے تو روتے تھے۔ کہ یا اللہ! میں کس طرح ان لوگوں پر گواہی دے سکوں گا۔ جن کو میں دیکھ بھی

نہیں سکوں گا۔
ناظرین غور فرمائیں کہ کیا اس سے حاضر و ناظر کا ثبوت ہوتا ہے، یا تردید ہوتی ہے۔

تیسرا مغالطہ اور اس کا جواب

بیشک آئے ہیں تمہارے پاس تمہاری جانوں میں سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ پ۱۱ع۴

معلوم ہوا کہ حضورؐ ہر جا حاضر و ناظر ہیں، جبکہ حضورؐ مسلمانوں کے پاس آئے ہیں۔ اور مسلمان عالم میں ہر جگہ موجود ہیں۔

جواب:۔ ظاہر ہے کہ یہ استدلال اہلِ علم کے نزدیک قطعاً بے معنی ہے۔ کیونکہ اولاً تو یہ ہی غلط ہے کہ لفظ جاءکم "ہر جا حاضر و ناظر پر دال ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں جاء کی نسبت صرف حضورؐ کی طرف نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی طرف بھی کی گئی، جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے۔

تحقیق آئی ہے تمہارے پاس خدا کی طرف سے روشنی اور قرآن مجید۔	قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ پ۶ع۷

اب اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ جس طرح مسلمانوں کے پاس حضورؐ آئے ہیں ویسے قرآن بھی آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن سے جنگل بیابان بھی خالی ہوتے ہیں اور دریا بھی۔ نیز متعدد مکان بھی۔ مندروں میں نہ مسلمان ہوتے ہیں اور نہ قرآن ہوتا ہے۔

سو معلوم ہوا کہ یہ استدلال قطعاً غلط ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا علیٰ سبیل الاتصال والدوام والاستمرار ہر مقام پر موجود ہونا ہی ناممکن ہے۔

چوتھا مغالطہ اور اس کا جواب!

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابًا رحیمًا۔! ۶۴	اور اگر وہ ظالم لوگ آپ کے پاس آکر خدا سے معافی طلب کریں اور رسول کریم بھی ان کے لئے معافی مانگیں تو خدا تعالٰے کو تو آپ رحیم پائیں گے

چونکہ ہم فقیر پردیسی روضے پر جا سکتے نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور ہر جا موجود ہیں۔

جواب: ۔ قربان ایسے استدلال پر۔! اگر ہر جا موجود ہیں تو جاؤک کا کیا معنی! حضرت کے پاس آنا تو تب متصور ہوگا۔ جب حضور سے گنہگار نے پہلے گناہ کیا ہو۔ پھر سفارش کے لئے حضرت کے دولتخانہ اقدس پہ آئے اور سفارش کی التجا کرے۔

پانچواں مغالطہ اور اس کا جواب

واعلموا ان فیکم رسول اللہ الخ	اور جان لو! بلاشبہ تم میں خدا کا رسول ہے

معلوم ہوا کہ حضور ہم میں موجود ہیں

جواب: ۔ یہ تو صحابہ کرام سے متعلق ہے کہ تم بار بار حضور سے مت پوچھا کرو۔ اگر حضور تمہاری ہاں میں ہاں ملاتے گئے۔ تو تم کو مشکل کرنے میں شکایت ہوگی۔

کہاں آیت کا حقیقی مفہوم اور کہاں جاہل کی بے مطلب کو پھیر کر اپنے مطلب کا استنباط کرنا۔ کاش پڑھ کر تو تعلیم کی خیر اہ مترجم کو ہی پڑھ لیا ہوتا۔!

چھٹا مغالطہ اور اس کا جواب

الم تر کیف فعل ربک باصحٰب الفیل۔ !!	کیا نہیں دیکھا تو نے اے مخاطب کس طرح کیا تھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کو

طرز استدلال:۔ یہاں خطاب حضور علیہ السلام سے ہے اور خدا تعالٰی ان سے فرما رہے ہیں۔ اے محمد! کیا آپ نے نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ آپ نے تو دیکھا ہے۔ اور یہ تو تب متصور ہو سکتا ہے، جبکہ حضورؐ کو ان واقعات کا ناظر گردانا جائے۔

جواب :۔ اولاً آج تک مفسرین اس پر بھی متفق نہیں ہو سکے کہ مخاطب صرف حضورؐ کی ذات ہے یا ہر مخاطب! اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ مخاطب حضورؐ کی ذات ہیں۔ تو پھر بھی استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہی صیغہ خدا تعالٰی نے معاندین پر بھی استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً

الم یروا کم اھلکنا قبلھم من قرن۔ !	کیا نہیں دیکھا بنی اسرائیل نے کتنا قدر قومیں ہم نے ان سے پہلے ہلاک کی ہیں

حالانکہ جن کو توجہ دلائی جا رہی ہے۔ وہ قرون اولی کے عذاب کے زمانہ میں پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

سو معلوم ہوا کہ پروردگار عالم جب مخاطب کو یا کسی اور کو زمانہ ماضیہ کے اہم واقعات کی طرف متوجہ فرماتے ہیں۔ تو اَلَم تَرَ اور اَلَم یَرَوا جیسے الفاظ استعمال فرمادیتے ہیں تاکہ توجہ میں اضافہ ہو جائے۔

ساتواں مغالطہ اور اس کا جواب

و اذ قال ربک للملٰئکۃ	اور جبکہ فرمایا تیرے رب نے فرشتوں

انی جاعل فی الارض | کہ بلاشبہ میں زمین میں خلیفہ بنانے
خلیفہ - ! ۳۵ البقرہ ۱ | والا ہوں - !

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جا حاضر و ناظر ہیں جبکہ جملہ مفسرین
اِذْ سے پہلے اُذْکُرْ محذوف مانتے ہیں۔ جس کا معنے یہ ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یاد کیجئے - اور یاد تو تب کرایا جاتا ہے۔ جب اس واقعہ میں موجود ہوں۔

جواب ۱ :۔ بلاشبہ اُذْکُرْ کا لفظ مفسرین محذوف مانتے ہیں لیکن اُذکر کا معنیٰ یاد کرو کہاں ہے۔؟ یہاں تو اُذکر بمعنی قصص ہے۔ یعنے آپ ذکر کر دیجئے - دلیل کے طور پر ایک آیت کی طرف توجہ فرمائیے۔
فاذکرونی اذکرکم کا معنی یہ نہیں ہے کہ میں تمہیں یاد کروں گا۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر ملاء اعلیٰ میں کروں گا - البدء: ذکر یعنی رحمت و برکت سے ہوگا۔

جواب ۲ :۔ قرآن مجید میں اسی اِذْ کا استعمال یہود کے حق میں بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً واذا نجینٰکم من اٰل فرعون یعنی جبکہ میں نے تم کو فرعون کے لشکر سے نجات دی تھی، تم اس وقت کو یاد کرو۔ ۴۹
کیا ہے کوئی صاحب عقل و دیانت جو کہے کہ یہ مخاطبین اس وقت موجود تھے۔ جبکہ فرعون اپنے زمانہ کے بنی اسرائیل کو ورطہ آزمائش میں ڈال رہا تھا۔
پس جس طرح کتب و صحف لا کر ان کو گزشتہ واقعات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی جتلا کر اِذْ کے ساتھ متوجہ کیا گیا ہے۔

آٹھواں مغالطہ اور اس کا جواب

النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم ۶	حضرت نبی پاک ایمانداروں کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔

طرز استدلال :۔ اولی کا معنے اقرب ہے۔ سو مطلب یہ ہوا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مومنوں کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ثابت ہوئے تو یقیناً حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو گیا۔

جواب ۱ :۔ یہ مفہوم نہ تو مذکورہ آیت سے حضور علیہ السلام نے لیا ہے اور نہ کبھی آپ نے اس کو بطور دلیل کے پیش فرمایا ہے۔ صحابہ کرام اور جملہ مفسرین تو اس طرف متوجہ بھی نہیں ہوئے۔ آخر متوجہ ہی کیا ہوتے، جبکہ یہ مفہوم مقتضائے علم کے ہی خلاف ہے۔

بہت سے مفسرین نے تو اولی کا معنی احق کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے تنویر المقیاس میں۔ علامہ جلال الدینؒ سیوطی نے تفسیر در منثور میں۔ نیز علامہ جلال الدین نے جلالین میں۔ اسی طرح ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن کثیر میں تصریح کی ہے۔ کہ

حضور علیہ السلام زیادہ حقدار ہیں کہ ان مسلمانوں کی اولاد کی پرورش فرمائیں، جو کہ حضورؐ کے وقت میں عالم جاودانی کو رحلت کر گئیں ہو گئے۔

جواب ۲ :۔ اور اگر اہل بدعت کی تفسیر (جو کہ غیر معتبر سی ہے) کو تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی ان کا مطلب ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اہل بدعت کے نزدیک تو حضور علیہ السلام ہر مقام میں موجود ہیں۔ اور دلیل یہ ہوئی، کہ حضور صرف مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں۔

نواں مغالطہ اور اس کا جواب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مُردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس سے سوالاتِ ثلاثہ میں سے ایک سوال یہ بھی پوچھا جاتا ہے، کہ :۔
ما تقول فی حق ھٰذا الرجل، یعنے فرشتہ پوچھتا ہے کہ تو اس جوان کے متعلق کیا کہتا ہے۔
معلوم ہوا کہ حضورؐ ہر قبر میں تشریف لاتے ہیں۔ تب تو سوال ہوتا ہے۔

جوابِ ۱ :۔ دور الفرائد شرح شرح العقائد میں ہے کہ اکثر روایات سے اس سلسلے میں جو حدیث مروی ہے۔ اس میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس حدیث میں اس طرح ہے :۔
من ربك و ما دينك و من نبيك یعنی تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کونسا ہے اور تیرا نبی کون ہے۔
پس جب تک مدعی دلائل قاہرہ سے قبر میں ہونے والے سوالات کا تعین نہ کرے دلیل قائم نہیں کر سکتا

جوابِ ۲ :۔ دعویٰ تو یہ کہ حضور علیہ السلام ہر جا موجود ہیں اور دلیل یہ کہ قبروں میں تشریف لاتے ہیں۔ آخر کچھ مناسبت تو قائل ہوتی —!
دعوےٰ تو عالمِ دنیا کا اور دلیل عالمِ برزخ کی۔

جوابِ ۳ :۔ فرمائیے کہ قبر میں حضور علیہ السلام بقول شما تشریف لاتے ہیں یا پہلے سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اگر پہلے سے تشریف فرما ہوتے ہیں تو یہ خلاف نقل ہے

جواب ۴ :- اور اگر تشریف لاتے ہیں تو کیا پھر حضور علیہ السلام دنیاوی زندگی میں بھی ہر قبر میں تشریف لے جاتے تھے یا نہ ؟ اگر تشریف لے جاتے تھے، تو کیا کوئی ہے صاحب علم جو آپ کے متعلق ثابت کرے کہ حضور پرنور نے صحابہ کرام سے کبھی فرمایا ہو، کہ تم بیٹھو شام یا روم یا مصر یا عراق میں میرے امتی سے سوال جواب ہو رہا ہے۔ میں وہاں سے فارغ ہو کر ابھی آ رہا ہوں۔ دیدہ باید

جواب ۵ :- اگر تشریف لے جاتے تھے تو آپ نے اپنی دنیاوی زندگی کے عہد میں صحابہ کرامؓ سے جھاڑو دینے والے کے متعلق کیوں فرمایا تھا کہ وہ کہاں گیا۔ جبکہ صحابہ کرام رات کے وقت اسے دفن کر چکے تھے۔ اور آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔ اب چلو اور مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ کیا اس صحابیؓ سے سوال و جواب نہیں ہوا تھا۔ یا حضور علیہ السلام اس قبر میں تشریف نہیں لے گئے تھے۔ بینوا فتوجروا

جواب ۶ :- حضورؐ کا ہر قبر میں تشریف لے جانا یقیناً نعمت ہے۔ لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضرت کریم اپنے قدوم میمنت لزوم سے صرف مسلمانوں کی قبروں کو سرفراز فرماتے ہیں۔ یا بے ایمانوں کی قبریں میں بھی رونق افروز ہوتے ہیں۔ اگر صرف ایمانداروں کی قبور کو مستنیر و مستفیض فرماتے ہیں تو اس قسم کی تخصیص کہیں بھی منقول نہیں ہے۔ اور اگر ہر قبر میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ خواہ وہ قبر نیک کی ہو یا برے کی۔ ایماندار کی ہو، یا منافق بے ایمان کی۔

تو فرمائیے اس کے بعد اس قبر میں عذاب بھی ہوتا ہے۔ یا نہ۔ اگر عذاب ہوتا ہے تو کیا حضورؐ کے قدوم کی توہین نہیں۔ جبکہ حضور علیہ السلام

تشریف لانا بھی تسلیم کیا جائے۔ اور صاحب قبر کا معذب ہونا بھی۔
اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے بعد کوئی بھی معذب نہیں رہتا۔
تو کیا اس تحقیق کے پیش نظر ابوجہل وغیرہ کو غیر معذب فی البرزخ تسلیم
نہیں کیا جائے گا۔

جوابؔ :۔ عالم برزخ میں میت کے لئے بطور کشف دیکھ لینا اگر تسلیم
کر لیا جائے، جیسا کہ قسطلانی شارح بخاری نے جلد ۳ صفحہ ۳۹۰
کتاب الجنائز میں، نیز مشکوٰۃ کے حاشیہ پر بھی موجود ہے۔ تو اس بنا پر
یہ حدیث حاضر و ناظر کے مسئلے کے لئے قطعاً مفید نہ رہی۔

فائدۂ جلیلہ

معجزے اور کرامت کے لئے دوام و استمرار نہیں ہوتا۔ اور نہ اس سے
دوام کے لئے دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔ پس اس قسم کے واقعات
سے استدلال قائم کرنا ان لوگوں کا کام ہوا کرتا ہے —— جن کا دامن
براہین و بینات سے خالی ہو۔

دسواں مغالطہ اور اس کا جواب

ہر نمازی کے لئے ضروری ہے کہ التحیات" پڑھتے وقت حضور
علیہ السلام کو مخاطب کر کے "السلام علیک ایہا النبی" کہے بلا اختلاف
سب کا اس پر عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جا حاضر و ناظر ہیں
ورنہ خطاب بے معنی سا رہتا ہے۔

جوابؔ :۔ قطع نظر اس کے کہ یہ تحفہ شب معراج خدا تعالیٰ کی طرف سے

کے لئے بطور تحفہ کے کہا گیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس خطاب کو مُصلّی کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ علی سبیل الحکایۃ نہ کہے بلکہ بلحاظ خطاب حضور علیہ السلام کے ہے۔ انہوں نے محض اپنے خیال کا اظہار فرمایا ہے۔ جس سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ طریق تخاطب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ اگر خطاب کرنے والا خدا تعالےٰ ہو، اور مخاطب محبوب خدا ہوں تو اس کا رنگ یقیناً اس خطاب سے مختلف ہوگا، جو کہ امت کی طرف سے حضور علیہ السلام کو کیا جائے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ بحیثیت خالق کائنات ہونے کے یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات کو صرف نبی یا رسول کے لفظ سے خطاب فرمائیں۔ مثلاً :-

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک۔ یا ایہا النبی جاھد الکفار والمنافقین؛

رہا افرادِ امت میں سے کوئی شخص خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ بوقتِ خطاب حبیب کبریا رحمۃ للعالمین کو صرف نبی، یا رسول کہہ کر خطاب کرے۔ اور نہ آج تک کسی صحابی نے ایسا کیا۔ جب بھی کہا، یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، بابی انت امی یا رسول اللہ کہا۔ بے ادبی ہوگی اگر امتی حضور پُر نور شافع یوم النشور کو ایہا النبی کہے۔

اس بناء پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ خطاب حکائی ہے۔ اور امتی اسی طرح حکایت کے طور پر خطاب نقل کر رہا ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں یا ایہا المزمل، یا ایہا المدثر کو نقل کر کے تلاوت کرتا ہے۔

فائدہ جلیلہ!

۱:- شرح شفا کی عبارت چونکہ نصوص صریحہ کے خلاف ہے لہٰذا

کہنا پڑے گا۔ کہ اس کے نقل میں غلطی کی گئی ہے۔ اور اگر عبارت کو
اسی حالت میں رہنے دیا جائے، تو پھر کا ہر جا موجود ہونا ثابت نہیں ہوتا
جو کہ مبتدعین کا اصلی عقیدہ ہے۔

۱۲۔ اسی طرح پیچھے دیکھنا بھی اہلسنت کے مذہب کے خلاف نہیں۔
اس لئے کہ یہ ارشاد نماز سے متعلق ہے۔ جو کہ انکشافات تامہ کا وقت
ہوتا ہے۔ اور بعض شراح نے تو اتنا بھی نقل کر دیا ہے کہ مہر نبوت میں چھوٹی
چھوٹی آنکھیں تھیں، جو کہ حضورؐ کی خاصیت ہے۔

نیز جب اہلسنت کے نزدیک حضورؐ کا آگے دیکھنا خدا تعالیٰ
کی طرح محیط نہیں ہے۔ تو پیچھے دیکھنے کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ اور
یہی جواب ہے مواہب ج ۲ ص ۲۸۷ فصل ثانی کی عبارت کا۔

۳۔ دلائل الخیرات میں مندرجہ روایت سے دلیل پیش کرنا بالکل بے سود
ہے۔ جبکہ اس کی سند مروی نہیں ہے۔ اور نہ سائل کا علم ہے کہ
کس نے سوال کیا ہے۔ نیز اہل محبت کی صلوٰۃ سننا اور باقیوں کی نہ سننا
باعث تعجب ہے۔

۱۴۔ احیاء العلوم ج ۱ باب ۴ فصل سوم کی عبارت بھی اہل سنت کے
مسلک کے خلاف نہیں۔ کیونکہ تصوّر کے طور پر کسی کو حاضر سمجھنا اور
بات ہے۔ حقیقت میں اس کا حاضر ہونا اور بات ہے۔ اور یہی مطلب
ہے شاہ عبدالعزیز کی عبارت کا۔!

۵:۔ کعبے کے چکر لگانے اور کسی ولی کی زیارت کے لئے چلا جانا۔ اگر
قابل استدلال ہے تو خدا جانے حضور علیہ السلام پورے آٹھ برس
کعبے کو دیکھنے کے لئے کیوں ترستے رہے۔ اور کعبہ مکہ معظمہ سے چل کر

مدینہ منورہ ایک دن بھی نہ پہنچ سکا۔

گیارہواں مغالطہ اور اس کا جواب

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانی انظر الی کفی ھذہ ا ھ (کنز العمال ص ۶)

حضرت کریمؐ نے فرمایا۔ بلا شبہ خدا تعالیٰ نے میرے لئے دُنیا اٹھا دی۔ پس میں دیکھ رہا ہوں اُسے اور جو کہ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ گویا کہ میں اپنی ہاتھ کی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں!

جواب :۔ جہاں کنز العمال میں اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے۔ وہاں ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ سند کا ضعیف یعنی یہ حدیث ضعیف ہے اس قسم کے دلائل سے کبھی بھی عقائد ثابت نہیں کئے جا سکتے۔ اور اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اثبات عقائد کے باب میں حجت نہیں ہے

بارہواں مغالطہ اور اس کا جواب

جب ریڈیو کو پتہ چل جاتا ہے۔ اور وہ متعدد دُور کے مقامات کی خبریں بتا دیتا ہے۔ تو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو کیسے معلوم نہیں ہوتا

جواب :۔ ریڈیو تب بولتا ہے۔ جب ادھر بولنے والا بول رہا ہو۔ لیکن اگر وہاں چپ ہو تو یہاں بھی چپ رہتا ہے۔

اہلبدعۃ سے اہلسنۃ کا مطالبہ

فرمایئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر مقام میں ہر وقت موجود ہونیوالا

رُتبہ پروردگارِ عالم کی طرف سے کب عطا ہُوا ہے۔ عالمِ رُوحانیت میں یا عالمِ دُنیا میں ؟

اگر عالمِ رُوحانیت میں تسلیم کیا جائے تو گذشتہ مذکورہ آیت کے خلاف ہے —— اگر عالمِ دُنیا میں تسلیم کیا جائے تو قبل از بلوغ یا بعد از بلوغ ؟ اگر قبل از بلوغ ہے تو مائی حلیمہ سعدیہ ان کو سواری پر بٹھا کر اپنے گھر کیوں لے گئیں ، جبکہ حضرتؐ ان کے گھر میں پہلے سے ہی موجود تھے۔

اگر بعد از بلوغ ہے تو قبل از ہجرت یا بعد از ہجرت ؟ اگر قبل از ہجرت تھا تو واقعہ معراج کا کیا جواب ہے۔ نیز ہجرت کیوں فرمائی۔ جبکہ مکہ معظمہ کی زندگی کی طرح مدینہ منورہ میں بھی موجود تھے —— اور اگر بعد از ہجرت ہے تو اجازتِ دخول فی الکعبہ کے لئے حضرت عثمانؓ کو کیوں بھیجا تھا ، اور اگر بعد میں یہ رتبہ ملا ہے تو براہ کرم سال ، مہینہ ، دن بتائیے !

بحث متعلق استواء علی العرش اور وجود فی کل مکان

بحث کی ابتدائی تمہید میں عرض کیا جا چکا ہے کہ خدا تعالےٰ کے اوصاف کو پروردگارِ عالم کی شایانِ شان تسلیم کیا جائے گا۔ نہ ان پر کسی کو قیاس کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی پر ان کو۔ ہر جا حاضر و ناظر سے مراد اہلسنت کے ہاں خدا تعالےٰ کا ہماری طرح مکین ہونا نہیں ہے۔ بلکہ ہر جا بے مثل کیفیت کے ساتھ علی سبیل الاحاطہ علماً و قدرتاً موجود ہونا ہے۔ اور یہی مطلب ہے۔ ان کے حاضر و ناظر ہونے کا اور مستوی علی العرش ہونے کا۔

اہلسنت حضرات کی تصریحات

قال البغوی اہل السنۃ   امام بغوی نے فرمایا ، اہل سنت فرماتے

فیقولون ان الاستواء علی العرش صفۃ اللہ بلا کیف یجب علی الرجل الایمان بہ ویکل العلم بہ الی اللہ عزوجل (تفسیر خازن ص ۱۹۲)	ہیں کہ عرش پر استوا خدا تعالیٰ کی صفت ہے۔ بغیر کیفیت انسان پر واجب ہے کہ اس کو تسلیم کرے۔ لیکن اس کے علم کو خدا تعالیٰ کے سپرد کردے

علامہ ابنِ قیم کی تصریح

وقال اہل السنۃ لیس معناہ المماسۃ بل ہو مستو علی عرشہ بلا کیف کما اخبر عن نفسہ ۱۲ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ ص ۶۵)	اہلسنت نے فرمایا۔ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ عرش پر چپٹا ہوا ہے۔ بلکہ اپنے عرش پر بلا کیفیت مستوی ہے۔

امام احمدؒ بن حنبل کا مسلک

قال الخلال فی کتاب السنۃ ان احمد بن حنبل قال نحن نؤمن ان اللہ تعالیٰ علی العرش استوی کیف شاء وکما شاء بلا حد ولا صفۃ یبلغہا واصفون او یحدہا احد وصفات اللہ لہ ومنہ وھو کما وصف نفسہ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ)	حضرت احمدؒ بن حنبل نے فرمایا۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ عرش پر مستوی ہے جیسا اس نے چاہا ہے۔ بغیر کسی ایسی حد اور صفت کے۔ جس کو صفت کرنے والے یا حد کرنے والے پہنچ سکیں۔ خدا تعالیٰ کی صفتیں اس کے لئے ہیں۔ اس سے ہیں اور وہ اسی طرح جس طرح اس نے اپنی ذات کی صفت کی ہے

امام مالکؒ کا مذہب

قیل لمالک الرحمٰن علی العرش استوی کیف استوی فقال مالکؒ استواءہ معقول وکیفیتہ مجہولۃ و سؤالک عن ھذا بدعۃ و اراک رجل سوء وکذالک ائمۃ اصحاب مالکؒ من بعدہٖ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ ص۲)

امام مالک سے کہا گیا۔ خدا تعالےٰ عرش پر مستوی ہے۔ کس طرح مستوی ہے۔ تو امام مالک نے فرمایا استواء معقول ہے۔ کیفیت مجہول ہے سؤال اس کے متعلق بدعت ہے میں تجھے بُرا انسان سمجھتا ہوں۔ اور امام مالکؒ کے جمیع دوستوں کا یہی مذہب ہے۔

پس جس طرح خدا تعالےٰ کا ارشادِ گرامی عرشِ مجید پر مستوی ہونے کا ہے اسی طرح وھو معکم این ما کنتم بھی اسی ذات بابرکات کا فرمان ہے۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اگر عرش پہ ہے تو بھی بلا کیفیتِ متصورہ اور ہر جا موجود اور سب کے ساتھ۔ سب کے قریب، شہ رگ سے اقرب اور ہر طرف ہے، تو بھی اپنی شایانِ شان اور علی سبیل الاحاطہ اسی طرح اس کی مخلوق میں سے کسی کو سمجھنا شرک ہے۔ خدا تعالےٰ ہم سب کو شرک جیسی نحوست سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ارشاد؛

تفسیر مظہری ج ۵ ص۳۵ میں ہے:۔

اعلم ان اللہ سبحانہ وتعالےٰ

جان لے کہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں

لعباده بل بجميع خلقه
تماما غير متكيف كما يدل
عليه نحن اقرب اليه من
حبل الوريد وذلك القرب
هو الموجب لوجود الممكنات
فالم يحصل للممكن ذلك القرب
بالواجب تعالى لم يشم رائحة الوجود

بلکہ اپنی ساری مخلوقات کے بکیفیت
طور پر قریب ہے۔ جیسا کہ نحن اقرب
من حبل الورید کا مقتضیٰ ہے اور وہی
ممکنات کے وجود سبب ہے
جب تک ممکن کو خدا کے ساتھ یہ
قرب حاصل نہ ہو تو وجود موجود ہونے
کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا۔

معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ کا ہر جا غیر متکیف ہو کر حاضر وناظر ماننا علماء
اہل سنت کا مذہب ہے۔ اور اس سے انحراف زندقہ ہے۔ اور
غیر مرئی غیر متکیف ذات کے اقرب ہونے پر بہ تکیف اور محسوس
مبصر ذات کو قیاس کرکے ان کو حاضر وناظر کہنا شرک ہے

تحقیق متعلق مسئلۂ قادرِ مطلق اور مختارِ کُل

تنقیح مذاہب

اہل سنت مختارِ کل اور محلّل و محرّم خدا تعالےٰ کو مانتے ہیں۔ مفوضہ گروہ تحلیل وتحریم انبیاء و ائمہ کے سپرد کرتے ہیں۔ اہل بدعت کہتے ہیں۔ کہ دُنیا وآخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں

۱:- اس مسئلے کے متعلق سب سے پہلے قرآن مجید سے وہ آیتیں پیش کی جائیں گی۔ جن سے صراحتہً معلوم ہوگا۔ کہ کائنات کا مالک خدا تعالےٰ اور صرف خدا تعالےٰ ہے۔ وہی قادر علیٰ کل شیئ۔ اور وہی مالک و مختار ہے۔

۲:- اُس کے بعد اس قسم کی آیتیں اور حدیثیں پیش کی جائیں گی کہ خدا تعالےٰ کے ارادے کو کوئی ذات بدل نہیں سکتی۔ جس طرح چاہے، اسی طرح ہی ہو کے رہتا ہے۔

۳:- اس کے بعد وہ دلائل پیش کئے جائیں گے۔ جن سے ثابت ہوگا کہ خدا تعالےٰ کے بغیر کوئی بھی مالک الملک، قادرِ مطلق اور مختارِ کُل نہیں ہے۔ کہ جس طرح چاہے اپنے اختیار سے ـــ امورِ خداوندی میں ـــ تصرف کر سکے۔

خدا تعالےٰ کے مالک و قادر و مختار ہونے پر دلائل

خدا تعالےٰ کے سوا کوئی کارساز و مالک و مختار نہیں ہے

پہلی دلیل

الم تعلم ان الله له ملك السموٰت والارض وما لكم من دون الله من ولي ولا نصير ۔ ١٠٧ (بقرہ)

کیا تو نہیں جانتا اے مخاطب! بیشک خدا تعالے کیلئے ہے ملک آسمانوں اور زمین کا اور تمہارے لئے خدا تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز اور مددگار نہیں ہے

سب کچھ خدا تعالے کا ہے

دوسری دلیل

لله ما فی السموٰت وما فی الارض (البقرہ، آل عمران، نساء)

خدا تعالے کے ملک میں ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

مالک و خالق بھی وہی ہے اور قادر و مختار بھی وہی ہے!

تیسری دلیل!

ولله ملك السموٰت والارض وما بينهما يخلق ما يشاء والله على كل شيء قدير (سورۂ مائدہ) ١٧

اور خاص خدا تعالے کیلئے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کا ملک جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر و مختار ہے۔

چوتھی دلیل!

ولله ملك السموٰت والارض

اور خاص اللہ تعالے کیلئے آسمانوں

یعذب من یشاء و یغفر لمن یشاء واللہ علی کل شیء قدیر (المائدہ)

اور زمین کا ملک . وہ مختار ہے جسے چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے بخش دے . اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے .

پانچویں دلیل

وللہ ملک السموت و الارض وما فیھن وھو علی کل شیء قدیر (المائدہ)

ملک آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین کا صرف خدا تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے .

چھٹی دلیل

ان ربکم اللہ الذی خلق السموت و الارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبه حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا له الخلق والامر تبارک اللہ رب العلمین (اعراف)

بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہے . جس نے آسمانوں اور زمین کو صرف چھ دنوں کے اندر بنایا - پھر غالب ہوا عرش پر . رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے . اس کو طلب کرتی ہے . اور سورج چاند ستارے سب اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں . خبردار مخلوق بھی اس کی اور اختیار بھی اسکا حکم بھی اسکا . برکات والا بلند خدا تعالیٰ ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے -

سب خزانوں کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے اور متصرف بھی وہی ہے ہمارا!

ساتویں دلیل

وان من شیئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم ۔ ۲۱/۱

سب چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔ ہم اس کو ایک معلوم اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے

آٹھویں دلیل

الذی لہ ملک السموات والارض لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ۔ ۲ (الفرقان)

خدا تعالیٰ کے لئے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے۔ نہ تو اس نے اپنا بیٹا بنایا ہے۔ اور نہ اس کے لئے اس کے ملک میں کوئی شریک ہے۔

نویں دلیل

قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر

کہہ دے اے حبیب! اے اللہ! تو مالک الملک ہے (یعنی قادر و مختار ہے) جسے چاہے ملک دیدیتا ہے۔ اور جس سے چاہے ملک چھین لیتا ہے۔ اور جسے چاہے عزت عطا کرتا ہے اور جسے چاہے

انہ علی کل شیئ قدیر - ۲۶	ذلیل کرتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں خیر ہے بالشبہ تو ہر چیز پر قادر و مختار ہے

دسویں دلیل

سبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیئ و الیہ ترجعون - ۱۴/۸	مشرکوں سے خدا تعالےٰ کی ذات پاک ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں سب چیز کا اختیار ہے۔ اور تم سب نے اس کی طرف جانا ہے۔

(ف) ان دس دلائل سے آپ نے سمجھ لیا کہ قادر و مالک اور کلی طور پر آسمانوں اور زمین کے طبقات اور ما بین السماء والارض، نیز ہر ایک کی قسمت (بیماری، شفاء۔ تنگدستی اور غنا) کا وہی مالک و مختار ہے۔ ذیل میں وہ دلائل پیش کئے جائیں گے۔ جن سے ثابت ہوگا کہ یہ صفتیں خدا تعالےٰ کے لئے خاص ہیں۔ خدا تعالےٰ کے بغیر کسی اور میں نہیں پائی جاتیں

گیارھویں دلیل

حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام چاہتے تھے کہ گردن کٹ جائے

فلما بلغ معہ السعی قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ما ذا تریٰ۔ قال	پس جس وقت حضرت اسمٰعیل دوڑنے والے ہوئے تو فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے، اے میرے بیٹا! میں نے نیند میں دیکھا ہے۔ تحقیق میں تجھ کو ذبح کرتا ہوں پس

يابت افعل ما تؤمر ستجدني ان شاء الله من الصابرين ۝ فلما اسلما وتله للجبين ۝ ونادينه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا انا كذلك نجزي المحسنين ۝ پ۲۳

دیکھ کیا دیکھتا ہے۔ فرمایا اے میرے باپ جو آپ کو حکم دیا گیا ہے، ویسا کیجئے۔ آپ انشاء اللہ مجھے صابرین سے پائیں گے۔ پس جب دونوں مطیع ہوئے اور پیشانی کے بل اس کو لٹایا اور ہم نے ندا دی اس کو اے ابراہیم! بیشک سچ کیا تو نے خواب کو۔ تحقیق ہم اس طرح جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔

طرز استدلال:۔ اس سے معلوم ہوا کہ موت و حیات بغیر خدا کے کسی کے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے۔ نہ تو کوئی اپنی مرضی سے مرتا ہے اور نہ مار سکتا ہے۔ اگر موت پر دونوں پیغمبر مختار ہوتے تو ضرور گلا کٹ جاتا۔

بارہویں دلیل

حضرت نوح علیہ السلام چاہتے تھے کہ بیٹا بچ جائے

واقعہ مشہور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام مع اپنی امت کے کشتی میں سوار تھے اور بیٹا کنعان کشتی سے باہر تھا۔ باپ بیٹے کو بلا رہے تھے کہ کشتی پر سوار ہو کر طوفان کی زد سے بچ جائے۔ مگر بدقسمت کنعان بوجہ کفر و طغیان بُری طرح موت کے گھاٹ اترنے والا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے قلب اطہر میں خواہش تھی امنگ تھی کہ بیٹا بچ جائے۔ مگر مشیتِ ایزدی

نے بچنے نہ دیا۔

فحال بینھما الموج فکان من المغرقین!

پس واقع ہوئی درمیان میں ان دونوں کے موج تو کنعان غرق ہونے والوں میں سے ہو گیا!

سچ ہے کہ یحیی ویمیت وھو علی کل شیئی قدیر ۔۔۔ یعنے حیات وموت بھی اسی کے قبضے اور اختیار میں ہے اور قادر ومختار بھی وہی ہے

تیرھویں دلیل

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ خدا اپنے "مختارِ کل" ہونے سے انکار کر دیا

وقالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنة من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملئکة قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن

اور کہا مشرکین نے ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے، حتی کہ آپ ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دیں، یا آپ کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ بن جائے۔ پس ان کے درمیان نہریں چلا دیں۔ یا آسمان کو ہم پر جسطرح آپ کا خیال ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیں یا خدا تعالے اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں یا آپ کا گھر سونے کا بنجائے یا آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھ جانے کو اس وقت تک تسلیم نہیں

نومن لرقیک حتٰی تنزل علینا کتٰبا نقرؤہ ۷ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ۔ !

۹۶

کریں گے، جب تک ایک ایسی کتاب نہ لے آئیں جس کو ہم خود پڑھ لیں۔ (خدا تعالےٰ نے فرمایا) اے میرے پیغمبر! کہدیجئے میرے رب کی ذات شریکوں سے پاک ہے (یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے) میں تو ایک انسان ہوں جو کر فریضۂ رسالت ادا کرنے آیا ہوں۔

(ف) مشرک اس سوال پر اس لئے آمادہ ہوئے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ پیغمبر خدا کی طرح مختارِ کل ہوتا ہے۔ پس اگر حضرتؐ نے ہمارے مطالبات پورے کر دیئے تو ہمیں تسلیم کرنے سے ذرہ برابر بھی انکار نہ ہوگا۔ پس پروردگارِ عالم نے اپنے پیغمبر کو اعلان کرنے کا حکم دیدیا۔ کہ میری پوزیشن صرف بشرًا رسولًا کی ہے۔ تمہاری مرضی مجھے مانو، یا نہ مانو، اس قسم کے اختیارات صرف خدا تعالےٰ کو ہیں۔ اور میں اسے شریکوں سے پاک سمجھتا ہوں

چودہویں دلیل

ہر خطبے میں حضورؐ شافع یوم النشور کا اعلان !

مس

من یھد اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ۔ !

جس کی خدا تعالےٰ رہنمائی کرے، اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جس کو گمراہ کرے پس اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ !

پندرہویں دلیل

حضور علیہ السلام کی ایک دُعا اور عقیدہ

اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت!

اے اللہ! جس کو تو دیدے، اُسے روکنے والا کوئی نہیں۔ اور جس سے تو روک دے اسے دینے والا کوئی نہیں ہے

سولہویں دلیل

حسبِ منشا کسی کو مُسلمان بنانا حضور کے قبضے میں نہیں بلکہ خُدا کے قبضہ میں ہے

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

بلاشبہ آپ مسلمان نہیں بنا سکتے اسکو جسکو آپ چاہیں لیکن اللہ تعالےٰ جسے چاہیں ایمان عطا فرمائیں۔!

سترھویں دلیل

خدا کی مُہر لگائی ہوئی کو حضور توڑ نہیں سکتے

ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ۔

خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ خدا تعالے نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے اور انکے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں

اٹھارہویں دلیل

قیامت کے دن شفاعت بھی باذنِ الٰہی ہوگی!

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ

کون ہے جو اللہ کے سامنے بغیر اسکی اجازت کے شفاعت کرسکے۔!

انیسویں دلیل

یوم یقوم الروح و الملئکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن و قال صوابا ذلک الیوم الحق فمن شاء اتخذ الی ربہ مآبا ۔

جس دن جبریل علیہ السلام اور باقی فرشتے صف باندھے ہوئے خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کوئی بھی بات نہیں کریگا۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ خود اجازت فرمائیں گے اور بات بھی بہتر کرے گا۔ یہی دن برحق ہے۔ پس جو چاہے اپنے رب کیطرف مقام تلاش کرے

بیسویں دلیل

رزق کی فراخی اور تنگی خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے!

واللہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر ۔

اور اللہ تعالیٰ جس کا چاہے رزق فراخ اور تنگ کردے۔!

اکیسویں دلیل

حقیقت میں امداد خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی آتی ہے

وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ پ۴ ع۱۲	اور نہیں امداد آتی مگر خدا تعالےٰ کی طرف سے جو کہ غالب ہے حکمت والا ہے

بائیسویں دلیل

حضورؐ نے تباہی کی دعا فرمائی مگر خدا تعالیٰ نے انکو مسلمان بنا دیا

حضرت صفوانؓ اور حضرت سہیلؓ اور حضرت حارثؓ۔ ان تینوں کیلئے حضرت کریمؐ نے بددعا کی، کیونکہ ان کا بغض و عناد اسلام اور داعی اسلام کے ساتھ حد سے متجاوز ہو چکا تھا۔ لیکن پروردگار عالم نے حضرت پر یہ آیۃ نازل فرمائی

لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیہم او یعذ بہم فانہم ظلمون پ۴ ع۱۲	نہیں ہے آپ کو امر الٰہی سے کچھ اختیار اس کی مرضی چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دیدے یا ان کے ظالم ہونے کی وجہ سے ان کو عذاب دیدے۔

معلوم ہوا کہ کسی کو ہلاک کرنا یا کسی کے قلب کو نور ایمان سے منور کرنا، حضورؐ کے قبضے میں نہیں تھا۔ ورنہ پروردگار عالم حضرت کریمؐ کو اس طریقہ سے متنبہ نہ فرماتے

پورا واقعہ اگر دیکھنے کا شوق ہو، تو بخاریؒ ج ۲ صفحہ ۵۸۲ کا مطالعہ کیجئے۔

ارشادِ خداوندی اور اعلانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

قل انما ادعوا ربی ولا اشرک بہ احدا قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا

تو کہدے کہ میں تو صرف اپنے پالنے والے کو ہی پکارتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہدے کہ مجھے تمہارے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں۔

ہو سکتا ہے کہ خصم ہمارے اس استدلال کو صحیح تسلیم نہ کرے، اس لئے ابن کثیرؒ کی عبارت کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ مضمون مستحکم ہوجائے اور بات ثابت ہوجائے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیرؒ اردو ۲۹ پ میں ہے کہ

"جب دعوتِ حق اور توحید کی آواز مشرکین کے کان میں پڑی، جو مدتوں سے غیر مانوس ہو چکی تھی۔ تو ان کفار نے ایذا رسانی مخالفت اور تکذیب پر کمر باندھ لی۔ اور حق کو مٹا دینا چاہا۔ اور رسولؐ کی عداوت پر اجماع کرلیا۔ اس وقت ان سے رسولؐ نے کہا کہ میں تو اپنے پالنے والے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت میں مشغول ہوں۔ میں اسی کی پناہ میں ہوں۔ اسی پر میرا توکل ہے۔ وہ ہی میرا سہارا ہے۔ مجھ سے ہرگز یہ توقع نہ رکھو۔ کہ میں کسی اور کے سامنے جھکوں یا اس کی پرستش کروں۔ میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ میں تو خدا کا ایک غلام ہوں۔ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ تمہاری ہدایت و ضلالت کا مختار و مالک نہیں ہوں۔"

پہلی صدی کے اہلِ سنّت کا مذہب

صاحبِ سنّت اور صاحبِ نبوّۃ کا اپنا مذہب

قل انی علی بینۃ من ربی وکذبتم بہ ما عندی ما تستعجلون بہ ان الحکم الا للہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین قل لو ان عندی ما تستعجلون بہ لقضی الامر بینی وبینکم (پ ۷)

اے محبوب فرما دیجئے، بلاشبہ میں اپنے رب کی طرف سے با دلیل ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے جس چیز کی تم جلدی کرتے ہو، وہ میرے پاس نہیں ہے۔ فیصلہ تو خدا کا چلتا ہے۔ وہ سچی بات بتلاتا ہے اور وہ اچھا فیصلہ کرنے والا ہے کہہ دیجئے اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جس کا تم تقاضا کرتے ہو۔ تو میرے اور تمہارے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ !

طرز استدلال:۔ حضرتؐ نے توحید بیان فرمائی۔ مشرکوں نے مخالفت کی۔ حضرتؐ نے عذاب الٰہی کا ڈراوا دیا۔ مشرکوں نے عذاب کی تمنا کی۔ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ عذاب خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے حضرتؐ کے اختیار میں نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرتؐ کو اس کا اختیار حاصل نہیں تھا کہ جب چاہیں کسی کو عذاب دیں اور جب چاہیں کسی کو بچا لیں۔ یہ سب خود خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں

ہیں اور رہیں گے

دوسری صدی کے علماء کا مذہب

کعب احبار کا مذہب

۱ قال الله في التوراة	خدا تعالیٰ نے توریت میں فرمایا ہے
انا الله فوق عبادي	کہ میں خدا ہوں۔ اپنے بندوں سے
وعرشي فوق جميع	اوپر ہوں اور میرا عرش ساری مخلوق
خلقي وانا على عرشي	سے اوپر ہے اور میں عرش پر غالب
ادبر امور عبادي	ہوں۔ اپنے بندوں کے کاموں کی
لا يخفى على شيء من	تدبیر کرتا ہوں۔ مجھ پر کوئی چیز مخفی نہیں
امر عبادي في سمائي	ہے میرے بندوں کے امور میں سے
ولا ارضي والي مرجع	خواہ وہ آسمانوں پر ہو یا زمین پر۔
خلقي فانبئهم بما خفي	میری طرف خلق کا مرجع ہے۔ پس
عليهم من علمي اغفر	میں ان کو خبر دوں گا جو کچھ کہ ان پر میرے
لمن شئت منهم بمغفرتي	علم سے مخفی ہے۔ پس جسے چاہوں گا
واعاقب من شئت بعقابي	بخشوں گا اور جسے چاہونگا عذاب دونگا

(اجتماع الجیوش الاسلامیہ صلـ)

طرز استدلال:- ایسی تصریح کی گئی ہے کہ مدبر اور مختار ہونا خدا تعالیٰ کی شان ہے

تیسری چوتھی صدی کے علماء کا مذہب

تفسیر ابن جریر صـ۸۲ میں ہے:-

فتاویل الایة اذا الله تعالی
یا محمد! ان لی ملك
السموٰت والارض و
سلطانهما دون غیری
احکم فیهما وفیما بینهما ما اشاء
وآمر فیهما وفیما بینهما بما اشاء

پس مطلب یہ ہے کہ اے محمد!
کیا آپ نہیں جانتے کہ میرے لئے
آسمانوں اور زمین کا ملک ہے اور
ان کی سلطنت صرف مجھے حاصل
ہے۔ اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔
ان میں جو چاہوں میں حکم کرتا ہوں!

حتی قال فی صفحة ۴۸۳

انا المنفرد بولایتکم و
الدفاع عنکم والمتوحد
بنصرکم بعزی وسلطانی!

میں تمہاری ولایت میں اور تم سے
دفاع میں اکیلا ہوں۔ میں اپنے غلبے
کے ساتھ تمہاری امداد پر متوحد ہوں

پانچویں چھٹی صدی کے اہل سنت علماء کا مذہب

فمن الذی یقدر علی ان
یدفع عن مراده ومقدره
وقوله فمن یملك من الله
شیئا ای فمن یملك
من افعال الله شیئا
والملك هو القدرة
یعنی فمن الذی یقدر علی دفع
شیئ من افعال الله تعالی و
منع شیئ من مراده (التفسیر کبیر ص ۲۸۵ / ۲۴)

پس کون قادر ہے جو کہ اس کی مراد
اور مقدور سے دفع کرے یعنی کون
مالک ہے خدا کے کاموں میں
سے۔ کسی چیز کا ملک کا معنے
قدرت ہے۔ یعنے پس کون
خدا تعالےٰ کے افعال میں سے
کون دفع کرنے پر قادر ہے۔
اور اس کی مراد روکنے پر قادر
ہے۔!

ساتویں آٹھویں صدی کے علماء اہلسنت کا مذہب

۷ لله ملك السموات و الارض يعني انه تعالى يملك ذلك فلا شريك له في ذلك فيعاه فعدارضا هو الذي يملك المغفرة لمن يشاء والتعذيب لمن يشاء وفيه دليل على انه تعالى لا ولد له لان من يملك السموات والارض يستحيل ان يكون له شبيه من خلقه او شريك في ملكه (تفسير خازن ج۲ ص۲۹)

بلاشبہ خدا تعالیٰ ہی اس کا مالک ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں جو اس کے برابر بن سکے۔ وہ بخشش دینے کا بھی مالک ہے اور عذاب دینے کا بھی۔ اور اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ خدا تعالیٰ کا بیٹا نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ اس کے لئے محال ہے کہ اس کا کوئی شبیہ مثال ہو۔! اس کی مخلوق ہے اور شریک ہو اس کے ملک میں۔!

علامہ بیضاوی ۶۸۵ھ کا مذہب

۱ پہلی عبارت

بانه تعالى مالك الملك على الاطلاق فله ان يوتيه من يشاء بانه واسع الفضل يوسع على الفقير ويغنيه عليم بمن يليق بالملك (بیضاوی ص۱۶۱ مطبع مجتبائی)

بلاتقید خدا تعالیٰ مالک ہے جو چاہے عطا کر دے وسیع الفضل ہے۔ فقیر کو غنی بنا دیتا ہے اسے خبر ہے کہ یہ چیز کس کے لائق ہے کہ اس سے اسے غنی بنا دے

۳ دوسری عبارت!

هذه الآية مشتملة على امهات المسائل الالهية فانها دالة على انه موجود واحد في الالهية متصف بالحيوة واجب الوجود لذاته موجد لغيره اذا لقيوم هو القائم بنفسه المقيم لغيره منزه عن التحيز والحلول مبرء عن التغير والفتور لا يعتريه ما يعتري الارواح مالك الملك والملكوت مبدع الاصول والفروع واسع الملك والقدرة كل ما يعلم ان يملك ولعيده (تفسیر بیضاوی صفحہ ۲۰۰ ۱۹۶۸ء)

یہ آیت الٰہیات کے بنیادی مسائل پر مشتمل ہے۔ کیونکہ یہ آیت دلالت کر رہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ہر جہت بلا کیف موجود ہے۔ ذاتی طور پر اس کا ہونا ضروری موجد لغیرہ ہے۔ جو ہر ہماری طرح مکانیت سے پاک ہے۔ کسی میں گھس کر رنگ بدلنے سے بھی پاک ہے۔ تغیر فتور سے بھی پاک ہے۔ ارواح کی طرح اسے کوئی چیز عارض نہیں ہوتی۔ مالک الملک والملکوت ہے۔ اصول و فروع کا موجد ہے ملک اور قدرت اس کی وسیع ہے

نویں دسویں صدی کے علماءِ اہلسنت کا مذہب

علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر جلالین میں رقمطراز ہیں۔

بقدرتك الخير والشر!

تیری قدرت کے ماتحت خیر و شر ہے!

گیارہویں صدی کے علماء اہلسنت کا مذہب

له التصرف فی السمٰوٰت و الارض بالایجاد والاختراع ونفوذ الامر فی جمیع مخلوقاته -
(تفسیر فتح القدیر)

ایجاد و اختراع کے ساتھ زمین و آسمانوں میں اسی کو تصرف کا حق ہے۔ اسی طرح اپنی جمیع مخلوقات میں حکم کے نافذ کرنے کا حقدار ہے۔!

بارہویں تیرہویں صدی کے علماء اہلسنت کا مذہب

له وحده ملك جمیع الموجودات والتصرف المطلق فیها ایجاداً واعداماً واحیاءً و اماتةً لا احد سواه استقلالاً ولا اشتراكاً -
(تفسیر روح المعانی [illegible] ۹۹)

جمیع موجودات کا ملک خاص خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور تصرف مطلق بھی موجود و معدوم کرنے کا، زندہ کرنے اور مارنے کا۔ کوئی اس کے سوا اس کا حقدار نہیں ہے نہ استقلالاً اور نہ اشتراکاً۔!

چودہویں صدی کے علماء اہل سنت کا مسلک

گذشتہ تفسیروں کی طرح تفسیر مظہری میں بھی وہی عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے سو معلوم ہوا کہ چودہ سو سال کے علماء اہل سنت حیات و ممات کا مالک نفع و نقصان کا مالک مدبر فی الامور اور مختار فی الافعال صرف خدا تعالیٰ کو

کو سمجھتے ہیں۔ اس صفت میں کسی کو بھی شریک نہیں سمجھتے، خواہ وہ چھوٹا ہو، یا بڑا۔ مگر افسوس کہ آج کل کے رسمی طور پر اہل سنت کہلانے والے چودہ سو سال کے علماء اہل سنت، نیز قرآن و حدیث مبارکہ کے خلاف ایک مذہب وضع کر کے اس کے پروپیگنڈے میں مست ہیں۔

اہلبدعت کے چند مغالطے اور انکے جوابات

پہلا مغالطہ اور اسکے جوابات

ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیھم ۔ (پ ۲۶)	بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو وہی اختیارات حاصل ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کو ہیں۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے حضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

جواب ۱ :۔ اس آیت میں کلی اختیارات کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے۔ ورنہ اپنے اختیار سے حضرت کریم حضرت عثمانؓ کو فوراً منگوا لیتے۔ نیز لوگوں کی جھوٹی افواہ پر اعتبار کر کے (کہ حضرت عثمانؓ قتل کئے گئے ہیں) صحابہ کرامؓ کو قربان ہو جانے پر مامور نہ فرماتے۔ نیز صلح حدیبیہ کے وقت مشرکین کے متعدد شرائط تسلیم نہ فرماتے۔

جواب ۲ :۔ یدُ اللہ کے لفظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے اسلیئے کہ ید اللہ اس آیت میں حضور علیہ السلام کے ہاتھ کو نہیں فرمایا گیا،

بلکہ ایک بشارت دی گئی ہے کہ جن کے ہاتھ حضورؐ کے ہاتھ میں آتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ ان کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں آ گئے ہیں۔ لہٰذا ہاتھ دینے والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے عہد پہ پختہ رہیں۔

جواب ۳: جس طرح قرآن مجید میں اطاعت رسول مقبولؐ کو اطاعت اللہ قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت محمد مصطفیٰؐ رسول اللہ ہیں۔ عین اللہ نہیں ہیں۔ اسی طرح عہد بالرسولؐ کو عہد باللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یَدُاللہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ کا مطلب معتبر تفاسیر کی روشنی میں

اب ہم معتبر تفسیروں کی عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ آپ پر واضح ہو جائے، کہ اہل بدعت کا یہ استدلال کسی بھی معتبر تفسیر میں موجود نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ جو مطلب اہلسنت اکابر کے خلاف ہو۔ وہ یقیناً ناقابلِ قبول ہے۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر ج ۸ صـ۷۵ میں لکھا ہے

ید اللہ نعمۃ اللہ علیہم!	ید اللہ سے مراد نعمت اللہ ہے۔ جو کہ ان پر ہوئی!
نصرتہ ایاھم اقوی واعلیٰ من نصرتہم ایاہ!	خدا تعالیٰ کا ان کی امداد کرنا اقوی اور اعلیٰ ہے۔ ان کی نصرت سے، جو انہوں نے خدا کے دین کی کی ہے

اب ذرا صاحب روح المعانی کے ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیے

فرماتے ہیں :-

ید اللہ فوق ایدیہم ای هو حاضر معهم یسمع اقوالهم و یری مکانهم و یعلم ضمائرهم وظواهرهم فهو تعالی هو المبایع بواسطة الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(روح المعانی ج ۹ ص ۱۸۵)

یعنی اللہ تعالے بیعت کرنے والوں کے ساتھ حاضر ہے ان کے قول سنتا ہے۔ اور ان کے مکان دیکھتا ہے۔ اور ان کے دلوں کے راز جانتا ہے۔ پس اللہ تعالے مبایع بواسطہ الرسول ہے۔!

(ف) لفظ واسطہ ذکر کر کے صاحب روح المعانی نے اہلبدعت کے ظنون تخیل کو ھباءً منثوراً بنا دیا ہے۔

اہلبدعت پر ایک اعتراض

برائے کرم ذیل کی حدیث کا ترجمہ کر کے جواب دیجئے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سل سیفه فی سبیل اللہ فقد بایع اللہ -!

(روح المعانی ج ۹ ص ۱۸۵)

حضرت ابوہریرۃ نے فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جس نے تلوار اللہ تعالے کے راستے میں کھینچی ہے۔ پس اس نے خدا تعالیٰ سے بیعت کی ہے۔!

دیکھئے! ظاہر میں ہاتھ تلوار پر ہے۔ اور بیعت خدا سے .... ہو رہی ہے ....

.... فتدبر ....

تفسیر ابو السعود کی تحقیق

ید اللہ فوق ایدیہم والمعنی ان عقد المیثاق مع الرسول کعقدہ مع اللہ من غیر تفاوت کقولہ تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ وقد تم ای لما یبایعون اللہ ای لاجلہ ولوجہہ۔

(تفسیر ابو السعود برحاشیہ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳)

معنی یہ ہے کہ بلاشبہ عقد میثاق جو حضرت کے ساتھ کیا گیا ہے یہ ایسا ہے، جیسا کہ خدا کے ساتھ کیا جائے جیسا ہے کہ جو حضور کی اطاعت کرتا ہے۔ پس اس نے خدا کی اطاعت کی۔ یعنی یہ سبب بن گیا خدا کے ساتھ عہد کا۔!

دوسرا مغالطہ اور اسکے جوابات!

ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (پ ۹) — اور نہیں پھینکا آپ نے جس وقت پھینکا ہے لیکن خدا نے پھینکا ہے!

طرز استدلال :- جنگ بدر میں حضرت کریم نے ایک مٹھی مٹی کی لشکر دشمنوں کی طرف پھینکی تھی۔ جو کہ سب دشمنوں کی آنکھوں میں جا پڑی اس پر پروردگار عالم نے فرمایا کہ آپ نے نہیں پھینکی اللہ تعالیٰ نے پھینکی ہے۔ معلوم ہوا کہ فعل رسول فعل اللہ ہے۔ اور جب یہ مقام حضور علیہ السلام کو حاصل ہوا تو ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کے سارے اختیارات بھی آپ کو حاصل ہیں۔

جواب ۱ :- بظاہر بشری طاقت کے خلاف تھا کہ ایک مٹھی بھر

منیٰ سب تک پہنچ جائے۔ چونکہ حضور علیہ السلام کو تائیدِ ایزدی حاصل تھی
اس لئے پروردگارِ عالم نے حضرت کے فعل کمان کی استطاعت تک
بند رکھتے ہوئے آپ کی رمی کو کالعدم قرار دیکر اپنی تائید کا اظہار فرمایا
کہ پھینکنا آپ کا کام تھا اور سب کے آنکھوں میں ڈال دینا یہ میرا کام تھا۔
نہ تو اس میں فعلِ رسولِ خدا کو فعلِ خدا قرار دیا گیا ہے۔ اور نہ کلی اختیار
کے حصول کی طرف اشارہ ہے۔ ویسے خوامخواہ پیچ و تاب سے مطلب برآری
کی خاطر قرآن مجید کے مفہوم کو بدل دیا جائے تو اس جیسا ظلم اور کوئی نہیں ہے!
جواب ۲ :۔ یہ طریقہ قرآن مجید میں عام طور پر موجود ہے کہ چور جہاں
سے قرآن مجید میں مداخلت کرتا ہے تو قرآن مجید اسی سطر میں یا اسی
رکوع میں اس کی سرقت کو بے نقاب کر دیتا ہے۔
چنانچہ یہاں بھی قرآن مجید نے اہل بدعت کے حیلوں، بہانوں
کو خوب بے نقاب کیا ہے جبکہ اسی آیت کے ابتدا میں موجود ہے۔

فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم۔ ! ۸/۱۷	اے صحابہ کرام! پس تم نے ان مشرکوں کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا ہے۔ !

چونکہ صحابہ کرام کی تعداد قلیل تھی اور کفار کی تعداد کثیر تھی۔ اسلئے
اظہار نعمت کے طور پر مالکِ کائنات نے فرمایا کہ اے صحابہ کرام!
جنگ کرنا تمہارا کام تھا اور قتل کرنا میرا کام تھا۔
پس جس طرح وہاں رمی رسول کو رمی خدا قرار دیا گیا ہے یہاں بھی
صحابہ کرام کے جہاد کو جہادِ خداوندی قرار دیا گیا ہے۔ اہل بدعت حضرات
جانتے ہیں کہ نہ تو یہاں صحابہ عینِ خدا اور نہ وہاں رسول مقبول عینِ خدا ہے

نہ یہاں صحابہ مختار کائنات ہیں اور نہ حضورؐ کی ذات گرامی۔ مختار کل وہی ہے جس نے اپنے حق میں روز اول سے اعلان فرمایا "یخلق ما یشاء و یختار" !

مفسر ابن کثیر اور بیانِ مطلب

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ای ھو الذی بلغ ذلک الیھم وکبتھم بھا لا انت ! (تفسیر ابن کثیر ص۲۹۵)	یعنی خدا تعالیٰ نے یہ مٹی مشرکین تک پہنچا دی۔ اور ان کو ان سے ذلیل و رسوا کیا ہے۔ نہ کہ آپ نے اے محمد مصطفےٰ ! (صلی اللہ علیہ وسلم)

بدنی عبادت کے تحت مسائل کی تحقیق

پہلا مسئلہ، امداد کیلئے پکارنا

واضح رہے کہ بعض تو وہ امور ہیں، جو بندوں کے اختیار میں ہیں اور بعض وہ ہیں جو محض خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ جو امور بندوں کے اختیار میں ہیں۔ ان کے متعلق بندوں سے امداد طلب کرنا شرک نہیں ہے۔

عربی اصطلاح میں اسے ماتحت الاسباب سے تعبیر کیا جاتا ہے ـــــ اور ان امور کو جو صرف خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں بندوں کو ان میں ذرا بھر بھی دخل نہیں ہے ان کو مافوق الاسباب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسے امور خدا تعالیٰ سے مانگنے چاہئیں۔ اگر کسی اور

کو ان امور کا متولی سمجھ کر نیز عالم الغیب تصور کر کے امداد کے لئے پکارا جائے تو اہل السُّنۃ والجماعت کے نزدیک شرک ہو گا۔

ترتیب مضامین

سب سے پہلے قرآن مجید کی وہ آیتیں پیش کی جائیں گی جن سے صراحۃً غیر اللہ کو پکارنے کی منع ثابت ہوگی۔ بعد میں انبیاء علیہم السلام کا اس سلسلہ میں مذہب اور دستور العمل قرآنی آیات سے پیش کیا جائے گا۔ بعدہٗ چودہ سو سال کے محققین اہلسنت کے اقوال بصورت مذہب پیش کئے جائیں گے۔ آخر میں اہلبدعت کے مغالطوں کے جوابات پیشِ خدمت ہوں گے۔

قرآنی آیات سے استدلال

پہلی دلیل

ایاک نعبد وایاک نستعین۔ ! پ ۱ فاتحہ	ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

طرزِ استدلال :۔ خدا تعالےٰ نے سورۂ فاتحہ میں مسلمانوں کو ہر نماز میں اس عہد کی تجدید کا حکم دیا ہے۔۔ کہ بہرحال اقرار میں سرشار رہیں۔ اور میرے بغیر کسی کو حاجت روا، قادر و مختار سمجھ کر امداد و استعانت کے لئے نہ پکاریں۔ !

دوسری دلیل

۱۳ قل ارایتکم ان اتکم عذاب اللہ او اتتکم الساعۃ اغیر اللہ تدعون ان کنتم صدقین بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء وتنسون ما تشرکون۔ ! (انعام)

فرما دیجئے اے محبوب! تم مجھے بتاؤ توسہی۔ اگر تمہارے پاس خدا کا عذاب یا قیامت آجائے۔ کیا خدا کے بغیر کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے ہو بلکہ خاص اللہ کو پکارنا پڑیگا پس وہی تمہاری مشکلیں حل کریگا۔ اگر اس نے چاہا تو۔ اور بھول جاؤگے جو کہ تم شریک بناتے تھے!

طرز استدلال:۔ پروردگار عالم نے تصریح کی ہے کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کی حاجت روائی فرماتے ہیں۔ بلکہ منکرین۔ مشرکین اور معاندین کی بھی مشکل کشائی فرماتے ہیں۔ خواہ وہ اس بات کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ جب ہر مشکل میں کام وہی آنے گا۔ تو پکارنا بھی اسے چاہیئے

اظہارِ شکایت بر مشرکین

۱۳

تیسری دلیل

یدعوا من دون اللہ ما لا یضرہ وما لا ینفعہ ذلک ھو الضلل البعید (حج)

پکارتا ہے خدا کے بغیر جو کہ نہ اسے نقصان دے سکے اور نہ نفع یہی تو گمراہی ہے بعید!

لہٰذا استدلال :۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فیصلے کے طور پر اعلان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ نہ تو کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ پس عالم الغیب اور متصرف سمجھ کر غیر اللہ کو پکارنا سراسر گمراہی ہے

چوتھی دلیل

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء (النمل)	بھلا کون پریشان کو بوقت پکار جواب دیتا ہے اور کون مشکلیں حل کرتا ہے۔

(ف) خدا تعالیٰ کا یہ سوالیہ فقرہ یقیناً جواب کے لائق ہے۔ ہر انسان کو چاہیئے کہ اس کا جواب قرآنی آیات کی روشنی میں دینے کیلئے تیار ہو جائے۔ اور جواب یہی ہے کہ اللہ ہی حل کرتا ہے۔

پانچویں دلیل

ولا تدع مع اللہ الٰہا آخر لا الٰہ الا اللہ ھو کل شیئ ھالک الا وجہہ لہ الحکم و الیہ ترجعون (القصص)	اور نہ پکار خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو مشکلکشا مان کر اسلئے کہ خدا کے بغیر کوئی مشکلیں حل نہیں کرتا۔ ہر چیز بغیر خدا کی ذات کے ختم ہونیوالی ہے۔ اسی کا حکم چلیگا اور وہی تمہارا مرجع ہے

(ف) غیب دان سمجھ کر غیر اللہ کو پکارنے سے صراحۃً منع کیا گیا ہے۔

چھٹی دلیل

قل ادعوا الذین زعمتم	فرما دیجئے! پکارو تو سہی ان لوگوں کو

من دون الله لا یملکون مثقال ذرة فی السمٰوٰت ولا فی الارض وما لهم فیهما من شرك وما له منهم من ظهیر ۝۲۲ (السبا)	جن کو خدا تعالیٰ کے بغیر تم نے حاجت روا سمجھ رکھا ہے۔ آسمان اور زمین میں ذرے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اور نہ ان کی ان میں شرکت ہے اور نہ اس کا ان میں سے کوئی امدادی ہے۔

(ف) جب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ذرہ بھر نفع نقصان کا مالک نہیں ہے۔ تو نفع نقصان کے لئے غیر کو متصرف اور غیب دان سمجھ کر پکارنا یقیناً ناجائز ہے۔

ساتویں دلیل

والذین تدعون من دونه ما یملکون من قطمیر ۝۱۳ (فاطر)	اور جن کو تم خدا تعالیٰ کے بغیر پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ !

(ف) مطلب واضح ہے۔ عیاں راچہ بیاں !

آٹھویں دلیل

والذین یدعون من دونه لا یقضون بشیئ هو الحی لا اله الا هو فادعوه مخلصین له	اور جن کو تم پکارتے ہو خدا کے سوا کچھ بھی تمہارے حق میں فیصلہ نہیں کر سکتے وہی زندہ ہے۔ اس کے بغیر کوئی پکارنے کے لائق نہیں۔ پس

الدین لاکہ (مومن) | اسی کو پکے دیندار بن کر پکارو۔!

نویں دلیل

قل ارایتم ما تدعون من دون اللہ ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لھم شرک فی السموت ایتونی بکتب من قبل ھذا او اثرۃ من علم ان کنتم صدقین (الاحقاف)	فرما دیجئے! ذرا مجھے بتاؤ تو سہی جنہیں تم خدا کے بغیر پکارتے ہو۔ دکھاؤ تو سہی انہوں نے زمین سے کیا پیدا کیا ہے۔ کیا ان کی شرکت ہے خدا کے ساتھ آسمانوں میں! لے آؤ میرے پاس کوئی پہلے کا پڑھا، یا کوئی ملفوظ اگر تم سچے ہو۔!

دسویں دلیل

ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وھم عن دعائھم غفلون واذا حشر الناس کانوا لھم اعداء وکانوا بعبادتھم کفرین (الاحقاف)	اور کون اس شخص سے زیادہ گمراہ ہے جو خدا کے بغیر ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے۔ اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں۔ اور جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی پرستش کا انکار کریں گے۔

طرز استدلال:۔ قرآن کا فرمان ہے کہ غائبانہ طور پر جنکو حاجت روائی

کے لئے پکارتے ہیں، اُن کو ان کی پکار کی خبر نہیں ہے۔ اور جب ان کو قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ انہوں نے حاجت روائی کے لیے دنیا میں ہمیں پکارا تھا۔ تو وہ دشمن بن جائیں گے۔

گیارہویں دلیل

ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم فادعوھم فلیستجیبوا لکم ان کنتم صٰدقین (اعراف ۱۹۴)	بے شک جن کو تم خدا تعالیٰ کے بغیر پکارتے ہو خدا کے علاوہ تمہاری طرح بندے ہیں۔ پس تم انہیں پکارو وہ جواب دیں تمہیں اگر تم سچے ہو۔

بارہویں دلیل

والذین تدعون من دونہ لا یستطیعون نصرکم ولا انفسہم ینصرون (الاعراف ۱۹۷)	جن کو تم پکارتے ہو، نہ تو وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی!

تیرہویں دلیل

قل یایہا الناس ان کنتم فی شک من دینی فلا اعبد الذین تعبدون من دون اللہ ولکن اعبد اللہ الذی یتوفکم	فرما دیجئے اے لوگو! اگر تم کو میرے مذہب میں شک ہے۔ پس میں نہیں عبادت کرتا۔ جن کی خدا کے بغیر پوجا کرتے ہو۔ لیکن میں اس کی عبادت کروں گا جس کے

وامرت ان اکون من المؤمنین وان اقم وجھک للدین حنیفا ولا تکونن من المشرکین ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظلمین وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ یصیب بہ من یشاء من عبادہ وھو الغفور الرحیم (یونس)

ہاتھ میں تمہاری موت ہے۔ اور مجھے مومن رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ دین پر پختہ رہنا۔ اور شرک نہ کرنا۔ اور خدا کے بغیر جو تجھے نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان، کسی کو نہ پکارنا اگر تو نے ایسا کیا تو تو ظالموں کی صف میں سے ہوگا۔ اور اگر اللہ تجھے تکلیف دیدے تو کھولنے والا اس کے بغیر کوئی نہیں۔ اور اگر بھلائی کا ارادہ کرے تو ردکرنیوالا کوئی نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے رحم کر دیتا ہے اور وہ غفور رحیم ہے۔!

طرز استدلال:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں حسب ذیل باتوں کا اعلان فرمایا:۔

۱۔ میں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرتا ہوں، نہ کروں گا۔

۲۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایماندار رہوں۔ اور شرک کا ارتکاب ہرگز ہرگز نہ کروں۔

۳۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ بغیر خدا تعالیٰ کے غیب دان سمجھ کر کسی کو امداد کے لئے نہ پکاروں۔

۱۳:۔ خدا تعالےٰ اگر تکلیف دے تو کوئی اسے دفع نہیں کر سکتا۔ اور اگر رحمت کرے تو اسے رد کرنے والا کوئی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں پکارنا بھی اُسے چاہیئے جس کے ہاتھ میں سارے خزانے ہیں۔

چودھویں دلیل

۱۳ له دعوة الحق والذين يدعون من دونه لا يستجيبون لهم بشيئ الا كباسط كفيه الى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه وما دعاء الكفرين الا في ضلل ۔ (الرعد)

خاص اسی کے لئے پکار سچی۔ اور جو لوگ خدا کے بغیر اوروں کو پکارتے پھرتے ہیں وہ ان کی حاجت ملاًی نہیں کر سکتے۔ مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلاتا ہے تاکہ پانی اس کے منہ میں پہنچ جائے۔ حالانکہ وہ نہیں پہنچ سکتا ایسے کافروں کی پکار گمراہی میں ہے۔

طرزِ استدلال:۔ حق پرست وہی ہے جو مصیبت میں خدا تعالیٰ کو پکارتا ہے۔ ورنہ جس طرح پانی اڑ کر پینے والے کے منہ میں نہیں آسکتا اسی طرح خدا تعالےٰ کے بغیر کسی سے امداد نہیں مل سکتی۔

"وما دعاء الكفرين الا في ضلل" کے ترجمے کو ناظرین غور سے پڑھیں۔ اور سوچیں کہ دربارِ ربوبیت کے کارالاستمداد سے غیر اللہ کے پکارنے والوں کیلئے کونسا فتویٰ صادر ہوتا ہے۔

پندرھویں دلیل

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ۝ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون ۔ (پ ۱۴ النحل)

اور جن کو خدا کے بغیر پکارتے ہوئے کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے۔ وہ خود مخلوق ہیں، فانی ہیں، زندہ جاوید نہیں۔ ان کو تو دن قیامت کی بھی خبر نہیں کہ کب آئے گا۔

(ف) معلوم ہوا کہ پکارنا اسے چاہیئے، جو نہ مخلوق ہو — اور نہ ہی لقمۂ اجل بن سکے۔

سولھویں دلیل

قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا (پ ۱۵ بنی اسرائیل)

فرما دیجئے جن کو تم نے خدا کے بغیر کارساز سمجھا ہوا ہے پکارو۔ پس وہ نہ تمہاری مصیبت دفع کر سکتے ہیں اور نہ مصیبت پھیر سکتے ہیں

(ف) اگر غیر اللہ نہ تکلیفیں دفع کر سکتے ہیں اور نہ ایک سے بیماری کو اٹھا کر دوسرے پر ڈال سکتے ہیں۔ تو پکارنے کا کوئی بھی فائدہ مرتب ہو سکتا ہے۔؟

سترھویں دلیل

فلا تدع مع اللہ الٰھا آخر فتکون من المعذبین

اور نہ پکار خدا کے ساتھ کسی اور کو الٰہ سمجھ کر۔ ورنہ اے انسان! تو

(والشعراء) | عذاب میں مبتلا ہونیوالوں سے ہوگا۔

ان سترہ آیات سے صرف اتنا قدر عقیدہ ثابت ہوا کہ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قضائے حاجات کے لئے اُسے پکارو۔ جب خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ تو ان کا پکارنا بھی بے سود ہے۔

جو بھی حاجت روائی ہوتی ہے، وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ مشرکین غلط فہمی کا شکار ہو کر اوروں سے سمجھ لیتے ہیں اب ذیل میں قرآن مجید سے انبیاء علیہم السلام کا مذہب پیش کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بھی تکلیفوں اور مصیبتوں میں صرف خدا تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ حالانکہ ان سے پہلے بھی پیغمبر گذر چکے تھے۔ اگر ان کے مذہب میں خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی اور فریاد رس ہوتا۔ تو ضرور کسی نہ کسی وقت کسی برگزیدہ پیغمبر کو پکار کر حاجت روائی کرا لیتے۔ حالانکہ اُن سے ساری زندگی میں ایک مرتبہ بھی اس قسم کا واقعہ ثابت نہیں ہے اب انبیاء علیہم السلام کا دستور العمل ملاحظہ فرمائیے۔

اٹھارہویں دلیل

حضرت آدم علیہ السلام کا مذہب

جب سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام نے اکل شجرہ کا ارتکاب کیا تو پروردگار عالم نے فرمایا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت کے پھل کھانے سے منع نہ کیا تھا۔ پس اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے پروردگار عالم کی بارگاہ میں فریاد کی۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین ۲۳ (اعراف)	اے ہمارے پالنے والے ہم نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے۔ اگر آپ نے ہم سے درگذر نہ فرمایا اور ہمیں نظرِ عطوفت سے نہ دیکھا، تو یقیناً ہم خسارے میں جا پڑیں گے۔

جب آدم علیہ السلام نے بوقتِ مصیبت رب کو پکارا، تو اولادِ آدم کو بھی چاہیئے کہ وہ بوقتِ مصیبت اپنے باپ کی طرح صرف خدا تعالےٰ کو پکارتے رہیں۔

انیسویں دلیل

حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اولاد کیلئے رب العلمین کو پکارا تھا

۱:- کھیٰعص ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا اذ نادی ربہ ندآءً خفیا ۳ (مریم)	تیرے رب کی رحمت کا ذکر ہے۔ اس کے بندے زکریا پر۔ جبکہ زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو آہستہ آواز سے پکارا۔!
۲:- ھنالک دعا زکریا ربہ قال رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ ۳۸ (آل عمران)	اسی وقت زکریا نے اپنے رب کو پکارا۔ عرض کیا اے میرے رب! مجھے عطا کر اپنی طرف سے پاک اولاد!
۳:- وزکریا اذ نادی ربہ رب لا تذرنی فردًا وانت خیر الوارثین ۸۹ (الانبیاء)	اور زکریا نے جب اپنے رب کو پکارا اے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ۔ اور تو بہتر وارث بننے ہے۔!

بیسویں دلیل

ابراہیم علیہ السلام نے بھی بیوی سے وداع ہوتے وقت اللہ کو پکارا!

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ۔ (ابراہیم)

اے ہمارے پالنے والے! میں نے اپنی ذریت کو تیرے عزت والے گھر کے قریب ایک غیر آباد وادی میں چھوڑ کر جا رہا ہوں ۔!

اکیسویں دلیل

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی بحر متلاطم الامواج میں کشتی میں سوار ہونیکے باوجود سلامتی کے لئے رب کو پکارا!

رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین (المؤمنون)

اے رب مجھے منزل مبارک میں اتارنا۔ اور تو بہتر اتارنے والوں میں سے ہے۔

بائیسویں دلیل

حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی تکلیف میں رب العلمین کو پکارا تھا!

وایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین فاستجبنا لہ فکشفنا ما بہ

اور حضرت ایوب نے جبکہ اپنے مالک کو پکارا اور کہا کہ مجھے تکلیف پہنچ چکی ہے۔ اور تو ارحم الراحمین ہے پس ہم نے ان کی پکار اور دعا کو

من ضر - ۸۴ (الانبیاء) | قبول کیا پس ہم نے انکی تکلیف دفع کر دی!

تیسویں دلیل

یونس علیہ السلام نے بھی مچھلی کے پیٹ میں خدا تعالےٰ کو پکارا تھا

فنادی فی الظلمٰت ان لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین ۸۷ فاستجبنا لہ و نجینٰہ من الغم وکذٰلک ننجی المؤمنین ۸۸! (الانبیاء)	پس پکارا حضرت یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں یہ کہ تیرے بغیر بچانیوالا کوئی نہیں ہے۔ تیری ذات پاک ہے۔ بلاشبہ میں تھا اپنے خیال میں زیادتی کرنے والوں سے۔ پس ہم نے دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی۔ اور اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں!

(ف) گذشتہ سترہ آیات اور انبیاء علیہم السلام کے دستور العمل سے آپ نے معلوم کر لیا کہ تمام پیغمبروں نے مصیبتوں کیوقت نجات کے لئے صرف خدا تعالےٰ کی ذات کو پکارا۔ اور خدا تعالےٰ نے ہی ان کی حاجت روائی فرمائی۔

پس اگر خدا تعالےٰ کے بغیر کسی اور سے غائبانہ طور پر امداد طلب کرنا جائز ہوتا تو ہر پیغمبر اپنے سے پہلے پیغمبر سے ضرور امداد طلب کرتا۔ اور ان کو حاجت روائی کے لئے پکارتا۔ پس ظالم اور مشرک ہے، وہ انسان جو خدا تعالےٰ کے بغیر اوروں کو۔

❖ ❖ ❖

چوبیسویں دلیل

حضور علیہ السلام کا اپنا دستور العمل

۱ عن ابی طلحۃ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ فلقی العدو فسمعتہ یقول یا مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین قال فلقد رأیت الرجال تصرع تضربھا الملائکۃ من بین یدیھا ومن خلفھا (تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۱۴)

ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ ہم حضور کیساتھ ایک جنگ میں تھے کہ حضور کے سامنے دشمن آگیا۔ پس میں نے حضرت سے سنا۔ فرما رہے تھے اے مالک یوم الدین! ہم خاص تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ پس میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بھاگ رہے تھے اور فرشتے ان کو آگے پیچھے مار رہے تھے

(ف) دشمن کے مقابلہ میں حضور علیہ السلام نے بھی خدا تعالےٰ کو امداد کے لئے پکارا۔ مگر آجکل کا رسمی۔۔۔ دوسروں کو پکارنے پر زور دے رہا ہے۔

پچیسویں دلیل

بارش کے لئے حضرت کریمؐ نے خدا تعالےٰ کو پکارا۔

۱ اللھم انت اللہ لا الٰہ الا انت الغنی ونحن الفقراء انزل علینا الغیث (تفسیر درمنثور ص ۱۴ ج ۱)

اے اللہ! تو وہ ذات ہے کہ جس کے بغیر کوئی کارساز نہیں تو بے پرواہ ہے۔ اور ہم تیرے محتاج ہیں۔ ہم پر تو بارش

کیا اِس قدر آیات اور نبوی ارشادات نیز آپ کے تصریحی دستور العمل معلوم ہو جانے کے بعد بھی یہ مسئلہ پردۂ خفا میں رہ جاتا ہے۔ کہ مصائب کے دفع کرنے کے لئے کِس کو پکارا جائے ؟

ہم نے دلائل و براہین بیان کر کے اتمام حجت کر دیا ہے ۔ کہ غیب دان اور متصرف سمجھ کر پکارنا عبادت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عبادت خدا تعالےٰ کے بغیر کسی اور کی کرنا شرک ہے ۔ اب ہم چودہ سو سال کے علماء اہل سُنت کے ارشادات بصورت مذہب نقل کرتے ہیں۔

پہلی اور دوسری صدی کے علماء اہلسنت

امام الفقہا قدوۃ المجتہدین حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کا مذہب عقیدہ

کتاب الغرائب فی تحقیق المذاہب میں لکھا ہے کہ :-

حضرت امام اعظمؒ نے ایک انسان کو دیکھا کہ وہ بزرگوں کی قبروں پر جا کر اُن سے کلام کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کیا تم کو علم ہے کہ، میں تمہارے پاس کئی مہینوں سے آرہا ہوں۔ تم میرے لئے دُعا کرو۔

حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا:-

هل اجابوا لك قال لا فقال سحقاً لك وتربت يداك كيف تكلم اجساداً لا يستطيعون جوابا ولا يملكون شيئا۔ (الجالہ سیاتہ الانسان مطبع احمدی ۱۳۰۲ھ ص ۱۷۷)

کیا انہوں نے تجھے جواب دیا ہے اس نے جواب دیا نہیں۔ پس حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا، تیرے لئے تباہی ہو۔ اور تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ کس طرح تو بات کر رہا ہے ایسے اجسام کے ساتھ جو جواب کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ کسی چیز کے مالک ہیں۔

حضرت امام صاحب کا یہ فتویٰ ہر مدعی حنفیت کے لئے ایک مشعلِ راہ ہے۔ حنفی اہلسنت کہلا کر مسئلہ توحید میں امام صاحب کو چھوڑ جانے والا یقیناً ابوحنیفہ کا باغی ہے۔

ستائیسویں دلیل

تیسری چوتھی صدی کے علماء اہلسنت مفسرین کا مذہب

امام کبیر علامہ شہیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ کا مذہب!

۱۱۔ الذی یفعل ھٰذہ الافعال معبودکم ایھا الناس الذی لا تصلح العبادۃ الا لہ وھو اللہ ربکم	جو خدا ایسے انقلاب برپا کر سکتا ہے وہی تمہارا معبود ہے۔ اے لوگو! عبادت کی صلاحیت خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں رکھتا وہی تمہارا رب ہے (لہٰذا اسی کو پکارو)

اٹھائیسویں دلیل

۱۲۔ لہ الملک التام الذی لا شیئ الا وھو فی ملکہ وسلطانہ۔ (تفسیر ابن جریر طبری ص۲۳ ج۲۲)	ملک تمام اسی ذات کا ہے جس کے ملک اور سلطنت میں سب چیزیں ہیں۔

علامہ طبریؒ نے یہ بتا دیا کہ پکار کے لائق وہی ہو سکتا ہے۔ جس میں مذکورہ صفتیں پائی جائیں۔ اور جو ان صفات سے معرّیٰ ہو۔ وہ نہ تو امداد کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کو پکارنے سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے

انتیسویں دلیل

پانچویں وچھٹی صدی کے علماء اہلسنت ○ علامہ فخر الدین رازی کا مسلک

لہ الملک کلہ فلا معبود الا ھو لذاتہ الکامل و	سارا ملک خدا کا ہے۔ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اسلئے کہ وہ مالک

لكونه مالكا والمالك
مخدوم بقدر ملكه فاذا
كان له الملك كله
فله العبادة كلها
ثم بين ما ينافي
صفة الالهية وهو
قوله والذين تدعون
من دونه ما يملكون
من قطمير (تفسیر کبیر ص ۲۵)

اور مالک مخدوم ہوتا ہے، جتنا کہ اس
کا ملک ہو۔ پس جب سارا ملک
اس کا ہے۔ تو ہر قسم کی عبادت جس
میں پکار بھی شامل ہے) اس کے لئے
ہو گی۔ اس کے بعد خدا تعالے نے
وہ چیز بیان فرمائی ہے جو اس کی
الہیت کے منافی ہے۔ کہ جن کو تم
پکارتے ہو، وہ گٹھلی کے چھلکے کے
مالک بھی نہیں ہیں۔

جب گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں تو تمہاری حاجات بر آری کیسے
کرسکیں گے۔ پس اسے پکارو جو سب اشیاء کا مالک (حقیقی کارساز ہے

تیسری دلیل

علامہ محی السنۃ بغوی ۵۱۶ھ کا مذہب

قال الله تعالى قل ادعوا
الذين زعمتم انهم
الهة من دونه فلا يملكون
كشف الضر عنكم اى الجوع
والقحط ولا تحويلا الى غيركم
او تحويل الحال من العسر الى
اليسر (معالم التنزیل برحاشیہ خازن ج ۴ ص ۱۳۲)

پس فرمایا اللہ تعالے نے، فرما دیجئے
پکارو جن کو تم نے بنا رکھا ہے خدا
کے بغیر معبود۔ پس تم سے مصیبتیں
دور کرنے کے مالک و مختار
نہیں ہیں، کہ بھوک، قحط، مرض
دفع کریں۔ اور نہ پھیر کر کسی اور کو
دیویں یا تکلیف سے نکال کر خوشحال بنا دیں

اکتیسویں دلیل

صاحب تفسیر کشاف ۵۲۸ھ کا مذہب!

فهم لا یستطیعون ان یکشفوا عنکم الضر من مرض او فقر او عذاب ولا ان یحولوه من واحد الی آخر او یبدلوه۔
(تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۹۰ مطبع الکبری الامیریہ)

پس وہ مرض و فقر دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ایک سے پھیر کر دوسرے پر مار سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔!

بتیسویں دلیل

ساتویں صدی کے علمائے اہلسنت کا مذہب ○ علامہ بیضاوی کا مذہب

وقال البیضاوی المراد ان الذین زعمتم انها آلهة من دونه کالملائکة والمسیح وعزیر لا یملکون کشف الضر
(تفسیر مظہری ص ۵۳)

علامہ بیضاوی نے فرمایا۔ مراد یہ ہے کہ جن کو معبود بنا کر خدا کے سوا پکارتے ہو، مثلاً فرشتوں کو، مسیح علیہ السلام کو، عزیر علیہ السلام کو۔ وہ تم سے تکلیفیں دور نہیں کر سکتے

تینتیسویں دلیل

علامہ علاؤ الدین ۷۲۵ھ البغدادی الخازن کا مذہب

فقال الله عز وجل قل ادعوا الذین زعمتم انهم آلهة

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جن کے متعلق تمہارا خیال ہے، کہ یہ

من دونه فلا یملکون کشف الضر عنکم ای الجوع والقحط ولا تحویلا الی غیرکم او تحویل الحال من العسر الی الیسر (تفسیر خازن پ ۱۵ ص ۱۳۲)

تمہارے حاجت روا ہیں. ذرا ان کو پکارو تو سہی. یقیناً وہ تم سے تکلیفیں مثلاً بھوک قحط دور نہیں کرسکتے ہیں اور نہ ہیر پھیر کرسکتے ہیں

چونتیسویں دلیل

آٹھویں صدی کے علمائے اہلسنت کا مسلک ○ حافظ عماد الدین ابن کثیر ۷۷۴ھ کا مذہب

۱:- والمعنی ان الذی یقدر علی ذلك هو الله وحده لا شریك له الذی له الخلق والامر (تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان ص ۹۰ ج ۶)

مطلب یہ کہ نفع و نقصان کا مالک اور اس پر قادر فقط خدا تعالے ہے جو کہ واحد لاشریک لہٗ ہے- اسی کے ہاتھ میں خلق ہے اور امر ہے.

فعلیٰ ہذا مصائب میں صرف اسے پکارو. بلکہ علامہ ابن کثیر تو مخلوق کا عجز اور خدا تعالے کی قدرت کا نقشہ دکھاتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:-

پنتیسویں دلیل

۲:- فجمیع الموجودات مفتقرة الیه وهو غنی عنها ولا قوام بدون امرہٖ (تفسیر ابن کثیر مصری ص ۳۱۰ ج ۱)

سب موجودات اس کی طرف محتاج ہے. وہ بے پرواہ. اس کے حکم کے بغیر قوام نہیں ہے.

چھتیسویں دلیل

۳:- ص ۳۹۱ ج ۱ میں لکھتے ہیں :-

ای الجمیع ملکہ و خلقہ و جمیع مافیہما عبیدہ وہم تحت تدبیرہ وتصریفہ وہو وکیل کل شیئ ۔ ا

سب ملک و خلق اسی کا ہے اور جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے اسی خدا کے بندے ہیں ۔ سی کی تدبیر اور تصرف میں ہیں ۔ لہذا امداد و اعانت کیلئے اس کے بغیر کسی کو نہ پکارا جائے ۔ !

نویں صدی کے علماء اہلسنت

علامہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

ایاک نعبد وا یاک نستعین ای نخصک بالعبادۃ من توحید وغیرہ ونطلب منک المعونۃ علی العبادۃ وغیرھا ۔ ! (جلالین ص۳)

خاص تیری عبادت کرتے اور خاص تجھ سے مدد مانگتے ہیں ۔ یعنی ہم آپ کو ہی عبادت کیساتھ خاص کرتے ہیں توحید وغیرہ سے اور ہم طلب کرتے ہیں آپ سے امداد عبادت اور باقی امور پر ۔ !

دسویں اور گیارہویں صدی کے فاضل اہل السنۃ والجماعۃ

علامہ علی القاری سنہ ۱۰۱۶ھ کا مذہب

انما جاء الانبیاء لبیان التوحید و تبیان التفرید ولذا اطبقت کلمتہم

انبیاء علیہم السلام توحید و تفرید بیان کرنے اور اس کی تفصیل کرنے کے لئے آئے ہیں ۔ اس لئے ان

واجمعت حجتهم
على كلمة لا إله إلا الله
ولم يؤمروا بان يأمروا
اهل ملتهم بان يقولوا
الله موجود بل قصدوا
اظهار ان غيره ليس
معبود ردًا لما
توهموا او تخيلوا
حيث قالوا هؤلاء
شفعاؤنا عند الله -:
(شرح فقہ اکبر ص۱۱)

سب کا کلمہ اور ان سب کی حجت
ایک ہے اور وہ لا الٰہ الا اللہ ہے
اور ان کو صرف خدا تعالیٰ کی ہستی
اور موجود ہونے کے اعلان کا حکم نہیں
کیا گیا، بلکہ اس کا اعلان کریں کہ
غیر اللہ ہرگز معبود نہیں بن سکتا
اور اس سے ان کی تردید مقصود ہے
جن کے دماغوں میں یہ وہم اور
تخیل سمایا ہوا ہے کہ جن کو ہم
پکارتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ سے
ہمارے کام کرا دیتے ہیں۔

بارہویں صدی کے علماء اہلسنت کا مذہب

۱:- ولا تدع من دون الله
استقلالاً ولا اشتراكاً مالا ينفعك
بنفسه اذا دعوته بدفع
مكروه او جلب محبوب
(تفسیر روح المعانی ص۱۹۵ ج ۱۱)

اور نہ پکار خدا تعالیٰ کے سوا کسی
کو- نہ استقلالاً اور نہ اشتراکاً- کہ
جب تو اسے پکارے تو وہ بذاتہٖ
نہ تو مکروہ کو دفع کر سکے اور محبوب
کو لا سکے۔

۲:- اذ شرط استحقاقها القدرة
الكاملة التامة على دفع الضرر
وجلب النفع! (تفسیر روح المعانی ص۹۵ ج۵)

عبادت کی شرط یہ ہے کہ جس کو تو
پکارتا ہے اسے دفع ضرر اور
جلب نفع پر قدرت کاملہ حاصل ہو-!

اور ظاہر ہے کہ قدرت کاملہ نہ بغیر خدا تعالیٰ کے کسی کو حاصل ہے اور نہ امداد مافوق الاسباب کے لئے غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے

تیرہویں اور چودہویں صدی کے علماء اہل السنۃ کا مذہب

مفسر علامہ احمد مصطفےٰ المراغی (م ۱۳۶۵ھ) کا مذہب

هذه الايات عود على بدء في تسفيه احلام المشركين الذين كانوا يعبدون الملئكة والجن والمسيح وعزيرا اذ دعوهم كانهم يبتغون الى ربهم الوسيلة ويخافون عذابه ولا يملكون لانفسهم نفعا ولا ضرا فادعوني وحدي لاني انا المالك لنفعكم — !

(تفسیر مراغی ج ۱۵ ص ۶۳)

یہ آیتیں مشرکوں کے خیالات کی جہالت ظاہر کرنے کے لئے لائی گئی ہیں۔ جو کہ فرشتوں جنوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور ان کو حاجت برآری کے لئے پکارتے ہیں کیونکہ وہ تو خدا کے عذاب سے ڈرتے ہیں، خدا کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ وہ تو اپنی جانوں کیلئے نہ تو نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے۔ پس خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ صرف اکیلا مجھے پکارو کیونکہ میں تمہارے نفع کا مالک ہوں۔

علامہ سید محمد رضا مصری کی تحقیق!

انه فهي كالقبور

پس یہ مثل قبروں کے جن کو بلند

التی تشرف وتجصص
ویوضع علیها الستور
وتبنی علیها القباب
بمثل السبب الذی
وضعوا له تماثیل الاوکان
وشبکة هذه القبور
لیعتقدون ان المدفونین
فیها احیاء یقضون حاجات
من یدعونهم ویستغیثونهم وعلماء
الخرافات یقولون لهم ان عملهم
هذا شرعی (تفسیر المنار ج ۱۱ ص ۲۲۴)

۲:- ان هٰؤلاء الدجالین
من الشیوخ ...

. ...

یزعمون انهم یملکون
الضرر والنفع لمن یطلبه
منهم ـ ! (تفسیر المنار ج ۱۱ ص ۲۲۵)

۳:- لا یکاد مسجد من مساجد
هم یخلو من قبر مشرف مشید
توقد علیه السرج والمصابیح
وقد لعن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

کیا جاتا ہے ۔ اور چونا لگایا جاتا ہے
اور ان پر کپڑے ڈالے جاتے ہیں
اور ان پر گنبدیں بنائی جاتی ہیں۔
اور ان قبروں کی پوجا کرنے والے
اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبروں والے
زندہ ہیں ـــــ جو ان کو پکارتے
ہیں ۔ ان کی حاجتیں پوری
کرتے ہیں ۔ اور ان کی زیارت
کرتے ہیں ۔ اور نکواسی مولوی
بھی ان سے کہتے ہیں ۔ کہ اس
قسم کے عمل شریعت میں جائز ہیں
بے شک یہ ..... یہی مانتے ہیں
کہ عیسٰی علیہ السلام یا حسنین مکرمین
اور سیدہ مطہرہ اور حضرت زینب
وغیرہم، نفع و نقصان کے مالک
ہیں جو ان سے طلب کیا جائے
وہ دیتے ہیں۔
کوئی مسجد اونچی قبر سے خالی نہیں،
جن پر چراغ نہ جلائے جاتے ہوں
حالانکہ حضورؐ نے بددعا دی ہے ان
کو جو صبح شام خدا تعالیٰ کے بغیر

فی کل صباح و ساء یدعون من دون اللہ من یعتقدون انہم احیاء یقیمون فیھا و یتقربون الیھم (تفسیر ثناء جلد ۱۱ صفحہ ۱۹)

اللہ کو غیب دان — اور متصرف در حوائج سمجھ کر پکارتے ہیں، وہیں جا کر رہتے ہیں۔ ان کی طرف نزدیکی حاصل کرتے ہیں۔

چودھویں صدی کے مصری عالم علامہ جوہری کا مذہب

ایاک نستعین فی امورنا الدنیویہ والاخرویۃ کالصحۃ والغنی والمال والولد (تفسیر الجواہر جلد ۱ صفحہ ۱۰)

خاص تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ دُنیاوی اور اخروی امور میں۔ یعنی تندرستی بھی تجھ سے مانگتے ہیں اور دولتمندی بھی۔ مال بھی اور اولاد بھی۔ !

تائید مزید

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا مذہب

واعلم ان طلب الحوائج من الموتی عالما بانہ سبب لانجاحھا کفر یجب الاحتراز عنہ تحرمہ ھذہ الکلمۃ و الناس الیوم فیھا منہمکون!

اور جان لے کر مردوں سے حاجتیں طلب کرنا یہ خیال کر کے کہ کامیابی کا سبب ہیں، کفر ہے۔ اس سے احتراز لازم ہے۔ اور لوگ آجکل اس میں بڑے منہمک ہیں۔

(خیر کثیر صفحہ ۹۸ دائرہ اسلام بنارس)

بہرحال غیر اللہ سے مافوق الاسباب امداد طلب کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ اور جو چیز کسی کے اختیار میں ہو جیسے اکل طعام یا شرب ماء یا تیمار دوا ء۔ اس قسم کی امداد طلب کرنا غیر اللہ سے ناجائز نہیں ہے اور یہی اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے

جو شخص اس قدر دلائل کے بعد اس پر ڈٹا ہوا ہے کہ غیر اللہ سے امداد مانگنا۔ ان کو غیب دان اور قاضی الحاجات سمجھ کر پکارنا جائز ہے، وہ یقیناً مذہب اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔

خدا تعالیٰ ہم سب کو چودہ سو سال کے متفقہ عقیدے کیخلاف کرنے سے بچائے۔ آمین۔

اہلبدعت کے چند مغالطے اور انکے جوابات

پہلا مغالطہ

استمداد عن غیر اللہ کے سلسلے میں جس قدر آیتیں پیش کی گئی ہیں یہ سب کی سب بتوں کے حق میں نازل کی گئی ہیں۔

جواب ۱:۔ کیا یہ جواب اہل سنت کے مقابلے میں چلے گا یا جمیع ہنود اور مشرکین کے مقابلے میں بھی۔؟

فرمائیے کیا جواب ملیگا : اگر اونٹ، گائے، بھینس، بکری، درخت کی پوجا کرنے والا بڑی تسلی سے یہ کہدے کہ ہم تو قرآن کے خلاف نہیں کرتے کیونکہ قرآن مجید میں تو بتوں کے پوجا کرنے والوں کو مشرک کہا گیا ہے۔ اور صرف بتوں کا پوجنا ہی شرک ہے، قرآن مجید میں حیوانات اور اشجار کے

پوجا کرنے کی نفی کہاں کی گئی ہے؟

جواب ۲ :- قرآن مجید میں ہے :-

ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الیٰ یوم القیٰمۃ وھم عن دعائھم غٰفلون ۝ واذا حشر الناس کانوا لھم اعداءً وکانوا بعبادتھم کٰفرین - پ ۲۶

اور کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے جو پکارتا ہے خدا تعالیٰ کے بغیر ایسے کو جو اُسے جواب نہیں دے سکتے قیامت تک اور وہ ان کی غائبانہ پکار سے بے خبر ہیں۔ اور جب لوگ اٹھائے جائیں گے۔ تو وہ ان کے دشمن بن جائیں گے اور وہ ان کی عبادت یعنی پکار کا انکار کریں گے۔ !

دیکھئے من دون اللہ کے متعلق تصریح کی گئی ہے۔ کہ وہ قیامت کے دن اپنی پوجا کرنے والوں کے دشمن بن جائیں گے۔ اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔ اور ظاہر ہے کہ اس آیت میں من دون اللہ سے مراد ذوی العقول ہیں۔ جن میں قابلیت انکار کی بھی ہو۔ اور صلاحیت عداوت کی بھی۔ !

مِن دُون اللہ سے مراد مولوی اور پیر

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ - پ ۱۰

بنا لیا ہے انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو خدا تعالیٰ کے بغیر متعدد رب!

اس آیت میں احبار و رہبان کو من دون اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مِن دُونِ اللہ کا اطلاق عیسیٰ علیہ السّلام پر

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل و امہ صدیقہ کانا یاکلان الطعام انظر کیف نبین لہم الآیات ثم انظر انی یوفکون (۵)

قل اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم ضرًا و لا نفعًا و اللہ ہو السمیع العلیم (۱)

حضرت مسیح علیہ السلام خدا تعالےٰ کے رسول ہیں تحقیق گذر چکے ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول۔ اور ان کی ماں صدیقہ تھی۔ وُہ دونو طعام کھاتے تھے۔ دیکھو ہم کس طرح ان کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھ کیسے لے جا جا پڑے۔ فرما دیجئے کیا تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو۔ جو نہ تمہارے نفع کے مالک اور نہ نقصان کے اور اللہ تعالےٰ سننے والا جاننے والا ہے

عباد پر مِن دُون اللہ کا اطلاق

ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم ۹:۲ (۱)

جن لوگوں کو خدا تعالےٰ کے بغیر پکارتے ہو۔ تمہاری طرح بندے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر مِن دُون اللہ کا اطلاق

ءانت قلت للناس اتخذونی و امی الٰہین

اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو

من دون اللہ ۔ ب۲۲/ خداتعالے کے بغیر معبود بنالو۔!
قیامت کے دن پروردگارِ عالم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اسی طرح خطاب فرمائیں گے۔ دیکھئے یہاں بھی من دونِ اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ معلوم ہُوا کہ اہلِ بدعت کا یہ کہنا کہ من دونِ اللہ سے مُراد بُت ہیں، سفید جھوٹ ہے۔

دُوسرا مُغالطہ!

وادعوا شھدآءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین پ۱ع۳	اور پکارو خدا تعالےٰ کے علاوہ اپنے معبودوں کو اگر تم سچے ہو۔!

دیکھئے اس میں کفار کو دعوت دی گئی ہے کہ قرآن کی مثل ایک سورۃ بنا کر لے آؤ۔ اور اپنی امداد کے لئے اپنے حمایتوں کو بلالو۔۔۔ غیر اللہ سے مدد لینے کی اجازت دی گئی۔

جواب :۔ علم وعقل سے محروم انسان تو اسے شاید ثبوت تصور کرے لیکن اربابِ بصیرت کے نزدیک تو یہ استدلال یقیناً جہالت کا پلندہ ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ دیدہ دانستہ خلقِ خدا کو دھوکا دینے کا ناکام منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ یا جناب کی علمیت کے کمالاتِ عالیہ میں سے یہ پہلا کمال ہے بھلا جو لوگ سرے سے ایمان و اسلام کے منکر ہیں۔ ان کو امداد من غیر اللہ یا مؤثر بنانے کا کیا مطلب! اور اس سے استدلال کیسا۔! جبکہ یہاں منکرین قرآن کو چیلنج مقصود ہے اور حکم میں رضا مقصود ہوتی ہے۔ کوشش کرو ان میں سے کوئی سمجھدار انسان ہو ۔۔۔۔۔۔ کو سمجھانا کہ مفت کا ہمیں گورکھ دھندے میں نہ پھنسایا کرو۔!

ہماری تائید میں اقوال مفسرین

وادعوا شھداءکم واستعینوا بالھتکم التی تعبدونھا و تزعمون انھا تشھد لکم یوم القیٰمۃ او ادعوا اناسا یحضرونکم من دون اللہ (تفسیر مظہری ص ۳۶ ج ۱ سطر ۱۹ – فکان الواجب تحدیھم“ تفسیر مظہری ص ۳۷ ج ۱ سطر ۱)

اور پکارو اپنے شہداکو اور مدد مانگو اُن اپنے خداؤں سے جنکی تم پرستش کرتے ہو۔ اور گمان کرتے ہو کہ وہ تمہارے گواہ بنیں گے، بروز حشر۔ اور یہ کہ ان کو پکارو جو خداتعالیٰ کے بغیر تمہارے بغیر امداد کریں۔

علامہ ابن کثیر کا ارشاد گرامی

وقد تحداھم اللہ تعالیٰ بھذا فی غیر موضع من القرآن (تفسیر ابن کثیر ص ۵۱ ج ۱)

قرآن میں خدا تعالیٰ نے ان کو متعدد مقامات پر چیلنج کیا ہے۔

کہاں رضا کے طور پر طلب امداد کا مطالبہ اور کہاں چیلنج کے ساتھ اظہارِ غضب !

جواب :۔ اختلاف فیما بیننا و بین المنکرین ما فوق الاسباب میں ہے نہ کہ ما تحت الاسباب میں۔ اور یہ تو ما تحت الاسباب میں داخل ہے۔ جیسا کہ ایک وکیل سے کہدیا جائے کہ آپ اس قانون کے مقابلے میں اپنی پارٹی کے تمام وکلا کو بلا لیجیے اور ان سے امداد طلب کیجیے۔ ظاہر ہے کہ نہ تو تقابل ممدوح ہے۔ اور نہ اس کی پارٹی کے ہم نوا وکلاء ۔ !

منکرینِ اہلِ سنت کے دلائل پر ایک طائرانہ نظر

۱:- مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ ۱۴ میں عیسےٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے خدمتِ دین کی امداد طلب کی ہے، نہ کہ تنگدستی سے، غنا اور بیماری سے شفا اور بیٹا بیٹی دینے کی۔

۲:- تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۲ میں نیکی کی امداد مقصود ہے اور یہ جائز ہے۔

۳:- اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ ۷ میں دینِ الٰہی کی اعانت وفا اور اعمالِ صالحہ سے مقصود ہے۔

۴:- لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ۳ یہاں بھی امداد سے مراد تائید و حمایت ہے

۵:- وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ۱ میں صبر و صلوٰۃ سے مدد طلب کرنا مراد ہے

۶:- اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ — حضرت ذوالقرنین کا قوم سے فرمانا۔ تانبے پیتل اور لوہے کی چادریں اٹھا کر لے آنے میں امداد طلب کرنا ہے — امورِ خداوندی میں نہیں۔ !

۷:- اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ۱۰ میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہاں امداد مافوق الاسباب کا ذکر تک نہیں — اور یہی مطلب ہے:-

۸:- یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ سکا ملا ! وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ سے بھی فرشتوں کی تائید مراد ہے خواہ وہ ظاہراً نظر آئے یا نہ۔!

۹:- اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ — میں ولایت سے مراد دوستی ہے جیسا کہ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ میں۔

۱۰:۔ نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ سے جس میں خدا تعالےٰ کا والی ہونا، اور ہر حالت میں والی ہونا تو ہمارے مذہب اہل السُّنت کی تائید ہے۔

۱۱:۔ اَعِنِّی علٰی نفسک بکثرۃ السجود۔ میں حضور علیہ السلام نے تصریح فرمائی ہے کہ یہاں امداد سے مراد نوافل کا زیادہ پڑھنا ہے۔ نہ کہ بیٹا بیٹی دینا اور ان کی تخلیق ہے۔

۱۲:۔ اما الاستمداد باہل القبور سے مراد استمداد عن اہل القبور نہیں ہے، بلکہ استمداد من اللہ اور توسل باہل القبور ہے جو کہ بہت اہل سنت کے نزدیک مباح ہے۔ اور یہی چیز کثیر فقہاء کے نزدیک ناجائز بھی ہے جیسا کہ صاحب استدلال نے پیش کیا ہے۔

۱۳:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ کا فرمان کہ قبر موسیٰ کاظم اجابتِ دعا کیلئے تریاق مجرب ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ صاحب قبر سے دعا کرائی جائے، بلکہ وہاں دعا کرنا مقصود ہے۔ اور ظاہر ہے، کہ بابرکت مقام جہاں خدا کی رحمت نازل ہو رہی ہو، وہاں دعا کرنا اکسیر ہوتا ہے۔

۱۴:۔ امام شافعی کا یہ قول من یستمد فی حیاتہ یستمد بعد وفاتہ، اہل بدعت کے لیئے مفید نہیں ہے۔ کیونکہ جملہ مسلمانوں کے نزدیک اولیاء ماتھم نہ تو زندگی میں حاجت روائی کے مالک ہوتے ہیں، اور نہ بعد از وفات۔ اس بنا پر معنی یہ ہے کہ جس بزرگ کی زیارت سے اباب معرفت کو معرفت میں ترقی ہوتی تھی، وہ اگر مر جائیں۔۔۔ اور سالک ان کی قبر پر بیٹھ کر بقول شاہ ولی اللہ صاحبؒ یہ دعا کرے

کہ یا اللہ! جو فیض اس صاحبِ قبر کے پاک قلب پر نازل فرما رہا ہے، اسی سے مجھے بھی حصہ عنایت فرما" تو جائز ہے اور یہی مطلب ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

وہملنہ، حبیب حبیبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن مجید میں اعلان فرما رہے ہیں:-

لا املک لکم ضرًا و لا نفعًا الا ما شاء اللہ۔!	نہیں مالک ہوں میں تمہارے لئے نقصان کا اور نفع کا مگر جو چاہے اللہ

تو فرمائیے! کیا ہے کوئی دنیا میں رہنے والا ایسا انسان، جو حضور سے رتبے میں زیادہ ہو۔

۱۵:۔ حصن حصین ص۲۰۲ کی عبارت یا ملا علی قاری کی شرح الحرز الثمین کی عبارت بھی اہل السنت کے مخالف نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہاں تو سب مانتے ہیں کہ جنگلوں میں خدا تعالےٰ نے ایسی مخلوق پیدا کر دی ہے جو بھولے بھٹکے کی رہنمائی کرتی ہے۔

۱۶:۔ در مختار باب اللقطہ والی عبارت ایک عمل پر مشتمل ہے۔ جس کی حیثیت جھاڑ پھونک سے زیادہ نہیں ہے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ عمل ایک طریقے سے مضحکہ خیز بھی ہے جبکہ معمولی سے معمولی انسان کو بھی حق دیا گیا ہے۔ کہ اگر اس کی گمشدہ چیز ملی تو ٹھیک ورنہ احمد بن علوان کو دفترِ اولیاء سے نکال دیگا ۔۔۔ حو کہ اس کے باپ دادے کے بھی اختیار میں نہیں ہے۔

فرمائیے! جھوٹ کا پلندہ نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا یہ منتر بھی اہل بدعت کے نزدیک نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔

۱۷:۔ تفسیر فتح العزیز ۲۰ کی عبارت اپنے مقصد میں واضح ہے۔ اہل السنۃ کے مذہب کے بالکل مطابق ہے۔ بشرطیکہ علم وعقل اور بصیرت تامہ حاصل ہو۔

۱۸:۔ بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز نے جو اشعار شیخ ابوالعباس سے نقل فرمائے ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی طرف خواہ مخواہ منسوب کئے گئے ہیں۔ کیونکہ قرآنی نص کے خلاف ہیں۔ جبکہ احمد زروقی معاذ اللہ فرماتے ہیں کہ مصیبت میں مجھے پکارو۔ اور خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مجھے پکارو، غیر کو مصیبت میں پکارنیوالا گمراہ ہے۔

ومن اضل ممن	اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے
یدعو من دون	جو مصیبت کے وقت خدا تعالیٰ،
اللہ ۔ الخ	کے بغیر کسی اور کو پکارے۔

نیز شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مرید کے پاس جلدی آجائے گا۔ اور کتب شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب تک اجازت نہ دے، کہیں نہیں جا سکتے ۔۔۔ نیز کیا صاحب استدلال اہل بدعت یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ شیخ ابوالعباس احمد زروقی نے دنیا میں اپنے سارے مریدوں کو غنی بنا دیا تھا۔ اور جب تک وہ دنیا میں زندہ رہے۔ ان کے مریدوں کو نہ تو کوئی تنگی آئی اور نہ کبھی مصیبت میں گرفتار ہوئے اور نہ کبھی ان کو وحشت دامن گیر ہوئی۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ میدان کربلا میں حسنین مکرمین، اور بوقت آزمائش ستر قاری تو حضور کے مرید ہوتے ہوئے حضور علیہ السلام

کو پکار کر حضور علیہ السلام کو نہ بلا سکے۔ اور حضور علیہ السلام نیز باقی انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات نے تو اپنے مریدوں کو اس قسم کی وصیت نہ فرمائی۔ اور حضرت زرونی صاحب کو استعدر رتبہ عطا ہوا کہ وہ حضور علیہ السلام سے بھی وفا کے لحاظ سے دو قدم آگے بڑھ گئے۔

سچ ہے کہ جب انسان .... ہوتا ہے، تو وہ ہر طرف ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کرتا ہے۔

۱۹۔ تفسیر کبیر روح المعانی کا یہ قول کہ:۔

الاستعانة بالمخلوق فی دفع الضرر جائز !	استعانت مخلوق سے نقصان کے دفع کرنے کے لئے جائز ہے۔

اہل سنت کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ استعانت تحت الاسباب تو جائز ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے قصیدے میں حضور کریمؐ سے سخاوت کی درخواست کی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خطاب تو شاعرانہ تخیل پر مبنی ہے اور سخاوت سے مراد شفاعت فی یوم القیٰمۃ ہے۔

رہا پیران پیر کا یہ ارشاد کہ جو مجھے تکلیف میں پکارے میرا نام لیکر تو وہ شدت دفع ہوگی۔ یہ بھی ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ورنہ حضرت کی ذات ایسے اقوال سے پاک ہے۔

قرآن مجید میں ہے :۔

قل الله ینجیکم منها و من کل کرب ثم انتم تشرکون۔ ! (الانعام ۶۴)	فرما دیجئے اللہ تعالےٰ ہی تم کو اس سے اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے۔ پھر تم ہی ہو جو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔

قل أندعوا من دون الله ما لا ينفعنا ولا يضرنا ونرد علی اعقابنا بعد اذ ھدانا اللہ -!

(انعام) 71

فرما دیجئے کیا خدا تعالیٰ کے بغیر ہم ان کو پکاریں جو ہم کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان ۔ کیا جب ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دیدی ہے اپنی ایڑیوں پر پھر جائیں ۔

قرآنی آیات صراحۃً بتلا رہی ہیں کہ نہ تو مصیبت کے اندفاع کیلئے غیر اللہ کو پکارا جائے اور نہ وہ حاجت روائی کر سکتے ہیں ۔

پس اس قسم کے واقعات سے قرآن مجید کے مقابلے میں دلیل لانا مذہب اہل سنت کے خلاف ہے ۔ کیا ایسے واقعات بھی قرآن کے سامنے قابل قبول ہو سکتے ہیں ۔ جن کی نہ سند محفوظ ہو ۔ اور نہ روایت کی ثق کا کوئی انتظام ہو ۔

کتاب کے ابتدائی اوراق میں اس قسم کی معتبر عبارتیں درج کر دی گئی ہیں ، ان کا مطالعہ کر لیا جائے ۔

فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص۳۲ کتاب الحظر والاباحۃ کی عبارت اس امر میں تصریح کر رہی ہے کہ ایسے کلمات اس عقیدے سے اگر صادر ہوں کہ یہ کلام خدا تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے حضورؐ تک پہنچا دیں گے ۔ یا قائل کے دل میں محض محبت کا خیال ہو ۔ غیب دان اور حاضر ناظر اور متصرف فی الامور مستقلاً نہ سمجھے تو جائز ہے ۔ لیکن اس سے استدلال غلط ہے ۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا شعر

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

یہ ایک موحد کے منہ سے نکلا ہوا ہے۔ اور ان سے اسی عقیدے کے پیش نظر نکلا ہے کہ نہ تو حضور علیہ السلام غیب دان ہیں۔ اور نہ متصرف فی الامور۔ اگر یہ الفاظ ان کے منہ سے نکلے ہیں تو منکر قیامت کے تصور کے سلسلہ میں بھی اس کو ایسا شخص دلیل بنا ہرگز ہرگز پیش نہیں کر سکتا جو مستبدعانہ —— عقائد کا حامل ہو۔ اور —— اسی پر مولانا اشرف علیؒ صاحب کے اشعار کو قیاس کر لیجئے۔

رہا یہ مغالطہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

لاھب لک غلاماً زکیا   تاکہ میں بخشدوں تجھے نیک لڑکا!

پس معلوم ہوا کہ حضرت جبریلؑ بیٹا دیتے ہیں —— !

یہ استدلال یقیناً خلاف عقل و نقل ہے۔ خلاف عقل تو اس لئے کہ جبریلؑ کی یہ ڈیوٹی نہیں ہے۔ وہ خبر تو دے سکتا ہے۔ لیکن بیٹا دینا اس کے بس کی بات نہیں۔ اور نہ اس سے پہلے اور نہ بعد کسی کو ایسا دان کیا اور خلاف نقل اس لئے کہ قرآن مجید میں اعلان کیا گیا ہے۔

یہب لمن یشاء اناثا ویہب   بخشتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹی! اور
لمن یشاء الذکور — !   بخشتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹا!

یعنی بیٹا بیٹی دینا خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے۔

نیز اس طریقے سے تو قرآن کی معنوی تحریف لازم آتی ہے، جو کہ ایمانی تقاضوں کے خلاف ہے۔ مطلب بالکل واضح ہے۔ کہ جب جبریل امین نے یہ پیغام دیا۔ تو فوراً سیدہ مریم علیہا التسلیمات نے کہا انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر، مجھے بیٹا کیسے ہوگا۔ حالانکہ مجھے کسی بندے نے تو ہاتھ لگایا نہیں۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض!

قال ۶ بلغ ھو علی ھین ۔ ! | تیرا رب کہتا ہے کہ اس طرح بیٹا دینا میرے اوپر آسان ہے ۔ !

پس اگر جبریل علیہ السلام دینے والے ہوتے تو جواب کی نسبت خداتعالےٰ کی طرف نہ کرتے بلکہ اپنے متعلق کہدیتے کہ میرے لئے یہ آسان ہے ۔

افسوس کہ ... کا دماغ ایسا خراب ہوجاتا ہے کہ قرآن کے مفہوم کو بھی نہیں سمجھ سکتے یا دیدہ دانستہ خلق خدا کو گمراہ بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں ۔

اسی طرح "خلق لکم کہیئۃ الطیر" سے بھی استدلال غلط ہے ۔ اس لئے سارے مفسر "خلق" کو "اصنع" کے معنی سے کررہے ہیں ۔ اور اس کے بعد باذن اللہ کہکر بتادیا کہ پھونک میں مارتا ہوں ۔ اور پرندہ خدا کی اجازۃ سے بنتا ہے ۔ افسوس کہ بدعتیوں کا یہاں بھی کچھ نہ بن سکا ۔

قل یتوفکم ملک الموت کا معنی بھی مارنا نہیں ہے بلکہ پورا روح لے لینا ۔ پس روح فرشتہ قبض کرتا ہے اور مارتا خدا ہے ۔ ورنہ تو ابراہیم علیہ السلام کے مقابل کا یہ دعویٰ صحیح ہوتا ہے ۔ جبکہ اس نے کہا تھا "انا احی وامیت"

"اغناہم اللہ ورسولہ" بھی اہل سنت کے مذہب کے خلاف نہیں کیونکہ معنٰے یہ ہے کہ خداتعالےٰ نے غنی کیا عطا کرکے ۔ اور آنحضرت ؐ نے تقسیم فرماکر ۔ پس غنی کرنے کی نوعیت ایک نہ رہی اور اہلبدعت کا دعویٰ ثابت نہ ہوسکا ۔

یہی مفہوم ہے "ما اتاہم اللہ ورسولہ" کا ـــــــــــ

تحقیق متعلق سجدۂ لغیر اللہ

اہل السنت والجماعت کے نزدیک سجدۂ عبادت غیراللہ کیلئے کفر و شرک ہے۔ اور سجدۂ تعظیم حرام ہے۔ اہل بدعت میں سے بعض تو اہلسنت کے ساتھ ہیں۔ اور بعض جواز کے قائل ہیں۔

لہذا ہم اولاً قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے اس کی حرمت پر دلائل پیش کریں گے۔ بعدہٗ چودہ سو سال کے علماء اہل سنت کے ارشادات بعنوان مذہب پیش کر کے آخر میں اہل بدعت کے مغالطوں کے جوابات عرض کریں گے۔

قرآنی آیات

پہلی دلیل

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتب و بما کنتم

کسی ایسے بشر کے لیے جسے خدا تعالیٰ نے کتاب حکم اور نبوت سے سرفراز فرمائے جائز نہیں کہ وہ لوگوں سے کہنا شروع کر دے کہ خدا تعالیٰ کے بغیر میرے بندے بن جاؤ۔ لیکن یوں کہے کہ خدا کے بندے بن جاؤ۔ رب والے۔ اس لئے کہ تم قرآن

تدریس – ا | پڑھاتے ہو اور درس دیتے ہو۔!

۶۹

دوسری دلیل

آیت کا شانِ نزول اور تعظیمی سجدے کی حرمت

نزلت لما قال نصاریٰ نجران ان عیسی امرهم ان يتخذوه ربا او لما طلب بعض المسلمين السجود له صلى الله عليه وسلم (جلالین)	یہ آیت تب نازل ہوئی جبکہ نجران کے نصرانیوں نے کہا کہ حضرت عیسےٰ نے ان کو حکم کیا تھا کہ یہ اُسے رب بنائیں۔ یا اس وقت نازل ہوئی جبکہ بعض مسلمانوں نے حضور علیہ السلام سے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔!

تیسری دلیل

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا ارشاد گرامی در سجدہ تعظیمی سے منع

لوکنت امرا احدا ان يسجد لاحد لامرت المرءة ان تسجد لزوجها (ترمذی)	اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدے کی اجازت دیتا تو مرد عورت کو اس کے خاوند کے سجدے کی اجازت دیتا۔

چوتھی دلیل

حضرت کریم کا دوسرا ارشاد گرامی

عن انس قال دخل النبی — حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم حائطا للانصار و معہ ابوبکر و عمر فی رجال من الانصار و فی الحائط غنم فسجدن لہ فقال ابوبکر یا رسول اللہ کنا نحن احق بالسجود لک من ھذہ الغنم قال انہ لا ینبغی فی امتی ان یسجد احد لاحد ولو کان ینبغی ان یسجد احد لاحد لامرت المرءۃ ان تسجد لزوجہا۔!

(شرح شفاء۔ نسیم الریاض)

کریم انصار کے ایک باغ میں داخل ہوئے تو آپ کے ہمراہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی انصار کی جماعت میں شامل تھے۔ اور باغ میں چند بکریاں تھیں۔ جنہوں نے آپ کو سجدہ کیا۔ پس ابوبکرؓ نے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ ان بکریوں سے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ آپ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم جناب کو سجدہ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت میں کسی کو لائق نہیں کہ وہ کسی کو سجدہ کریں۔ اگر جائز ہوتا تو میں عورتوں سے کہدیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔!

۱:۔ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کو ممنوع قرار دیا ہے۔

۲:۔ آپ کا یہ فرمان کہ میری امت کے لئے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کسی کو سجدہ کرے۔ بتاتا ہے کہ اپنے کو امت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل سمجھنے والا انسان کبھی غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکے گا۔

پہلی صدی کے اہل سنت

سیدنا علی مرتضےٰ رضؓ کا مذہب !

دخل الجاثلیق علی علی بن ابی طالب فاراد ان یسجد له فقال له علی اسجد لله و لا تسجد لی ! (تفسیر کبیر ص ۲۸۶ ج ۱)	ایک سفیر حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس آئے اور سجدے کا ارادہ کیا۔ پس صاحب ذوالفقار نے فرمایا سجدہ خدا کو کرو مجھے نہ کرو

قرآنی آیات، نبوی ارشادات اور فرامین صحابہ سے جب سجدہ للتحیۃ کی حرمت ثابت ہو چکی تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ یہی عقیدہ خیرالقرون تک اسی طرح رہا جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

اس بنا پر ان مسائل میں ہمیں دوسری صدی کے علماء کی تحقیقات تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے اب ہم تیسری صدی سے دلائل تحریر کریں گے۔

تیسری اور چوتھی صدی کے علمائے اہلسنت

ابواحمد بن محمد جصاص رازی متوفی ۳۷۰ھ کا مذہب !

قد کان السجود جائزاً فی شریعة آدم علیه السلام للمخلوقین ویشبه ان یکون قد کان باقیا الی زمان یوسف علیه السلام فکان بینهم	سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں مخلوق کے لئے جائز تھا۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ یوسف علیہ السلام کے عہد تک باقی رہا اور یہ طریق ان میں ایسے کیساتھ

لمن يستحق ضربا من التعظيم ويراد اكرامه وتبجيله بمنزلة المصافحة والمعانقة فيما بيننا و بمنزلة تقبيل اليد وقد روي عن النبي صلى الله عليه وسلم اباحة تقبيل اليد اخبار وقد روي الكراهة الا ان السجود لغير الله تعالى على وجه التكرمة والتحية منسوخ بما روت عائشة وجابر بن عبد الله وانس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ما ينبغي لبشر ان يسجد لبشر ولو صلح لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه عليها لفظ حديث انس بن مالك (احکام القرآن ص ۳۲ ج ۱)

کیا جاتا تھا۔ جو مستحق تعظیم و تکریم ہوتا۔ اور اس کی پوزیشن بالکل اسی طرح تھی جس طرح ہماری شریعت میں مصافحہ معانقہ اور دست بوسی کی ہے۔ حضور علیہ السلام سے ہاتھوں کے چومنے کے سلسلہ میں حدیثیں مروی ہیں اور کراہت کے متعلق بھی روایت موجود ہے۔ لیکن غیر اللہ کے لئے تعظیمی سجدہ تو حضرت عائشہؓ جابرؓ اور انسؓ کی روایت سے منسوخ ہے۔ حضرت کریمؐ نے فرمایا کسی بشر کے لئے جائز نہیں کہ کسی بشر کو سجدہ کرے۔ اگر جائز ہوتا تو میں عورت کی قوم کو حکم کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ کیونکہ ان کا ان پر حق بڑا ہے۔

۱۳ پانچویں صدی کے علماء اہل سنت

امام الاصفیاء عارف کامل حضرت امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ کا مذہب

وقال حجة الاسلام محمد ... في الاحياء .. وآداب الزيارة

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبر کی طرف منہ

ان یقوم مستقبل القبر مستدبر القبلة حذاء الوجه وان یسلم لا یمس القبر ولا یقبله ولا یحنی (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۵۲ ج ۱)

کرکے کھڑا ہو جائے قبلے کی طرف پیٹھ کرکے سلام کہے۔ نہ تو قبر کو ہاتھ لگائے اور نہ بوسہ دے اور نہ پیٹھ جھکائے۔

(ف) جب پیٹھ جھکانا ناجائز ہے تو سجدہ کرنا کب جائز ہوگا۔

حافظ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد المعروف بابن عربی المعافری الاندلسی المتوفی ۵۴۳ھ کا مذہب

وقد نسخ الله تعالی جمیع ذلك فی هذه الامة — (احکام القرآن)

تحقیق خدا تعالیٰ نے سب چیزوں کو مذہب اسلام میں منسوخ کر دیا ہے اور سجدہ بھی منسوخ ہے۔

چھٹی صدی کے علماء اہل السنت کا مذہب

علامہ محی السنۃ بغوی متوفی ۵۱۰ھ مصنف معالم التنزیل فرماتے ہیں

فکان سجود التحیة جائزا فیما مضی ثم نسخ بقوله علیه السلام لسلمان حین اراد ان یسجد له لا ینبغی ان یسجد لاحد الا الله! (ص ۱۴۱ ج ۱)

گذشتہ دور میں سجود تحیہ جائز تھا۔ پھر منسوخ ہو گیا بقول حبیب کبریا جبکہ آپ نے سلمانؓ کو فرمایا تھا جبکہ اس نے سجدے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کے بغیر سجدہ کسی کو نہ کرے!

ساتویں صدی کے علماء اہل سنت کا مذہب

علامہ علاؤالدین بن علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المتوفی ۷۲۵ھ

تفسیر خازن ص۱/ج۱ میں فرماتے ہیں :

فلما جاء الاسلام ابطل ذلک بالاسلام (خازن ص۱/ج۱)	پس جب اسلام آیا تو سجدہ کو سلام کے ساتھ باطل کر دیا

۷ آٹھویں صدی کے علماء اہلسنت کا مذہب

علامہ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں :۔

قد کان هذا مشروعًا فی الامم الماضیة ولکنه نسخ فی ملتنا ! (تفسیر ابن کثیر ص۷۵/ج۱)	سجدہ تعظیمی پہلی امتوں میں جائز تھا لیکن ہمارے مذہب میں منسوخ کیا گیا۔

۸ نویں دسویں صدی کے علماء اہلسنت

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا مذہب

نزل لما قال نصاری نجران عیسیٰ علیه السلام امر رحمان یتخذ وہ ربا او لما طلب بعض المسلمین السجود له صلی الله علیه وسلم (جلالین ص۵۳)	جبکہ نصاریٰ نجران نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا تب یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اور یا جب کہ بعض مسلمانوں نے حضور علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔

۹ ملا علی قاریؒ کا مذہب

اما تقبیل الارض فهو	بہر حال زمین بوسی ! پس وہ بھی سجدے

قریب من السجود لان وضع الجبین او الخد علی الارض اخش واقبح من تقبیل الارض۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۳)

کے قریب ہے مگر پیشانی کا زمین پر رکھنا یا رخساروں کا زمین پہ رکھنا اس سے زیادہ قبیح ہے!

٭ ٭ ٭

گیارہویں صدی کے علماء اہلسنت کا مذہب

من یسجد للسلطان علی وجہ التحیۃ او قبل الارض بین یدیہ لا یکفر ولکن یاثم لارتکابہ الکبیرۃ (کتاب الکراہیۃ فتاوی عالمگیری ص ۵۷)

جس نے بادشاہ کی تعظیم کے لئے سجدہ کیا اور اس کے سامنے زمین کو چوما کافر تو نہ ہوگا لیکن گنہگار اس لئے ہوگا کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔!

بارہویں اور تیرہویں صدی کے علماء اہلسنت کا مذہب

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

بحث دوم آنکہ حقیقت سجدہ پیشانی را بر زمین رسانیدن است دریں معنی دشرع برائے غیر خدا جائز نیست۔ (تفسیر عزیزی ص ۱۵۶)

سجدے کی حقیقت یہ ہے، کہ پیشانی کو زمین پر پہنچا دے یہی وجہ ہے کہ سجدہ غیر خدا کے لئے جائز نہیں ہے۔

نیز ص ۱۵۷ ج ۱ میں فرماتے ہیں:۔

دوم آنکہ برائے تکریم و تحیہ باشد مانند سلام و سر خم کردن دریں معنی بلا اختلاف رسوم و عادات و تبدل ازمنہ و

سجدہ برائے تکریم و تعظیم سلام کی طرح اور سر خم کرنا رسوم و عادات اور زمانہ و اوقات کی تبدیلیوں کی وجہ سے

اوقات مختلف است گاہی جائز است وگاہی حرام درامتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ درقصۂ حضرت یوسف واخوان ایشاں واقع شدہ وخروا له سجداً و در شریعت ما این طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام و ممنوع است بدلیل احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ

جائز بھی ہوتا رہا۔ اور حرام بھی جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصے میں واقع ہوا۔ اور وہ اس کے سامنے بحالت سجدہ گر گئے لیکن ہماری شریعت میں یہ طریق بھی مخلوقات میں حرام اور ممنوع ہے اور بہت سی متواتر حدیثیں بطور دلیل اس باب میں وارد ہو چکی ہیں

علامہ محمود آلوسی بغدادی حنفی نقشبندی متوفی سنہ ۱۳۰۴ھ کا مذہب

ان السجود للمخلوق انما منع فی شرعنا۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱ ص)

بلاشبہ سجدہ مخلوق کے لئے ہماری شریعت مطہرہ میں منع کر دیا گیا ہے۔

علامہ شوکانی متوفی سنہ ۱۲۵۰ھ کا مذہب

ولا یستلزم تحریمه لغیر اللہ فی شریعة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان یکون کذلک فی سائر الشرائع (تفسیر فتح القدیر ص ۵۲)

ہماری شریعت میں سجدے کے حرام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب شریعتوں میں بھی سجدہ اسی طرح حرام ہو۔

ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری علامہ قرطبی (سنہ ۱۳۰۰ھ) کا مذہب

هذا السجود المنهی عنه قد

یہ سجدہ جس سے روکا گیا ہے۔ اس کو

اتخذه جهل المتصوفة عادة فی سماعهم ودخولهم علی مشائخهم (تفسیر قرطبی ص۲۹۳ ج۱)

جاہل صوفیوں نے ابھی تک اپنا طریق کار بنایا ہوا ہے۔ بالخصوص جب وہ اپنے مشائخ کے پاس جاتے ہیں تو سجدہ کرتے ہیں۔

چودھویں صدی کے علماء اہل سنۃ کا مذہب

سجدة التحیة کان مشروعا فی شرع من قبلنا ونسخ فی شرعنا فان سخ ما رواه الترمذی عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لوکنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرءة ان تسجد لزوجها۔! (لباد رص۱۳۴ ج۱)

سجدہ تعظیمی پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں منسوخ ہو چکا اور ناسخ۔ ترمذی کی روایت ہے جن کے راوی ابوہریرہؓ ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں کسی کو کسی کے سجدے کی اجازت دیتا تو عورۃ کو اس کے خاوند کے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا۔!

جب آپ نے ترتیب وار چودہ سو سال کے محققین علماء اہلسنت کا متفقہ فیصلہ ملاحظہ فرما لیا کہ سجدہ خدا تعالیٰ کے بغیر نہ تو کسی پیغمبر کے لئے جائز ہے اور نہ کسی ولی کے۔ نہ کسی بادشاہ کے لئے جائز اور نہ کسی قبر کے نہ کسی شجر کے لئے جائز ہے اور نہ کسی حجر کے۔

تو اب ہم بلا ترتیب دلائل و براہین پیش کرتے ہیں —— تاکہ مسئلہ زیادہ مؤثق ہو کر دماغوں میں سما جائے۔

ذیل کے سارے فتوے الزبدۃ الزکیہ سے نقل کئے گئے ہیں جسے مولوی

احمد رضا خان صاحب نے تصنیف کیا ہے۔ [اپنے باپ کی تو مان لو

رضا خانیو

فتوےٰ ۱

التواضع نہایۃ توجد فی السجود ولہذا لو سجد لغیر اللہ تعالیٰ یکفر (فتح اللہ المعین ص۳۱ ج۱)	تواضع کی انتہا سجدے میں پائی جاتی ہے۔ بنا بریں اگر غیر اللہ کو سجدہ کیا تو کافر !

فتوےٰ ۲

اذا سجد لغیر اللہ تعالیٰ یکفر لان وضع الجبین علی الارض لا یجوز الا للہ۔ ا (کفایۃ)	جب بھی کسی انسان نے غیر کو سجدہ کیا کافر ہو جائیگا۔ اس لئے کہ پیشانی کا زمین پر غیر اللہ کے لئے رکھنا ناجائز ہے

فتوےٰ ۳

من سجد لغیر اللہ تعالیٰ علی وجہ التعظیم کفر (جامع الرموز ص۳۲۵)	جس شخص نے غیر اللہ کو تعظیماً سجدہ کیا۔ کافر ہو گیا۔

فتوےٰ ۴

السجدۃ حرام لغیرہ سبحانہ وتعالیٰ (مسح الروض ص۲۲۶)	سجدہ غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔ !

فتوےٰ ۵

وما یفعلہ بعض الجہال من	جو کہ بعض جاہل صوفی اپنے مشائخ

الصوفیہ بین یدی شیخھم فھو امر محض اقبح البدع فینھون من ذلک لا محالہ۔!

(غایۃ البیان مندرجہ درزبدہ ص۵۶)

کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔ پس ان کا یہ فعل حرام ہے۔ اور اقبح البدعات ہے۔ ان کو اس سے روک دیا جائے

فتوےٰ ۶

ان مایفعلہ الجھلۃ لطواغیتھم و یسمونہ "پائے گاہ" کفر عند بعض المشائخ و کبیرۃ عند الکل ولو اعتقدھا مباحۃ لشیخہ فھو کافر۔! (رحیمیہ ص۲۲۳ ج ۶)

بلاشبہ بعض جاہل جو کہ اپنے طاغوتوں سے کرتے ہیں اور اس کا نام پائیگاہ رکھتے ہیں۔ بعض مشائخ کے نزدیک یہ کفر ہے اور سب کے نزدیک یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اگر وہ اپنے شیخ کے لئے اس سجدے کو مباح سمجھتا ہے۔ پس وہ یقیناً کافر ہے۔

فتوےٰ ۷

الانحناء للسلطان او لغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس۔!

(فتاوی عالمگیری ص۳۶۹ ج ۵)

بادشاہ کے لئے یا غیر کے لئے جھکنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ ہندوؤں کے فعل کے مشابہ ہے۔

فتویٰ نمبر ۸

یکرہ الانحناء عند التحیۃ و بہ ورد النہی ۔!
(فتاویٰ امام ترتاشی) زبدہ ص ۶۳

جھکنا تعظیم کے لئے سلام کے وقت مکروہ ہے۔ اور اس کے متعلق حضور علیہ السلام سے منع وارد ہے۔

فتویٰ نمبر ۹

لا یمس عند الزیارۃ الجدار ولا یقبلہ ولا یلتصق بہ ولا یطوف ولا ینحنی ولا یقبل الارض فانہ کل واحد بدعۃ غیر مستحسنۃ (زبدہ ص ۶۳)

زیارۃ کے وقت قبر کو نہ ہاتھ لگائے اور نہ بوسہ دے۔ اور نہ جسم کو چمٹائے اور نہ طواف کرے۔ اور نہ جھکے اور نہ زمین بوسی کرے کیونکہ یہ سب بدعت و قبیح بدعت ہیں۔!

فتویٰ نمبر ۱۰

علامہ تورپشتی شرح مصابیح میں فرماتے ہیں:۔

احدھما کانوا یسجدون لقبور الانبیاء تعظیماً لھم وقصد العبادۃ ثانیھما التوجہ الی قبورھم فی الصلوٰۃ وکلا الطریقتین غیر مرضیۃ ۔!

مشرکین ایک تو یہ کہ قبور انبیاء کو تعظیمی سجدہ کرتے تھے۔ اور ان کا مقصد عبادت ہوتا تھا۔ اور دوسرے یہ کہ توجہ قبور کی طرف ہو اور مشغول نماز میں ہو، یہ دونوں طریقے شریعت کے نزدیک ذلیل ہیں۔!

فتوے !!

ما یفعلہ کثیرون من الجہلۃ الظالمین من السجود بین یدی المشائخ فان ذلک حرام (اعلام بقواطع الاسلام قلمی)

جو کچھ جاہل ظالم سجدے مشائخ کے سامنے کرتے ہیں پس بلاشبہ یہ حرام ہیں۔!

جب چودہ سو سال کے علماء اہل سنت کے مذہب کے بعد علماء اہل سنت کے متفقہ فتوے بھی آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ تو اب ذرا عقلی دلائل بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ تاکہ معلوم ہوجائے کہ اہل سنت کا یہ مذہب کہ سجدہ تعظیمی غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔ نہ صرف معتبر کتابوں کی عبارتوں سے ثابت ہے۔ بلکہ عقل ونقل دونوں اس کی تائید میں موجود ہیں۔ اسقدر دلائل کے بعد اگر کوئی شخص تعظیمی سجدے کا قائل ہے تو سمجھ لیجئے ۔ کہ مذہب اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔

عقل کا مقتضیٰ کیا ہے

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ انسان وہ کام .... جو بطور عبادت خداتعالےٰ کے سامنے کرتا ہے اور کسی کے سامنے نہ کرے۔ اور جو عقیدہ خداتعالےٰ کے متعلق رکھتا ہے وہ کسی اور کے متعلق نہ رکھے۔ چونکہ امتیازی طور پر سجدہ محض خداتعالےٰ کے لئے کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے محض خداتعالےٰ کے لئے خاص رکھنا چاہیئے۔

ہو جس پہ عبادت کا دھوکا مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر
جو خاص خدا کا حصہ ہے بندوں میں اسے تقسیم نہ کر

پروردگارِ عالم اپنے دربار میں کوئی نماز خواہ صبح، ظہر، عصر ہو، یا مغرب و عشاء ہو۔ صلوٰۃ الاوابین دتورین ہو، یا صلوٰۃ المراضین، چاشت ہو، یا ضحٰی ہو۔ بغیر سجدے کے قبول نہیں فرماتے۔ لیکن ایک ایسی نماز بھی ہے جس میں سجدہ کرنے نہیں دیتے۔۔ بلاشبہ وہ نمازِ جنازہ ہے۔ اس لئے کہ وہاں سامنے باپ کا جنازہ، دادے کا جنازہ ہے۔ مسکین یا بادشاہ، راعی یا رعایا کا جنازہ ہے۔ مولا جل کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ مسلمان توحید تو میری تسلیم کرے اور پیشانی کسی غیر کے سامنے جھکائے۔

نعلیٰ ہذا پروردگارِ عالم نے اپنی نماز کو سجدوں سے تو خالی کر دیا، لیکن نمازی کی پیشانی کو اپنے بغیر کسی کے سامنے جھکنے نہ دیا۔

میری آنکھ کو نور ملے، نہ ملے!
میرے دل کو سرور ملے نہ ملے!!
مگر اتنا غرور ضرور ملے!
کہ جھکاؤں یہ لوحِ جبیں نہ کہیں

جب جنازہ تین بالشت چارپائی کے اوپر رکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے مسلمان کی جبینِ نیاز خم نہیں ہونے دیتا۔ پس جب تین گز زمین میں نیچے دفن ہو جاتے تو اس کے سامنے کب جھکنے دیتا ہے۔

ہر جاندار اپنی غذا، اپنا طعام جھک کر کھاتا ہے۔ خواہ شیر ببر ہو یا گائے بھینس اور اونٹ۔ مگر ایک انسان ہے جسے خدا تعالیٰ نے ڈیڑھ فٹ کا لمبا ہاتھ عطا فرمایا ہے۔ تاکہ اس کو پھیلا کر روٹی کا لقمہ توڑ کر تناول کرے۔ محض اس لئے کہ ہر شخص اپنی روٹی کے سامنے جھکے گا۔ مگر

انسان روٹی کے سامنے نہ جھکے، روٹی دینے والے کے سامنے جھکے۔

پانی پانی کر گئی مجھکو قلندر کی یہ بات!
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

اہلبدعت کی طرف سے چند مغالطے اور انکے جوابات

پہلا مغالطہ

اگر تعظیمی سجدہ غیراللہ کے لیئے ناجائز ہوتا، تو خدا تعالےٰ آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ نہ بناتے۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ تعظیمی سجدے کا انکار سب سے پہلے شیطان نے کیا۔ اس لیئے قیامت تک کے لیئے راندۂ درگاہ بن گیا

پہلا جواب اور اصولی جواب بطور تمثیل!

اگر کسی شہر میں سب سے بڑی دکان زید کی ہے۔ اور بڑی بھی ایسی کہ علاقے کی کوئی ضرورت کی چیز نہیں جو اس دکان پر نہ ہو۔ لوگ دور دور سے اس کی دکان پر مال خریدنے کے لیئے آیا کرتے ہیں۔

عمر اور بکر، زید کے دو دوست ہیں۔ وہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ جب وہ اپنے شہر میں آئے تو دونوں نے خالد (زید کے بیٹے) کو کوئی سودا دوسرے کی دکان پر خریدتے ہوئے دیکھ لیا۔ فرط تعجب عمر نے بکر سے دریافت کیا کہ خالد دوسری دکان پر سودا کیوں لے رہا ہے۔ بکر نے جواب دیا کہ یہ سودا زید کی دکان پر نہیں ملتا ہوگا۔ تب جا کہ خالد دوسرے کی دکان پر آیا ہے۔ اگر یہ سودا اس کو والد کی دکان پر ملتا ہوتا

تو وہ کبھی بھی دوسرے کی دکان کا کونڈا نہ کھٹکھٹاتا۔

بعینہٖ اسی طرح یہ مسئلہ یا اس قسم کے اور مسئلے بھی سمجھ لیجئے۔ کہ سجدہ تعظیمی کے جواز کے متلاشی ملائکہ کے عمل والی دکان پر اس لئے گئے ہیں۔ کہ ان کو حبیبِ کبریا احمد مجتبیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت والی دکان میں تعظیمی سجدے کا جواز نہیں مل سکا۔ اگر ان کو حضرت کریم کی دکان پر مطلوبہ مسئلہ یا ثبوت مل جاتا تو دوسروں کی دکان پر نہ جاتے۔

دوسرا جواب :- ملائکۃ اللہ کو خداوندی حکم ہوا تھا، اس لئے انہوں نے سجدہ کیا تھا۔ کیا ہے کوئی زیرک زبان جو مصطفوی شریعت میں تعظیمی سجدے کا حکم قرآن مجید میں امتِ رسولِ مقبولؐ کے لئے ثابت کر دے۔

تیسرا جواب :- شیطان ملعون ترکِ سجدہ کی وجہ سے نہیں ہوا تھا۔ بلکہ بشر کو بنظرِ استخفاف و حقارت دیکھنے سے ہوا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے شیطان نے جواب دیا :-

کیا میں بشر کو سجدہ کروں ؟

یعنی سجدے کا انکار نہیں، بشر کو باعزت ماننے سے انکار ہے۔ اسی لئے مزید کہا کہ :-

خلقتنی من نار و	مجھے تو تُو نے آگ سے پیدا کیا ہے
خلقتہ من طین۔	اور اس کو مٹی سے کیا۔ !

کیا آگ بھی مٹی کے سامنے کبھی سجدہ کر سکتی ہے۔ ؟

چوتھا جواب :- ایک دن حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں توریت کے چند اوراق آگئے۔ اور وہ لیکر حضرت ممدوحِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں پہنچے۔ اور پڑھ کر سنانے لگے۔ ساتھ صدیق اکبرؓ شناسائے اسرارِ نبوت بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت عمرؓ کی نگاہ توریت پر تھی۔ اور صدیق اکبرؓ کی نگاہ چہرۂ صاحب جمال پر۔!

پروانے کو چراغ عنادل کو پھول بس

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس!

صدیق رضؓ نے حضورؐ کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی معلوم کر لیا کہ حضرتؐ رنجیدہ خاطر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ فوراً عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

ثکلتک الثواکل افلا تنظر الی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔!	تیرے اوپر رونے والیاں روئیں یعنی تو مر جائے۔ کیا تو محبوب کے چہرے کی طرف نہیں دیکھتا؟

فاروق اعظمؓ نے جو حضرتؐ کا چہرہ دیکھا، غضب ناک تھا۔ آنکھیں پُرنم۔ ایک چیخ ماری اور بار بار کہنے لگا۔ میں رب العالمین کے رب ہونے پر راضی ہوں۔ دین کے اسلام ہونے پر راضی ہوں۔ اور حبیب کریمؐ کے رسول ہونے پر" بار بار یہ الفاظ دہراتا رہا۔ کہ حضورؐ کے چہرۂ مبارک پر رضا کے اثرات رُونما ہوئے اور فرمایا۔ اے عمر!

لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی۔!	اگر آج موسیٰ علیہ السلام پیغمبر وقت زندہ ہوتا تو میرا تابعدار ہو کر رہتا۔!

ملاحظہ فرما لیا مزاج نبوت! کہ غیرت نبوی کا یہ عالم ہے کہ اُس کلام خدا کی بھی تلاوت گوارا نہیں۔ جو کسی اور پیغمبر پر اُتری ہے، چہ جائیکہ ملائکہ کے عمل کو بطور دلیل کے تسلیم کر کے حکم رسولؐ کی خلاف ورزی کیجائے۔

پانچواں جواب :۔ ملائکہ تو امتِ محمدیؐ کے خادم ہیں۔ پس کیا حق پہنچتا ہے مخدوم کو کہ وہ اپنے خادم کے عمل کو اپنائے۔
چھٹا جواب :۔ معالم التنزیل اور خازن کی عبارتوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ :۔

لم یکن فیہ وضع الوجہ علی الارض ۔ !	فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے سامنے زمین پر پیشانی نہیں رکھی تھی

اور اسی طرح قصۂ یوسفؑ میں فرمایا :۔

لم یرد بالسجود وضع الجباہ علی الارض !	ان کے سجدے میں پیشانی زمین پر رکھنے کے متعلق کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ !

کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے سے نہیں کیا گیا۔
پس جو منکرین اہل سنت ثابت کرنا چاہتے تھے وہ ثابت نہ ہوا اور جو کچھ ثابت ہوا وہ ان کے مسلک کے لئے چنداں مفید نہیں ہے۔
ساتواں جواب :۔ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں ہمارے لئے قطعاً حجت نہیں رہتیں ، جبکہ ان کے خلاف حضور علیہ السلام کا ارشاد موجود ہو۔

دُوسرا مُغالطہ

کیا ڈھیلا اٹھاتے وقت انسان سر کو نہیں جُھکاتا ؟
جواب ملا :۔ ڈھیلا اٹھاتے وقت ڈھیلے کی تعظیم مقصود نہیں ہوتی۔ اور قبر کے سامنے سجدہ کرتے وقت قبر کی تعظیم مقصود ہوتی ہے

تیسرا مغالطہ

کیا انسان اپنی عورت کو بوسہ لیتے وقت سر کو نہیں جھکاتا ؟
(جواب) کیا قبر کی طرف سجدہ کرتے وقت منکرین اہلسنت کے دماغ میں وہی تصور ہوتا ہے ؟ العیاذ باللہ! اگر نہیں ہوتا تو یقیناً قیاس غلط ہے

چوتھا مغالطہ اور اس کا جواب

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام کی پیشانی پر سجدہ کر رہا ہے۔ حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ لیٹ گئے اور فرمایا کہ اپنی تعبیر پوری کر لے۔! چنانچہ اس نے پیشانی پر سجدہ کر لیا۔ معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ کے بغیر سجدہ کرنا روا ہے۔

(جواب) یہاں سجدہ حضور علیہ السلام کی پیشانی پہ کیا گیا ہے۔ نہ کہ حضور علیہ السلام کو! سجدہ کرتے وقت پیشانی جائے نماز پر بھی ہوتی ہے، تختے پر بھی نیز زمین پر بھی۔ تو کیا آپ کے خیال کے مطابق ان سب کو سجدہ کیا جاتا ہے یا ان کو مسجود علیہ بنایا جاتا ہے۔
فانحل الاشکال بجمیع طرقہ۔

بدنی عبادت اور تحقیق مسئلہ طواف

طواف نماز کی طرح عبادت ہے۔ اور عبادت خدا تعالےٰ کے بغیر کسی کے لئے جائز نہیں۔

اعلم ان الطواف بالبیت عبادۃ معقولۃ مقصودۃ کالصلوٰۃ !

(بحوالہ تفسیر مظہری ص۲۱۱ پ ۱۷)

اس بات کا یقین کر لے کہ بلاشبہ طواف بیت اللہ کے ارد گرد عبادت معقول و مقصود ہے مثل نماز کے ہے

(ف) یعنی جس طرح نماز کا عبادت ہونا مسلم ہے۔ اسی طرح طواف کا عبادت ہونا بھی مسلم ہے۔ پس جس طرح نماز غیر اللہ کے لئے ناجائز ہے اسی طرح طواف بھی بیت اللہ کے بغیر کرنا ناجائز بلکہ شرک ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا ارشاد گرامی !۔

قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطواف بمنزلۃ الصلوٰۃ الا ان اللہ قد احل فیہ النطق فمن نطق فلا ینطق الا بخیر رواہ الحاکم فی المستدرک وصححہ والطبرانی والبیھقی وروی ابو نعیم فی الحلیۃ !

(تفسیر مظہری ص۲۱۱ پ ۱۷)

بلاشبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ طواف نماز کی طرح ہے مگر اللہ تعالیٰ نے طواف میں بولنے کو حلال کر دیا ہے پس جو شخص کلام کرنا چاہے وہ اچھی کلام کرے حاکمؒ نے اس حدیث کو مستدرک میں نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے اور طبرانی اور بیہقی نے بھی تصحیح کی اور ابو نعیم نے حلیہ میں اسے روایت کیا ہے

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد گرامی

وروی الترمذی والحاکم

ترمذی اور حاکم اور دارقطنی اور

والدارقطنی وابن خزیمہ وابن حبان والبیہقی وصححہ وابن السکن قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الطواف بالبیت صلوٰۃ الا ان اللہ اباح فیہ الکلام!

ابن خزیمہ اور ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی ہے اور ابن السکن نے بھی روایت کیا ہے حضور علیہ السلام کے ارشاد کو، طواف بیت اللہ کا، صلوٰۃ ہے مگر طواف میں خدا نے مباح کیا ہے۔

چونکہ اہل السنت کے خلاف اس مسئلے میں غیر اہل السنت زیادہ متشدد نہیں ہیں اس لئے ہم ان دلائل پر اکتفا کرتے ہیں۔ نیز جب طواف کا عبادت ہونا ثابت ہو گیا تو عبادت کا غیر اللہ کے لئے کسی صورت میں بھی جائز ہونا معقول نہ رہا۔

تحقیق مسئلہ نذر

نذر مجملہ عبادات میں سے ایک عبادت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عبادت خدا تعالیٰ کے بغیر کسی کے لئے جائز نہیں اور یہی اہل سنت کا متفقہ مذہب ہے چنانچہ

۱ علامہ شیخ زین بن ابراہیم الشہیر بابن نجیم مصری!

اپنی تصنیف بحر الرائق شرح کنز الدقائق ص ۳۲۰ ج ۲ میں رقم طراز ہیں۔

النذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا

نذر مخلوق کے لئے جائز نہیں ہے اس لئے کہ نذر (منت) عبادۃ

تکون للمخلوق !	ہو لو رعبادۃ مخلوق کیلئے جائز نہیں ہے!

۵ نذر ماننے کا طریقہ!

علامہ علاؤالدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی ملک العلماء ۵۸۷ھ

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع مطبوعہ مطبع جمالیہ مصریہ ۱۳۲۸ھ میں فرماتے ہیں :-

فرکن النذر هو الصيغة الدالة عليه وهو قوله لله عز شانه على كذا او على كذا او هذا هدى او صدقة او مالى صدقة او ما املك صدقة !	نذر کے لئے رکن یہ ہے کہ ایسا صیغہ استعمال کیا جائے جو نذر کے مفہوم پر دلالت کرے - اور اس کی صورت یہ ہے کہ اگر اللہ نے میرا کام کر دیا) تو خدا کے نام پر میرے اوپر اتنا قدر ضروری ہے یا یہ مال ہدیہ ہے یا میرا مال صدقہ ہے یا جس چیز کا میں مالک ہوں صدقہ ہے - !

۵ قرآن مجید میں نذر کا ذکر

۱- وليوفوا نذورهم!	اور چاہیئے اپنی منتوں کو پورا کریں!
۲ انى نذرت لك ما فى بطنى محررا - !	تحقیق میں نذر مانتی ہوں یا اسد تیرے لئے جو کچھ میرے پیٹ میں ہے

اس آیت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ امرءۃ عمران نے نذر خدا تعالے اور صرف خدا تعالےٰ کے نام کی مانی تھی۔ جسے خدا تعالےٰ نے مدح و توصیف کے رنگ میں پیش فرمایا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں خدا تعالےٰ کے بغیر نذر نہ تو کسی اور کی مانی گئی ہے اور نہ اس کا کہیں ذکر ہے۔ پس روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نذر اللہ ہی کی مانی جائے۔ اور جانور بھی اسی کے نام پر ذبح کیا جائے۔

سرورِ کائنات کا ارشادِ گرامی!

قال عامر بن واثلۃ كنت عند علی ابن ابی طالب فاتاہ رجل فقال ما کان النبی صلی اللہ علیہ و سلم یسر الیک قال فغضب و قال ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسر الی شیئا یکتمہ الناس غیر انہ قد حدثنی بکلمات اربع قال

حضرت عامر بن واثلہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی مرتضیٰ رض کے پاس تھا کہ ان کے پاس ایک جوان آیا اور کہا کہ حضور علیہ السلام نے آپکو سرگوشی میں کیا فرمایا تھا۔ اس پر حضرت علیؓ ناراض ہو گئے اور فرمایا حضورؐ نے سرگوشی میں کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جو لوگوں کو نہ بتائی ہو، بجز اس کے کہ مجھے چار کلمات فرمائے تھے۔ اس کے پوچھنے پر فرمایا کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ لعنت کرتے ہیں

فقال ماهن یا امیرالمؤمنین قال قال لعن اللہ من لعن والدہ ولعن اللہ من ذبح لغیر اللہ ولعن اللہ من آوی محدثا ولعن اللہ من غیر منار الارض! (مسلم شریف ج۲ ص۱۶۱)

اس شخص پر جو اپنے والد پر لعنت بھیجتا ہے اور اس پر جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرتا ہے۔ اور جو بدعتی کو پناہ دیتا ہے۔ اور جو زمین کی نشانیوں اور علامتوں کو مٹا کر ظالمانہ قبضہ کرتا ہے!

اِس حدیث سے حسب ذیل امُور ثابت ہوئے۔!

۱:- سیدنا علیؓ ابن ابی طالب نے اس خیال پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے کچھ راز کی باتیں خلوت میں صرف اُن کو بتائی ہیں اور باقی جمیع صحابہ رض کو اُن سے محروم رکھا ہے۔

۲:- منجملہ اُن افعال کے جن سے انسان لعنت کا مستحق بنتا ہے، ایک یہ بھی ہے کہ خدا تعالےٰ کے بغیر کسی اور کو نافع، ضار، قادر و مختار سمجھ کر اس کے نام کی منت مان کر کوئی حلال جانور ذبح کرے

۳ دُوسری اور تیسری صدی کے عُلماء اہل سُنّت

حضرت امام شافعیؒ کا مذہب

ونص علیہ الشافعی فان قصد مع ذلک تعظیم المذبوح لہ من غیرہ تعالیٰ کان ذلک کفرا فان کان الذابح مسلما صار مرتدا! (حاشیہ علامہ سندی بر نسائی شریف ص۱۷)

حضرت امام شافعیؒ نے نص کی ہے کہ اگر اس ذبح کرنے سے مقصود مذبوح لہ کی خدا تعالےٰ کے سوا تعظیم ہو تو یہ کفر ہوگا پس اگر ذابح مسلمان تھا تو مرتد قرار دیا جائے گا۔!

(ف) چوتھی صدی کے علماء اہل سنت کے مسلک کو پہلی، دوسری، تیسری صدی کے علماء اہل سنت کے مسلک پر قیاس کر لیا جائے۔

پانچویں اور چھٹی صدی کے علماءِ اہلسنت

امام شہیر علامہ رازی رح صاحبِ تفسیر کبیر کا مذہب

قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبيحة و قصد بذبحها التقرب الی غیر الله صار مرتدا و ذبيحة ذبيحة مرتد - !
(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۸، مطبوعہ مطبع حسینیہ مصریہ)

علماء اہل سنت نے اپنے مذہب کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی ذبیحہ کو ذبح کرتا ہے اور ذبح غیر اللہ کے تقرب کی غرض سے کرتا ہے تو وہ مرتد ہو جائے گا۔ اس کی ذبیحہ مرتد کی ذبح قرار پائے گی

ساتویں صدی کے علماءِ اہلسنت

شیخ محی الدین ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی شارح مسلم کا مذہب متوفی ۶۷۶ھ

اما الذبح لغير الله فالمراد ان يذبح باسم غير الله كمن ذبح للصنم او الصليب او لموسى او لعيسى عليهما السلام ونحو ذلك فكل هذا حرام و لا تحل هذه الذبيحة سواء

غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے نام کے بغیر کسی اور کے نام کے لئے نامزد کرے۔ بت کے نام یا صلیب کے نام یا حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کے نام۔ پس یہ سب حرام ہے اور یہ ذبیحہ بھی حرام ہیں

كان الذابح مسلماً او نصرانياً اويهوديا نص عليه الشافعي واتفق عليه اصحابنا فان قصد مع ذلك تعظيم المذبوح له غيرالله تعالے والعبادة له كان كفراً فان كان الذابح مسلماً قبل ذلك صار بالذبح مرتداً وذكرالشيخ ابراهيم المروزی من اصحابنا ان مايذبح عند استقبال السلطان افتی اهل بخارا بتحريمه لانه مما اهل به لغيرالله (شرح نووی مسلم ص۱۶۰ ج۲)

خواه ذبح کرنے والا مسلمان ہو . یا نصرانی اور یہودی ہو۔ اسی پر امام شافعیؒ نے نص کی ہے۔ اور ہمارے اصحاب نے اس پر اتفاق کیا ہے اگر اس کے ساتھ مذبوح لہٗ کی تعظیم وعبادت مقصود ہو تو کفر ہوگا پس اگر ذبح کرنے والا مسلمان تھا تو مرتد ہو جائے گا۔ شیخ ابراہیم مروزی نے فرمایا ہے کہ جو ذبیحہ بادشاہ کی آمد پر ذبح کی جائے ، علماء بخارا کا فتویٰ ہے کہ وہ حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ مَا اُہِلَّ بہ لغیر اللہ میں داخل ہوگئی۔

علامہ نووی نے اس ذبیحہ کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جاوے۔ خواہ وہ پیر ہو، یا پیغمبر۔ اور اسے بھی کہ ذبح تو خدا تعالےٰ کے نام پر کیا جائے۔ مگر بادشاہ کے استقبال پر اس کے تقرب کے لئے ذبح کیا جائے۔ اور اسی پر فقہائے بخارا کا فتویٰ ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر دو نو طریقے شریعت مطہرہ کے نزدیک ناجائز ہیں۔

آٹھویں صدی کے علماء اہلسنت

صاحب تفسیر خازن کا مذہب

ان المعنی ادمیل لك ذبائح عبدۃ الاوثان الذین کانوا یذبحونها لاصنامهم! (تفسیر خازن ج۲)

بلاشبہ اس سے مراد بتوں کے پجاریوں کے ذبائح ہیں جو کہ اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں

(ف) حقیقت میں نہ اصنام مقصود ہوتے تھے اور نہ ان کی صورتیں۔ مقصود ان کے نزدیک وہ حضرات ہوتے تھے۔ جن کی شکلیں پتھروں پر کندہ کی جاتی تھیں۔ وہ لوگ ان کے تقرب کے لئے ذبح کرتے تھے جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔

نویں صدی کے علماء اہل سنت

امام جلال الدین

دما اهل به لغیر اللہ ای ذبح به علی اسم غیر اللہ تعالیٰ! (جلالین ص۲۲)

یعنی وہ بھی حرام ہے جو خدا تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کی جائے۔!

چونکہ مشرکین میں ایک یہ طریقہ بھی رائج تھا۔ اس لئے علامہ موصوف نے اس طریق سے تفسیر کر دی ہے تاکہ حرمت کے سلسلے میں کوئی جز چھوٹنے نہ پائے۔ اس سے دوسری صورت کی تردید لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ عنقریب تفسیر عزیزی کی عبارت سے آپ پر مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

دسویں گیارھویں صدی کے علماء اہلسنت

علامہ محمد علاؤالدین ابن الشیخ علی الحصی الحنفی العباسی کا مذہب

بحوالہ الدر المختار شرح تنویر الابصار ص ۹۶ مطبوعہ نولکشور۔ لاہور

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراہم و الشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل و حرام ما لم یقصد واصرفھا لفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولاسیما فی ہذہ الاعصار! (درمختار ص ۹۶)

اور جان لے کہ بلاشبہ وہ منت جو کہ اکثر عوام مُردوں کیلئے مانتے ہیں اور دراہم چراغ تیل وغیرہ مزاروں پر بطور چڑھاوے کے ان کے تقرب کے لئے لے جاتے ہیں سو وہ بالاتفاق باطل اور حرام ہے۔ جب تک فقراء پر تقسیم کرنے کی نیت نہ کریں اور بالخصوص اس زمانہ کے لوگ تو اس مرض میں بہت زیادہ مبتلا ہو گئے ہیں۔

اہل سنت حنفیوں کے نزدیک اس کتاب کا مقام اور مرتبہ مسلمات میں سے ہے۔ احناف کرام کی اس معتبر کتاب میں غیر اللہ کے لئے نذر کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا ہے۔ نہ تو اس میں ذبیحہ غیر ذبیحہ کا فرق ہے۔ اور نہ قبل الذبح اور عند الذبح کی شرط ہے، حرام قرار دیا گیا ہے تو اس چیز کو جو خدا تعالےٰ کے نام کے بغیر کسی اور کے نام پر تقسیم کی جائے یا نذر مانی جائے۔ ہاں اگر منت تو خدا تعالےٰ کے نام کی مانی جائے۔ اور تقسیم بھی خدا تعالےٰ کے نام پر کی جائے۔ لیکن اس کا ثواب اولیاء کرام، انبیاء عظام میں سے کسی کی روح پاک کو

ایصال کیا جائے اور تقسیم بھی غرباء و مساکین میں ہو تو بلا شبہ جائز ہے

۱۔ بارھویں صدی کے علمائے اہلِ سنت!

بحر الرائق کے مصنف علامہ ابن نجیم مصری حنفی کا مذہب

واما النذر الذی ینذرہ العوام علی ما ھو مشاھد کان یکون لانسان غائب او مریض او لہ حاجۃ ضروریۃ فیاتی بعض الصلحاء فیجعل سترہ علی راسہ فیقول یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذھب کذا او من فضۃ کذا او من الماء کذا او من الشمع کذا او من الزیت کذا فھذا النذر باطل بالاجماع لوجوہ منھا انہ نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون للمخلوق ومنھا ان المنذور لہ میت والمیت

بہر حال وہ نذر جو کہ عام لوگ مانتے پھرتے ہیں کہ خدا نخواستہ کوئی انسان غائب ہو گیا یا کوئی بیمار ہو گیا یا کوئی خاص ایسی ضرورت پڑ گئی جس کے سلسلہ میں بعض بزرگوں کی مزار پر آ کر ان کے غلاف کو سر پر رکھ کر کہتا ہے کہ اے میرے فلاں پیر اگر میرا غائب واپس آ گیا یا میرا مریض چنگا بھلا ہو گیا یا میرا فلاں کام ہو گیا تو اتنا سونا یا چاندی یا پانی یا چراغ یا تیل قبر پر پیش کروں گا۔ پس یہ منت بالاتفاق باطل ہے اس لئے کہ اس نے مخلوق کی نذر مانی۔ حالانکہ نذر عبادۃ خداوندی ہونے کی وجہ سے مخلوق کے لئے ناجائز ہے۔ کیونکہ عبادت مخلوق کے لئے نہیں ہوا کرتی۔

لا یملک و ضمان ان نظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ و اعتقادہ ذلک کفر۔!

(بحر الرائق ج۲ ص۳۲۰ مطبوعہ علمیہ مصریہ!)

دوسرے یہ کہ جس کی منت مان رہا ہے وہ میت ہے اور میت مالک نہیں بن سکتی۔ تیسرے یہ کہ وہ اگر اس منت ماننے سے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ شیخ اس کی حاجت روائی کریگا۔ اسکا یہ عقیدہ کفر ہے۔

ایک اور عبارت

فاذا علمت ھذا فما یوخذ من الدراھم والشمع والزیت وغیرھا وینقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیھم فحرام باجماع المسلمین مالم یقصد والصرفھا للفقراء الاحیاء!

(بحر الرائق ص۳۲۰)

پس جب تو نے یہ معلوم کر لیا، تو دراہم۔ شمع۔ تیل وغیرہ میں جو کچھ اولیاء اللہ کے تقرب کے لئے ان کی قبروں کی طرف پہنچایا جاتا ہے وہ جمیع مسلمانوں کے نزدیک متفقہ طور پر حرام ہے۔ جب تک وہاں کے زندہ فقیروں پر تقسیم کرنے کا ارادہ نہ کرے!

تیرھویں صدی کے علماء اہل السنۃ والجماعۃ!

رئیس الفقہاء والمحققین علامہ شامی کا مذہب

باطل وحرام لوجوہ منھا انہ نذر لمخلوق

غیر اللہ کی نذر کے باطل و حرام ہونے کے کئی وجوہ ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے

والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون لمخلوق ومنہا ان المنذور لہ میت والمیت لا یملک ومنہا انہ ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقادہ ذلک کفر!

(شامی ص۱۳۹ ج۲)

کہ نذر مخلوق کی مانی گئی ہے۔ اور نذر مخلوق کے لئے ناجائز ہے۔ اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لئے نہیں ہوا کرتی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کی منت مانی ہے وہ مرچکا ہے اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر منت ماننے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ میت حاجات برآری میں خدا تعالیٰ کے بغیر امداد کیلئے تصرف کرتی ہے تو اس کا یہ عقیدہ کفر ہے۔

۱۳ علامہ شامی کی ایک اور تصریحی عبارت

اما لو نذر زیتا لا یقاد قندیل فوق ضریح الشیخ او فی المنارۃ کما یفعل النساء من نذر الزیت لسیدی عبد القادر و یوقد فی المنارۃ جہۃ المشرق فہو باطل!

اگر فقیر کی قبر پر چراغ روشن کرنے کے لئے تیل پہنچانے کی نذر مانی ہے۔ یا منارہ میں چراغ جلانے کی منت مانی ہے تو یہ باطل ہے۔

(شامی ص۱۳۹ ج۲)

رئیس الفقہائے کے بعد تیرھویں صدی کے رئیس المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب کا مذہب:

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

در حدیث صحیح وارد است
کہ ملعون من ذبح لغیر اللہ یعنے ہر
کہ بذبح جانور تقرب بغیر خدا نماید
ملعون است۔ خواہ وقت ذبح
نام خدا بگیرد یا نے زیرا کہ
چوں شہرت داد کہ ایں
جانور برائے فلانے
است ذکر نام خدا
وقت ذبح فائدہ نکرد
چہ آنکہ آن جانور
منسوب بغیر گشت
و خبثے دراں پیدا
شد کہ زیادہ از خبث
مردار است زیرا کہ
مردار بے ذکر نام خدا
جان دادہ است و جان
ایں جانور را ازاں غیر
قرار دادہ کشتہ اند

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جو
شخص خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور
کے تقرب کے لئے ذبح کرتا ہے وہ
لعنتی ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جو جانور
ذبح کر کے غیر اللہ کا تقرب ڈھونڈتا
ہے وہ ملعون ہے خواہ ذبح کے
وقت خدا کا نام لے یا نہ۔ اسلئے
کہ جب اس نے یہ مشہور کر لیا ہے
کہ یہ جانور فلاں کے نام کا ہے بس
اب ذبح کے وقت خدا کا نام ذکر
کرنا فائدہ نہ دیگا۔ اس لئے کہ وہ
جانور غیر اللہ کے نام نامزد ہو چکا ہے
اور اس میں غلط عقیدے کی خباثت
اثر کر گئی ہے اور شرکیہ عقیدے کی
پلیدی مردار سے کم نہیں ہے اسلئے
کہ مردار نے تو خدا کے نام کے بغیر
جان دیدی ہے اور اس جانور کو
غیر اللہ کے نام سے نامزد کر کے ذبح

آں عین شرک است ہر گاہ
ایں خبث در وی سرایت
کرد۔ بنام خدا حلال نے شود
الی قولہ و کہنہ ایں مسئلہ
آن است کہ جان را
برائے غیر جان آفرین
نیاز کردن درست نیست
و ماکولات و مشروبات
دیگر اموال را نیز اگر از راہ
تقرب بغیر اسد دادند حرام
و شرک است ـــــ اما
ثواب آں چیز ہا را کرنماید
بد سندہ مے شد ازاں
غیر ساختن جائز است زیرا کہ
انسان را مے رسد کہ ثواب
عمل ضرور بغیر خود بخشد۔!
(تفسیر عزیزی ص۶۱۰)

کہا گیا ہے جو کہ صراحتہً شرک ہے
جب یہ شرکیہ عقیدے کی پلیدی اس
میں سرایت کر چکی ہے تو خدا تعالٰے
کے نام سے حلال نہیں ہو گی (ہاں
عقیدہ صحیح کر لے تو اور بات ہے)
اور کہنہ (حقیقت) اس مسئلے کی یہ ہے
کہ جان کو خدا تعالٰے کے بغیر کسی اور
کے نام کی نامزد کرنا درست نہیں
ہے۔ اور کھانے پینے کی چیزیں اور
دوسرا مال بھی اگر غیر اسد کے تقرب
کے لئے دیا ہے تو حرام اور شرک
ہے۔ ہاں اگر خدا تعالٰے کی منت
مان کر ان چیزوں کا ثواب کسی اور
کی روح کو بخشدے تو جائز ہے
اس لئے کہ انسان کو یہ حق پہنچتا
ہے کہ اپنے اعمال کا ثواب کسی
اور کو بخشدے۔!

۱۳ تیرھویں صدی کے ایک اور سید المحدثین

حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

اگر ایں طور خواہد گفت

اگر اس طریقہ سے کہے کہ اگر خدا تعالٰے

که اگر حاجت من خدا بر آرد
بفقراء مزار فلاں بخورانم
پس قدر صحیح خواہد شد۔
وفائے او لازم لیکن
تخصیص کردن فقراء خادمان
مزار و نے وفائے نذر لازم
نیست ہر فقیرے را اگر خواہد
داد نذر ادا خواہد شد۔
و اگر ایں طور بگوید کہ اگر حاجت
من بر آید بنام فلاں ولی قدر
طعام یا ایں قدر نقد خواہم داد
پس ایں قسم نذر کردن باطل است
باجماع و خوردن طعام حرام است
چنانچہ از کتب معتبرہ مرقوم میگردد!

نے میری حاجت پوری فرمادی
تو میں فلاں بزرگ کی مزار کے
فقیروں کو کھلاؤں گا۔ پس ایسی نذر
صحیح ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری
ہے لیکن اس مزار کے فقیروں
کو کھلانا ضروری نہیں ہے جس
فقیر کو چاہے کھلا دے اس کی
منت ادا ہو جائے گی اور اگر اس
طریقے سے کہے کہ اگر میرا فلاں کام
ہو گیا تو میں فلاں بزرگ کے نام
پر اس قدر طعام یا نقد دیدوں گا
پس اس قسم کی نذر بالاجماع باطل
ہے اور طعام کا کھانا حرام ہے
جیسا کہ معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے

(بحوالہ مائتہ مسائل ص۵۹)

تیرہ سو سال کے علماء اہل سنت کا متفقہ مذہب دستاویز کے طور پر آپ کے سامنے ہے۔ ان تمام دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت کے مذہب ہیں:-

۱:- نذر (منت) عبادت ہے۔ اور عبادت غیر اللہ کے لئے ناجائز ہے۔

۲:- حضور علیہ السلام کے نزدیک غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے ملعون ہیں۔

۳:۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام پر نہ ذبح کرنا جائز
البتہ شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا جائز۔

۴:۔ خدا تعالیٰ کے نام کی نذر مان کر انبیاء علیہم السلام اور اولیائے عظام
اور شہدائے کرام اور بزرگان دین کی ارواح طیبہ کو ثواب پہنچانے
کی غرض سے فقراء و مساکین کو دینا جائز ہے۔

اب جو شخص بھی مذکورہ بالا تصریحات کے خلاف مذہب بنائے گا
وہ یقیناً دائرۂ مذہب اہل سنت سے خارج سمجھا جائے گا۔

اب ذیل میں علامہ محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ
کی تحقیق نقل کی جاتی ہے تاکہ تیرھویں اور چودھویں صدی کے علمائے اہلسنۃ
کا مسلک کھل کر سامنے آجائے۔

وفی قولہ تعالیٰ ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا الخ اشارۃ الی ذم الغالین فی اولیاء اللہ تعالیٰ حیث یستغیثون بہم فی الشدۃ غافلین عن اللہ تعالیٰ وینذرون لہم النذور والعقلاء منہم یقولون انہم وسائلنا الی اللہ تعالیٰ وانما ننذر للہ عز وجل ونجعل ثوابہ للولی ولا یخفی انہم فی دعواہم الاولی

اور ان الذین تدعون میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو کہ اولیاء اللہ کے حق میں غلو کرتے ہیں جبکہ مشکلات میں ان کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے غفلت کرتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں۔ اور اس گروہ میں چالاک لوگ یہ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ تو خدا تعالیٰ کی طرف ہمارے وسیلے ہیں۔ ہم منتیں تو خدا تعالیٰ کی مانتے ہیں اور ثواب اللہ کے ولی کو بھیجتے ہیں۔

اشبه الناس بعبدة الاصنام
القائلين انما نعبدهم ليقربو
نا الى الله زلفى ودعواهم
الثانية لا باس بها لو لم
يطلبوا منهم بذلك شفاء
مريضهم او رد غائبهم
اونحو ذلك والظاهرين
حالهم الطلب ويرشد ذلك
انه لو قيل انذروا الله تعالى
واجعلوا ثوابه لوالديكم
فانهم احوج من ذلك
الاولياء لم يفعلوا ورأيت
كثيراً منهم يسجد على
اعقاب حجر قبورالاولياء
ومنهم من يثبت التصرف
لهم جميعا فى قبورهم
الى قوله اذا طولبوا
بالدليل قالوا ثبت
ذلك بالكشف قاتلهم
الله ما اجهلهم واكثر
افترادهم و منهم

ظاہر ہے کہ بلاشبہ یہ لوگ اپنے پہلے
دعوے میں بت پرستوں کے مشابہ
ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ان کی اسلئے
زیادہ عبادت کرتے ہیں کہ ہمیں
خدا تعالےٰ کے قریب کردیں اور ان
کا دوسرا دعویٰ ٹھیک ہے۔ بشرطیکہ
اس منت سے اپنے بیماروں کی
شفا اور غائب کے رد کرنے کا مطالبہ
نہ کریں۔ اس مسئلے میں رہنمائی کیلئے
یوں سمجھے کہ اگر کہا جائے کہ نذر تو
خدا کی مانو لیکن اس کا ثواب اپنے
والدین کی ارواح کو بھیجو۔ اس لئے
کہ ان اولیاء سے زیادہ محتاج ہیں
ہرگز نہ کریں گے۔ علامہ محمود صاحب
تفسیر فرماتے ہیں کہ میں نے بہت
سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ اولیاء اللہ
کی قبروں کی چوکھٹ کے پتھروں پر
سجدہ کرتے ہیں اور بعض ان کیلئے
تصرف ثابت کرتے ہیں ... جب
ان سے دلیل طلب کی جائے، تو
کہتے ہیں یہ بات کشف سے ثابت

من یزعم انھم یخرجون من القبور و یتشکلون باشکال مختلفۃ وعلماءھم یقولون انما تظھر ارواحھم متشکلۃ وتطوف حیث شاءت وربما تشکلت بصورۃ اسد او غزال او نحوہ وکل ذلک باطل لا اصل فی الکتاب والسنۃ وکلام سلف الامۃ وقد امسد ھؤلاء علی الناس دینھم وصاروا ضحکۃ لاھل الادیان المنسوخۃ من الیھود والنصاریٰ!

ہے۔ قاتلہم اللہ کیسے جاہل اور مفتری ہیں! اور بعض گمان کرتے ہیں، کہ قبور سے نکل کر مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور اہل بدعت کے علماء کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی روحیں مختلف شکلیں بن کر جہاں چاہتے ہیں پھرتے ہیں۔ کبھی شیر کی شکل اور کبھی ہرن کی۔ حالانکہ یہ سب باطل ہے۔ اس کی اصل نہ تو قرآن وحدیث میں ہے اور نہ گذشتہ بزرگوں کی کلام میں۔ انہوں نے لوگوں پر ان کے دین کو بگاڑ دیا ہے اور یہ یہود و نصاریٰ کے لیے مضحکہ خیز بن گئے ہیں!

(تفسیر روح المعانی ص۲۸۹ ج۵)

صاحبِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق

موجودہ دور کے اہل بدعت کا یہ کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام آئے تو ہیں لیکن پیدا نہیں ہوئے۔ حالانکہ جملہ مسلمانوں کا یہ مذہب ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات خدا تعالےٰ کی اعلیٰ ترین مخلوق ہیں۔ جن کی شان کا مقابلہ کائنات میں سے کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ اس لئے

انسان بحیثیت انسان تمام مخلوق میں سے افضل ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام مراتب عالیہ کے لحاظ سے جمیع انسانوں میں سے افضل ہیں۔ تو گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل الافاضل ہیں۔ جن کا مقابلہ نہ عالم علوی اور سفلی کے ملائکہ کر سکتے ہیں اور نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات!

حضور علیہ السلام جملہ انبیاء سے پہلے پیدا ہوئے

فرمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ اخرج ابن جریر عن قتادۃ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول کنت اول الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث۔!

(تفسیر درمنثور ص ۱۸۴ ج ۵ طبع مصر)

ابن جریرؒ سے روایت ہے حضرت قتادہؓ نے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں انبیاء علیہم السلام میں سے پیدائش کے لحاظ سے پہلا ہوں اور دعوائے نبوت کے لحاظ سے آخری ہوں

تخلیق کے متعلق حضور کا اپنا ارشاد

۲۔ انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب۔ ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ۔ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبلۃ

میں محمد بیٹا عبد اللہ بیٹا عبد المطلب کا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے اچھی مخلوق میں بنایا۔ پھر ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے اچھے حصے میں بنایا پھر ان کو قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے اچھے

ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیتًا فانا خیرهم نفسًا وخیرهم بیتًا رواہ الترمذی! (مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳)

قبیلوں میں سے بنایا۔ پھران کو گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے اچھے گھروں میں بنایا۔ پس میں نفس اور گھر کے باعتبار ان میں سے اچھا ہوں۔

آپ شان عظمت اور وقار میں سب سے بڑھ کر ہیں!

۳۔ فاق النبیین فی خلق و فی خلق ولم یدانوہ فی علم ولا کرم! (قصیدہ بردہ)

انبیاء علیہم السلام سے حضورؐ فوقیت لے گئے ہیں۔ پیدائش میں بھی اور خلق میں بھی، اور علم و کرم میں کوئی بھی ان کے قریب نہیں پہنچا۔!

حضورؐ کے محبوب صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ کا مذہب

۴۔ خلقت مبرؤا من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء۔!

آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا کہ آپ اپنی حسب منشا پیدا کئے گئے ہیں۔!

بہرحال اہل بدعت کا یہ نظریہ قطعی طور پر ناقابل قبول ہے، کہ حضور علیہ السلام آئے تو ہیں لیکن پیدا نہیں ہوئے۔ اگر ہمیں طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ان کے وہ اشعار نقل کرتے۔ جن میں حضور علیہ السلام کو عین خدا قرار دیا گیا ہے۔

عینیت اور جزئیت کی نفی

جب آپ نے دلائل سے معلوم کر لیا کہ خدا تعالےٰ خالق ہے اور

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مخلوق ہیں تو ظاہر ہے کہ جو خالق ہے وہ مخلوق نہیں اور جو مخلوق ہے وہ خالق نہیں۔

۵۔ ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ۔ ۲۴/۵۹	وہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ پانی پر تصویریں بنانے والا ہے۔ اُسی کے نام بہتر ہیں۔!
۶۔ خلق کل شیئ و ھو بکل شیئ علیم۔ ۱۰۱/۶	ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔!
۷۔ وللہ ملک السموٰت و الارض وما بینھما یخلق ما یشاء، واللہ علی کل شیئ قدیر۔! ۱۷/۵	آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ملک خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔!
۸۔ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العلمین۔ ۵۴/۷	خبردار! اسی کے لئے خلق اور امر ہے برکت دینے والا اللہ ہے جو کہ رب العلمین ہے۔!
۹۔ خلقکم من نفس واحدۃ ثم جعل منھا زوجھا۔ ۶/۳۹	تمہیں ایک جی سے پیدا فرمایا اور اسی نفس سے اس کا جوڑا بنایا۔!
۱۰۔ ما خلقنا السموٰت والارض وما بینھما الا بالحق ۳/۴۶	ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان والی چیزوں کو سچائی کے ساتھ بنایا ہے۔!

ان آیات مقدسہ سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں وہ سب اس کی مخلوق ہیں پس مخلوق

اور خالق کا آپس میں عین اور جزء نہ ہونا واضح ہوگیا۔

نفی عینیت اور جزئیت پر ایک اور طرز سے استدلال

چونکہ زمانہ حال کے بعض غالی مبتدعین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ میں سے مانتے ہیں اور "میں سے" کا لفظ جزئیت پر دلالت کرتا ہے۔ اور بعض لوگ حضور علیہ السلام کو عین خدا تسلیم کرتے ہیں جس کے ثبوت کے لئے ہمارے پاس ان کی بیسیوں عبارتیں موجود ہیں۔ اس لئے ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم اس سلسلے میں بھی قرآنی آیات پیش کرکے مذہب اہل سنت کے نظریئے کو پیش کریں۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا مذہب

وقالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصٰری المسیح ابن اللہ۔!	یہود نے کہا کہ عزیر علیہ السلام خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصرانیوں نے کہا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔!

بیٹا باپ کی جزء ہوتا ہے اور باپ میں سے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ پیغمبروں کو خدا کی جزء ماننا یا اس کا عین ماننا یہودیوں اور عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ جس کی خدا تعالےٰ نے زوردار الفاظ میں تردید کی ہے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم !	البتہ کافر ہوچکے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ ہی مسیح ابن مریم ہے۔!

17

عبدیت اور جزئیت کے مفہوم میں منافاۃ

پہلی دلیل

جب نصرانیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا عین یا خدا کی جز یعنی بیٹا تسلیم کیا تو خداتعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا واقعۂ ولادت قرآن مجید میں بیان فرماکر حضرت ابن مریم کا بیان نقل فرمایا۔

انی عبد اللہ ، اتانی الکتٰب و جعلنی نبیًّا و جعلنی مبارکًا۔	بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں خداتعالیٰ نے مجھے کتاب عنایت فرمائی ہے اور مجھے شرفِ نبوت سے نوازا ہے اور مجھے بابرکت بنایا ہے

معلوم ہوا کہ جو عبد ہوتا ہے وہ اپنے مالک کی جز نہیں ہوتا۔ اور جو جز ہوتا ہے وہ عبد نہیں ہوتا اور علی سبیل التصریح فرمایا۔

ذٰلک عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون!	یہ عیسٰی مریم کا بیٹا ہے۔ سچی بات جس میں جھگڑا کرتے ہیں۔ !

دوسری دلیل

وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا لقد جئتم شیئًا ادًّا تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض و	اور لوگ کہتے ہیں کہ خداتعالےٰ نے بیٹا بنایا ہے۔ البتہ تحقیق بھاری چیز میں آ گئے ہو۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین

تخر الجبال هدًا ۹۰ ان دعوا للرحمٰن ولدًا ۹۱ وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدًا ۹۲ ان کل من فی السمٰوٰت والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدًا ۹۳
(سورۂ مریم)

ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں یہ کہ پکارتے ہیں خدا تعالیٰ کیلئے اولاد، حالانکہ خدا تعالیٰ کے لائق ہی نہیں کہ بنائے بیٹا آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے عبد بن کر آئیں گے۔!

خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ کل کائنات میرے سامنے عبد بن کر آئیگی فی الحقیقت جزئیت وعینیت کے دعوی کے جواب اور تردید میں ہے جس کا انکار کرنے کی کوئی اہل بصیرت جرأت نہیں کر سکتا۔

عقیدۂ عینیت و جزئیت پر اظہارِ غضب

وینذر الذین قالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا ما لھم بہ من علم ولا لاٰبائھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبًا ۵
(کہف)

اور خدا تعالیٰ کے قہر سے ڈرائے ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا بنایا ہے نہ تو ان کو علم ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کو۔ بڑا کلمہ نکلتا ہے ان کے منہ سے۔ سراسر جھوٹ بولتے ہیں۔!

ایسا عقیدہ رکھنے والے کو خدا تعالیٰ نے جاہل اور جھوٹا قرار دیا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی عبدیت اور قرآنی آیتیں

ولقد مننا علیٰ موسیٰ وهارون ونجینهما وقومهما من الکرب العظیم ونصرنهم فکانوا هم الغالبین وآتینهما الکتب المستبین وهدینهما الصراط المستقیم وترکنا علیهما فی الآخرین سلٰمٌ علیٰ موسیٰ وهارون انا کذٰلک نجزی المحسنین انهما من عبادنا المؤمنین ۔!!

اور البتہ تحقیق ہم نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر احسان کیا ہے اور ان کو اور ان کی قوم کو بڑی تکلیف سے بچالیا اور ہم نے ان کی مدد کی ہے۔ پس وہ غالب ہو گئے اور ہم نے ان کو کھول کھول کر بیان کرنے والی کتاب عطا کی اور ان کو سیدھی راہ پر چلایا۔ سلامتی ہے موسیٰ اور ہارون علیہم السلام پر۔ بلاشبہ ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔!

طرزِ استدلال :- خدا تعالےٰ نے ان دو پیغمبروں پر پانچ احسانات جتلا کر آخر میں ان کی عبدیت پر مہر ثبت فرمائی ہے کہ یہ دونوں میرے ایماندار بندے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبد تھے

انی عبد الله ۱۹ ۵ — بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں!

بلاشبہ آپ کا یہ اقرار عیسائیوں کے لئے قابلِ غور، اور مسلمانوں کے مذہب کے لئے باعثِ تقویت ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام عبد تھے

واذکر عبدنا داؤد ذا الاید انہ اواب ! 17	اور ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کا ذکر کرو کہ وہ بہت طاقت والا تھا اور بہت رجوع رکھتا تھا۔ !

سلیمان علیہ السلام کی عبدیت

ووھبنا لداؤد سلیمٰن نعم العبد انہ اواب ! 30	اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان عطا کیا تھا۔ اچھا بندہ تھا۔ بلاشبہ وہ رجوع کرنے والا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام پر لفظ عبد کا اطلاق

سلام علی ابراھیم 109 کذلک نجزی المحسنین 110 انہ من عبادنا المؤمنین 111 (والصفت)	سلامتی ہو ابراہیم علیہ السلام پر۔ اسی طرح ہم نیکوکاروں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام ایماندار بندوں میں سے ہیں۔ !

ابراہیم۔ اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر

واذکر عبادنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب اولی الایدی والابصار انا	اور ذکر کر دیجئے ہمارے بندوں، ابراہیم و اسحٰق اور یعقوب کا جو کہ طاقت والے اور سمجھنے والے تھے۔

اخلصنٰھم بخالصۃ ذکری الدار (ص ۴۶)	ہم نے دار آخرت کی یاد کے لئے چن لیا تھا۔

نوح علیہ السلام بھی عبد تھے

کذبت قبلھم قوم نوح فکذبوا عبدنا وقالوا مجنون! (القمر ۹)	ان سے پہلے قوم نوح نے تکذیب کی تھی۔ پس انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور کہتے تھے کہ یہ مجنون ہے (معاذ اللہ)

حضرت ایوب علیہ السلام کی عبدیت!

۱:۔ واذکر عبدنا ایوب اذ نادی ربہ۔ (ص ۴۱)	اور ذکر کر ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کا جب کہ ایوب علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا تھا۔
۲:۔ انا وجدنٰہ صابراً نعم العبد انہ اواب! (ص ۴۴)	بلاشبہ ہم نے ایوب علیہ السلام کو صابر پایا اچھا بندہ ہے اللہ بے شک وہ رجوع کرنے والا ہے۔

الیاس علیہ السلام پر لفظ عبد

سلٰم علی الیاسین انا کذالک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین! (الصٰفٰت ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲)	آل یاسین پر سلام ہو۔ بلاشبہ ہم اسی طرح محسنین کو جزا دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے

محمد عبدہ	اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ورسولہ !	اللہ تعالیٰ کے بندے اور اسکے رسول ہیں

مسئلہ بشریت و نورانیت

اہل سنت کے نزدیک ذوی العقول مخلوق کا رتبہ غیر ذوی العقول مخلوق سے زیادہ ہے۔ اور ذوی العقول مخلوق تین قسموں پر منقسم ہے (۱) نوری (۲) ناری (۳) خاکی۔

ملائکہ خالص نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جن خالص آگ سے پیدا کئے گئے ہیں اور انسان مٹی سے۔ !

ملائکہ، جنوں اور انسانوں کی تخلیق

عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت الملائکۃ من نور وخلق الجان من مارج من نار وخلق آدم مما وصف لکم رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب بدء الخلق ص ۵۰)	حضرت عائشہ رض سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جن آگ کے شعلے سے اور آدم علیہ السلام مٹی سے۔ جیساکہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

تخلیق انسانی اور قرآن

۱:- اذ قال ربك للملئكة انی خالق بشرا من طين ۱۴	جبکہ تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں بشر کو مٹی سے پیدا کرنیوالا ہوں

۲:- ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون والجان خلقناہ من قبل من نار السموم (الحجر ۲۷،۲۶)

البتہ تحقیق ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اور جنوں کو آگ سے۔!

۳:- ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ۰ (۲۰)

اور اس کے دلائل سے یہ ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر اس وقت تم بشر بنکر پھیل جاتے ہو۔!

ثابت ہو گیا کہ فرشتے جن اور انسان خدا تعالے کی مخلوق ہیں اور ان کی تخلیق علی الترتیب نور، نار اور مٹی سے کی گئی ہے۔ چونکہ انسان کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتی ہے اور ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ ویسے بھی ہر انسان کے وجود کی تخلیق اولاً بالذات مٹی سے اور ثانیاً بالعرض پانی سے ہے۔ اس لئے قرآن نے اسے بھی ذکر فرمایا ہے

۱:- ھو الذی خلق من الماء بشراً فجعلہ نسباً وصھراً وکان ربک قدیراً۔ (الفرقان ۵۴)

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا پس بنائے اس بشر کو نسب اور صہر۔ اور تیرا رب قدیر ہے۔!

۲:- ھو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ (المومن ۶۷)

وہ اللہ تعالے وہ ذات ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پھر لوتھڑے سے۔!

افضل کون ہے

جب تینوں طبقے ذوی العقول ٹھہرے اور تینوں کو خدا تعالے

نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کئے ہیں۔

۱:- وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون ﴿پ﴾	اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔!
۲:- بل عباد مکرمون لا یسبقونه بالقول و هم بامره یعملون (الانبیاء)	بلکہ فرشتے معزز عبد ہیں خدا تعالٰی کے حکم سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں!
۳:- لا یعصون اللہ ما امرهم و یفعلون ما یؤمرون (التحریم)	وہ فرشتے خدا تعالیٰ کے حکم کی بے فرمانی نہیں کرتے اور جو اُن کو حکم کیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں!

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تینوں میں سے افضل کون ہے؟

اہلسنت کا متفقہ عقیدہ!

لا یستوی البشر والملك فی الكرامة والقربة بل کرامته اکثر ومنزلته اعلی وهذا مذهب اهل السنة فی تفضیل البشر علی الملك! (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)	بشر اور فرشتے عظمت اور قرب میں برابر نہیں ہیں بلکہ بشر کی عزت فرشتوں سے بہت زیادہ ہے۔ اور یہی مذہب ہے اہل السنت کا کہ بشر کا رتبہ ملک سے زیادہ ہے!

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح کی تحقیق

تفصیله ان عوام البشر خیر من عوام الملائكة و	اس کی تفصیل یہ ہے کہ عوام بشر عوام ملائکہ سے افضل ہیں اور

وخواص من البشر خیر من عوام الملئکۃ وخواصھم وخواص الملئکۃ من عوام البشر! (شرح المعانی)	خواص بشر عام اور خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور خواص ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں۔!

مُلّا علی قاری رحؒ کے قلم سے!

والمراد بخواص المؤمنین الرسل والانبیاء وبخواص الملائکۃ جبریل ومیکائیل! (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)	خواص مؤمنین سے مراد مصنف کے نزدیک رسلؑ اور انبیاءؑ ہیں اور خواص ملائکہ سے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ ہیں۔!

افضلیت بشر پر دلائل و براہین

پہلی دلیل

خلافتِ الٰہی بشر کے حصے میں آئی۔!

اذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ! (البقرۃ ۳۰)	جب کہ تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ بلا شبہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔!

دوسری دلیل

بشر کے پیدا کرنے پر خدا تعالےٰ نے فخر کا اظہار کیا

الرحمٰن علم القرآن	جس نے قرآن سکھایا ہے انسان کو

پیدا کیا۔ اسے بیان سکھایا۔ !	خلق الانسان علمہ البیان ! (الرحمٰن)

تیسری دلیل

امانتِ خداوندی کا متحمل بھی انسان ہوا !

بلاشبہ ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا۔ پس انہوں نے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا۔ !	انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان ! (احزاب)

چوتھی دلیل

نوری فرشتوں کو ساجد بنایا گیا اور بشر کو مسجود

جبکہ تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا بے شک میں بشر کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ پس جب اسے برابر کر لوں اور اس میں روح پھونک لوں۔ پس تم اسے سجدہ کرنا۔ پس جمیع ملائکہ نے جمع ہو کر سجدہ کیا۔ !	اذ قال ربک للملئکۃ انی خالق بشراً من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین فسجد الملئکۃ کلھم اجمعون ! (ص)

پانچویں دلیل

شیطان نے بشر کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا تو راندۂ درگاہ بن گیا اور حقدارِ لعنت ہوا

فسجد الملائكة كلهم اجمعون ۱ۙ الا ابليس استكبر وكان من الكفرين ۰ قال يا ابليس ما منعك ان تسجد لما خلقت بيدي استكبرت ام كنت من العالين قال انا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين قال فاخرج منها فانك رجيم و ان عليك لعنتي الى يوم الدين!

(ص)

پس جمیع ملائکہ نے جمع ہو کر سجدہ کیا مگر شیطان نے تکبر کیا اور منکرین سے ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے شیطان! جسے میں نے اپنے رحمت کے بے مثال ہاتھ سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے کس نے روکا۔ کیا تو نے تکبر کیا۔ یا بڑا بن گیا ہے جواب دیا۔ میں اس سے اچھا ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس جنت سے نکل جا۔ اس لئے کہ تو راندۂ درگاہ ہے اور بلاشبہ تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے۔

سجدہ نہ کرنے کی وجہ بشریتِ آدم تھی!

قال يا ابليس مالك ان لا تكون مع السجدين قال لم اكن لاسجد لبشر خلقته من صلصال من حماء مسنون!

(الحجر)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے شیطان کیا ہوا تجھے کہ تو نے سجدہ نہ کیا شیطان نے کہا۔ نہیں ہو سکتا کہ میں بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ ! الحجر آیت

چھٹی دلیل

ستارے چمک رہے ہیں تو بشر کے لئے

وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمت البر والبحر قد فصلنا الآیات لقوم یعلمون ! (الانعام ٩٧)

اور اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو بنایا۔ تاکہ تم بر و بحر کے اندھیروں میں راستہ پا سکو۔ تحقیق ہم نے دلائل کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے قوم کے لئے تاکہ راہِ حق جان لیں۔ !

ساتویں دلیل

آسمان سے لیکر تحت الثریٰ تک سب کچھ بشر کیلئے ہے

ھو الذی انزل من السماء ماء لکم منه شراب ومنه شجر فیه تسیمون (النحل ١٠)

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی نازل کیا۔ اس سے پیا ہے اور اس سے درخت اُگا جن میں چرتے ہو !

آٹھویں دلیل

نباتات بشر کے لئے ہیں !

ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب

اس پانی کے ساتھ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے کھیتی زیتون کھجوریں

ومن کل الثمرات ان فی ذالک لآیت لقوم یتفکرون ۰ !	انگور اور تمام پھلوں سے اُگاتا ہے۔ بلاشبہ اس میں قوم کے لئے دلائل ہیں تاکہ فکر کریں۔ !

نویں دلیل

رات دن اور چاند سورج نیز ستارے بشر کے لئے !

وسخر لکم الیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذالک لآیت لقوم یعقلون !	اور اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے رات اور دن تابع کر دئے ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اسی کے حکم سے تابع ہیں بے شک اس میں قوم کے لئے دلائل ہیں تاکہ سمجھیں۔

دسویں دلیل

دریا اور دریاؤں کی مچھلیاں بھی بشر کے لئے

وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحما طریا وتستخرجوا منہ حلیۃ تلبسونہا ۱۴ !	اللہ تعالےٰ وہ ذات ہے۔ جس نے دریا کو تابع بنا دیا ہو تاکہ اس سے مچھلی کا گوشت کھاؤ اور پہننے کے لئے اس سے زیور نکالو۔ !

گیارہویں دلیل

کشتیاں بھی بشر کے لئے

ربکم الذی یزجی لکم الفلک فی البحر لتبتغوا من فضلہ ۰ انہ کان بکم رحیما ۰ (بنی اسرائیل)

رب تمہارا وہ ہے جو کہ کشتیوں کو تمہارے لئے دریا میں چلاتا ہے تاکہ اس کا فضل تلاش کرو۔ بلاشبہ خدا تعالےٰ تم پر مہربان ہے۔

بارہویں دلیل

ہوائیں بھی بشر کے لئے،

وھو الذی ارسل الریاح بشری بین یدی رحمتہ :

اور اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو اپنی بارش والی رحمت سے آگے آگے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے

بہرحال ان تمام آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات کے اندر خدا تعالےٰ کے علاوہ ایک بشر ہی ہے جسے درجۂ مخدومیت حاصل ہے۔ کیونکہ ہوا، پانی، سبزی، ترکاری کی ضرورت نہ ملائکہ کو ہے اور نہ جنوں کو۔ !

بشر اور قبر دونوں ہم وزن ہیں

جہلاء کی زبان میں لفظ بشر لفظاً قبر کی طرح ثقیل ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ اور انبیاء علیہم السلام اور رسول خدا اور صحابہ کرام رضا اور علماء اسلام کے

نزدیک لفظ بشر معزز و محترم ہے۔ پس دین میں اللہ اور اللہ والوں کی اتباع کرنی چاہیئے۔ جاہلوں کے خیالات کو دخیل اعتنا نہ سمجھنا چاہیئے

آدم علیہ السلام پر بشر کے لفظ کا استعمال!

اذ قال ربك للملٰئكة انی خالق بشرا من طین فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین ۷۲ (ص)

جب کہ تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ بلاشبہ میں بشر کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ پس جب میں اس کی تکمیل کر لوں اور اس کے اندر اپنا پیارا روح (پیدا کیا ہوا) پھونک لوں تو تم اس کیلئے سجدہ کر لینا۔

طرز استدلال:۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کے والد ماجد حضرت آدم علیہ السلام پر بشر کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ پس اگر یہ لفظ ثقیل یا عظمت و وقار کے خلاف ہوتا تو سیدنا آدم جیسے پروردگار عالم نے اپنے بے مثال ہاتھوں سے پیدا فرما کر فرشتوں کا مسجود بنایا اور جس کے سر پر خلافت الٰہی کا تاج رکھا، ان پر یہ لفظ استعمال نہ فرماتے

نبوت کا مستحق بشر ہی ہوتا ہے!

ما كان لبشر ان يؤتيه الله الكتٰب والحكم والنبوة ثم يقول للناس

کسی بشر کے لئے یہ جائز نہیں کہ جب اسے خدا تعالیٰ نے کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے۔ پھر لوگوں سے

کونوا عبادا لی من دون اللہ ! ۷۹ — سے کہے کہ تم میرے خدا تعالٰے کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ !

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کتاب اور نبوت بشر کو عطا کیجاتی ہے اور بشر ہی ایسے انعامات کا مستحق ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنے اُوپر بشر کا لفظ استعمال فرمایا

جب بے ایمانوں نے بشریت اور نبوت کے درمیان منافات سمجھ کر کہا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والو! چونکہ تم ہماری طرح بشر ہو۔ اور تم ہمیں باپ دادوں کی راہ سے ہٹانا چاہتے ہو۔ اس لئے ہم تمہیں نہیں مانتے۔ تو انبیاء علیہم السلام نے بدیں الفاظ جواب دیا۔

قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلكم ولكن الله يمن على من يشاء من عباده ، وما كان لنا ان نأتيكم بسلطن الا باذن الله ، وعلى الله فليتوكل المؤمنون ٥ (سورہ ابراہیم پ ۱۳ ع ۲ - ۱۱)

پیغمبروں نے ان سے کہا کہ ہم تو تمہاری طرح بشر ہیں لیکن خدا تعالٰے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے (نبوت کا) احسان کر دیتا ہے۔ اور دلیل لانا ہمارے اختیار میں نہیں ہے، جب تک اللہ تعالٰے کی اجازت نہ ہو۔ اور مومنوں کو چاہیئے کہ خدا پر توکل کریں۔ !

ملاحظہ فرمائیے کہ پیغمبروں نے نہ صرف اپنی بشریت کا اقرار فرمایا بلکہ معترضین کے طریق اعتراض کو سامنے رکھ کر جواب دیا۔

۲- پیغمبروں نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ انبیاء باقی انسانوں کی طرح عام

انسان نہیں ہوتے بلکہ دربارِ قدوسیت کے تربیت یافتہ اور بہمہ وجوہ ممتاز ہوتے ہیں۔

۳:۔ دلیل لانا صرف خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔

اعلانِ بشریت بحکمِ خداوندی

قل سبحان ربی ھل کنتُ الا بشراً رسولاً (بنی اسرائیل) ۹۳	فرمادیجئے میرا رب پاک ہے شرکوں سے۔ میں تو بشر رسول ہوں۔ !

خدا تعالےٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ (فیض ترجمان) سے لفظ بشر استعمال فرما کر بشریت کی شان کو دوبالا فرما دیا۔ پس اگر لفظِ بشریت خلافِ ادب ہوتا۔ تو خدا تعالےٰ حضرت رسول کریمؐ فداہ ابی و امی، کو ان کی پاک ذات کے متعلق اس لفظ کو استعمال کرنے کا مکلف نہ فرماتے۔

اظہارِ تعجب اور تحقیقِ مسئلہ

وما منع الناس ان یؤمنوا اذجاءھم الھدی الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا قل لو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ۹۸	ہدایت کے آجانے کے بعد کافروں کو کسی چیز نے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ کیا خدا تعالےٰ نے بشر کو بھی رسول بنا لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے متوطن ہوتے تو ہم آسمان سے فرشتے ان پر رسول بنا کر بھیجتے مگر چونکہ زمین میں بشر رہتے تھے اسلئے ایک افضل البشر

خدا تعالیٰ نے بشریت کو رسالت کے خلاف سمجھنے کے سلسلے میں صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیج دیا۔
کفار و مشرکین پر اظہارِ تعجب فرما کر مسئلے کو محقق طور پر بیان فرمایا کہ زمین پر چونکہ بشر تھے۔ اس لئے پیغمبر بھی ان کی جنس میں سے بھیج دیا۔ اگر زمین میں ملائکہ متوطن ہوتے تو پیغمبر بھی فرشتہ بنا کر بھیج دیتا۔

حضور علیہ السلام کو حکم خداوندی کہ بشریت کا اعلان کرد

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد ! ۱۲/۱۸ (کہف)	فرما دیجئے کہ بلاشبہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہارا حاجت روا ایک ہے

چونکہ لفظ بشر کے ساتھ مثلکم کا لفظ موجود ہے۔ تو منکرین اہلسنت یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں ہیں بلکہ بشر کی شکل بن کر آئے تھے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس مسئلے کو بھی واضح کر دیا جائے۔

ذیل میں دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

حضور علیہ السلام افضل البشر ہیں اور بشر ہی پیدا کئے گئے

۱۔ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم (آل عمران) ۱۶۴/۱	البتہ تحقیق ایمانداروں پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا جبکہ ان میں ان کی جنس سے رسول بنا کر بھیج دیا۔ !
۲۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم (جمعہ) ۲	اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے امیوں میں انکی جنس کا رسول بنا کر بھیج دیا۔ !

ابراہیم علیہ السلام کی دعا!

۱۳ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتک! ۱۲۹

اے ہمارے پالنے والے ان میں ان میں سے ایک (برگزیدہ) رسول کو بھیج دے جو تیری آیتیں ان پر پڑھے

حدیثوں میں لفظ بشر کا اطلاق!

حضور علیہ السلام کا اپنا فرمان

فقال انما انا بشر اذا امرتکم بشیئ من امر دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشیئ من رأیی فانما انا بشر (رواہ مسلم) (مشکوٰۃ شریف ص۲۸)

پس حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں شک نہیں کہ میں بشر ہوں جب میں تم کو تمہارے دین کی بات کا حکم کروں تو تم محفوظ کر لیا کرو اور جب میں تم کو اپنی رائے سے حکم کروں پس جز این نیست کہ میں بشر ہوں۔!

سیدہ عائشہ صدیقہ نے بھی بشر کا لفظ استعمال فرمایا

عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخصف نعله ویخیط ثوبه ویعمل

حضرت عائشہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا سیا کرتے تھے۔ اپنا کپڑا سیا کرتے تھے اور اپنے گھر میں اسی طرح

فی بیتہ کما یعمل احدکم فی بیتہ وقالت کان بشراً من البشر یفلی ثوبہ ویحلب ویخدم نفسہ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۲۰)

کام کیا کرتے تھے جس طرح تم کام کیا کرتے ہو اور حضرت عائشہ رضی نے فرمایا کہ حضور بشر میں سے بشر تھے۔ بکری خود دوہتے تھے اور اپنے وجود کی خدمت کیا کرتے تھے

واضح ہو گیا کہ لفظ بشر نہ خدا تعالیٰ کے نزدیک باعث تحقیر و تذلیل ہے اور نہ امام الانبیاء فخر موجودات حبیب کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اور نہ صحابہ کرام رضی کے نزدیک۔ پس جو لوگ علمی حجابات میں مستور ہو کر مظاہرہ جہل کرتے ہوئے بشر کو بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں وہ یقیناً اہلسنت والجماعت کے مسلمات کے خلاف کرتے ہیں۔

اب ذیل میں چودہ سو سال کے محققین علماء اہل سنت کے اقوال بصورت مذاہب نقل کئے جاتے ہیں۔ تاکہ مسئلہ کھل کر سامنے آجائے۔ واضح رہے کہ اہل سنت کے نزدیک حضور علیہ السلام نہ صرف افضل البشر ہیں بلکہ افضل النور ہیں۔ اور اس سے انکار کیسے کیا جا سکتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ کے بغیر سب کائنات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو افضل و اکمل ماننا ضروریات ایمان میں سے ہے۔ اور مسلمات اسلام میں سے۔ جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات سے افضل نہیں مانتا وہ باتفاق اہل سنت دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو عام انسان ہیں جس طرح منکرین حدیث کا عقیدہ ہے۔ اور نہ خدا تعالیٰ کا جز ہیں جس طرح

بعض اہل بدعت کا خیال ہے بلکہ آپ بعد از خدا ہر اس اعلیٰ صفت سے موصوف ہیں جو آپ کے لائق ہے۔

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!"

(ف) پہلی اور دوسری صدی کے علماء اہل سنت کا مذہب واضح ہے ان کے بعد کے حضرات کا مسلک ملاحظہ فرمائیے۔

تیسری اور چوتھی صدی کے علماءِ اہلسنت

مفسرِ قرآن علامہ ابن جریر طبری کا مذہب

يقول تعالى ذكره لنبيه قل يا محمد لهؤلاء الذين ابوا الايمان بك وبتصديقك فيما جئتهم به من عندي استنكارًا لان يبعث الله رسولا من البشر لو كان ايها الناس في الارض ملائكة يمشون مطمئنين لنزلنا عليهم من السماء ملكا رسولا لان الملئكة انما تراهم امثالهم من

خدا تعالے نے اپنے پیغمبر کیلئے ذکر فرمایا ہے کہ یا محمدؐ! ان لوگوں سے فرما دیجئے جنہوں نے آپ کے ساتھ ایمان لانے اور تصدیق کرنے کا انکار کر دیا ہے جو کچھ کہ آپؐ ان کے پاس میری طرف سے لائے ہیں بعید سمجھ رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ رسول بشر کی جنس سے بناتا ہے (کہ اے لوگو! اگر زمین میں فرشتوں کا بسیرا ہوتا تو ہم آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے کیونکہ فرشتے ہی فرشتوں کی شکل ہوتے ہیں۔ الیٰ قولہ جزایں نیست کہ خدا تعالےٰ

الملائکۃ الی قولہ انما یرسل الی البشر الرسول منھم (تفسیر ابن جریر ج ۱۵ ص ۱۰۱)

بشر کی طرف رسول بشر میں سے ہی بھیجتا ہے۔ !

پانچویں اور چھٹی صدی کے علماء اہلسنت

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کے تحت علامہ فخر الدین رازی کا مذہب

تقریر الجواب ان یقال اما ان یکون مرادکم من ھذا الاقتراح انکم طلبتم الاتیان من عند نفسی بھذہ الاشیاء او طلبتم من ان اطلب من اللہ تعالیٰ اظہارھا علی یدی لتدل علی کونی رسولا حقا من عند اللہ والاول باطل لانی بشر والبشر لا قدرۃ لہ علی ھذہ الاشیاء !

جواب کی تقریر یہ ہے کہ کہا جائیگا کہ یا تو تمہاری مراد اس اقتراح سے یہ ہے کہ تمہارا مطالبہ یہ ہے کہ ان اشیاء کا مطالبہ تم میری ذات سے کرتے ہو۔ اور یا تمہارا مطالبہ یہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ سے طلب کروں کہ وہ یہ معجزات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائے تاکہ پتہ چل جائے کہ واقعی میں خدا کی طرف سے رسول ہوں۔ پہلی بات تو غلط ہے کیونکہ میں بشر ہوں اور بشر کو ان اشیاء پر قدرت نہیں ہے۔

تفسیر کبیر کے مصنف علامہ رازی نے نہ تو بشر کو بے عزتی کی نظر سے دیکھا ہے اور نہ اطلاق بشر میں سوء ادبی محسوس کی ہے۔ !

ساتویں صدی کے علماء اہلسنت !

علامہ بیضاوی کا مذہب!

۱۔ والمعنی انہ لم یبق لہم شبہۃ تمنعہم عن الایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن الا انکارہم ان یرسل اللہ بشرا (تفسیر بیضاوی ص۱۳، ج۱)	اور معنی یہ ہے کہ کفار کے لئے نبی کریم صلعم اور قرآن مجید کے ماننے سے انکار کے لئے اور کوئی شبہ باقی نہیں رہا صرف یہ کہ ان کا انکار یہ ہوتا کہ کیا خدا تعالےٰ جنس بشر سے رسول بھیجتا ہے۔
۲:۔ ہل کنت الا بشرا۔ کسائر الناس رسولا ــــ کسائر الرسل ــــ! (تفسیر بیضاوی ص۱۳/۱)	حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں باقی لوگوں کی طرح بشر یعنی انسان ہوں اور ساتھ ساتھ باقی پیغمبروں کی طرح پیغمبر ہوں۔

(شانِ بشریت اور شانِ رسالت کے ممتاز ہونے میں تو کلام ہی نہیں،)

آٹھویں صدی کے علماء اہلسنت

علامہ ابن کثیر کا مذہب

ثم قال تعالیٰ منبہا علی لطفہ ورحمتہ لعبادہ انہ یبعث الیہم الرسول من جنسہم لیفقہوا عنہ	پھر اللہ تعالےٰ نے تنبیہ کر کے فرمایا کہ خدا تعالےٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم ہے کہ اس نے ان کی جنس سے پیغمبر بھیج دیا ہے

ولیفهموا منه لتمکنهم
من مخاطبته
ومکالمته ولو
بعث الی البشر
رسولا من الملئکة
لما استطاعوا مراجعته
ولا الاخذ عنه (الی
قوله) لما کنتم انتم
بشرا بعثنا فیکم رسلنا
منکم لطفا ورحمة
(ابن کثیر ص۶۴-۱۵ ج ۳)

تاکہ لوگ اپنے پیغمبروں سے اپنے
دین کو سمجھ سکیں اور ان کے ساتھ
مخاطبات اور مکالمات پر قادر
ہو سکیں اور اگر خدا تعالی بشر کی طرف
نوری فرشتہ رسول بنا کر بھیج دیتا تو
نہ اس کی طرف مراجعت کی
طاقت رکھتے اور نہ اس سے
لینے کی (الی قولہ) جب تم بشر
تھے تو ہم نے ازراہ شفقت تمہاری
طرف اپنے رسول تم میں سے
بنا کر بھیج دیے۔!

علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ کا مذہب!

لاعتقاد القائلین وهم الکفار ان
الرسول لایکون بشرا.... لما اعتقدوا
اعتقادا فاسدا من التنافی بین
الرسالة والبشریة... قالوا ان ما
ادعیتم من کوننا بشرا فحق لاننکر
ولکن هذا لاینافی ان یمن الله
علینا بالرسالة (مختصر المعانی ص۲۰)

کفار کا یہ اعتقاد تھا کہ رسول بشر
نہیں ہوتا۔ جب ان کافروں نے
یہ غلط اعتقاد قائم کیا کہ رسالت اور
بشریت ایک دوسرے کے مخالف
ہے انبیاء علیہم السلام نے کہا بلاشبہ
جو تم ہمارے متعلق یہ کہتے ہو کہ
ہم بشر ہیں، یہ سچ ہے۔ لیکن اس
کے مخالف نہیں کہ خدا تعالے نے ہمارے اوپر رسالت کا احسان کیا ہے!

نویں صدی کے علماءِ اہلسنّت کا مذہب!

قل انما انا بشر مثلکم (آدمی) مثلکم جلالین ص۲۵۳	فرما دیجئے بلاشبہ میں تمہاری طرح اولادِ آدم میں سے ہوں۔!

دسویں گیارہویں صدی کے علماء اہلسنت کا مذہب

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا مذہب

یعنی لا نرسل الی قوم رسولا الا من جنسھم لیمکنھم من الاجتماع بہ والتلقی منہ۔! (تفسیر مظہری ص۹۷ ج ۵)	یعنی خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ ہم کسی قوم کی طرف رسول بھیجیں تو ان کی جنس سے بھیجتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ جمع ہونا بھی ممکن ہو سکے اور ان سے حاصل کرنا بھی۔!

بارہویں صدی کے علماء اہلسنت

صاحب فتح القدیر علامہ شوکانی یمنی کا مذہب

وفیہ اعلام من اللہ سبحانہ بان الرسل ینبغی ان تکون من جنس المرسل الیھم۔!	اس میں خدا تعالےٰ کی طرف سے اعلام ہے کہ رسول ان کی جنس سے لائق ہے۔ جن کی طرف بھیجے گئے ہوں۔!

(تفسیر فتح القدیر ص۲۵۱ ج ۳۔!)

تیرھویں اور چودھویں صدی کے علماء اہلسنت

علامہ محمود آلوسی بغدادی حنفی کا مذہب !

ان القوم انکروا ان یبعث اللہ تعالیٰ الی البشر بشراً و زعموا انہ یجب ان یکون المبعوث الیھم ملکا و مرامھم نفی ان یکون النبی صلی اللہ علیہ و سلم مبعوثا الیھم فاجیبوا (تفسیر روح المعانی ص ۱۶۰ ج ۱۵)

بلاشبہ قوم (مشرکین) نے انکار کیا کہ خدا تعالیٰ بشر کی طرف بشر کو رسول بنا کر بھیجے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ پیغمبر کا نوری سرشد ہونا ضروری ہے اور مقصد اس سے اُن کا یہ تھا کہ اس کی نفی کریں کہ حضور علیہ السلام ان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ پس جواب دے گئے کہ پیغمبر کے لئے بشر ہونا ضروری ہے

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ "نور" کا اطلاق

جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضور علیہ السلام بمعہ جمیع انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی اعلیٰ ترین مخلوق ہیں۔ نہ خدا تعالیٰ کا عین ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی جنس سے ہیں تو اب آپ پر افضل و اکمل ترین ہونے کے لحاظ سے نور کے لفظ کا استعمال جائز ہے۔ اور اہل سنت کی متعدد کتابوں میں کیا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ یقیناً اس نور سے منزہ ہے جو کہ ہماری آنکھوں میں سماتا یا ہمارے تصور میں آتا ہے۔

چونکہ تمام انوار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہیچ ہیں۔ اسی لئے

آپ کو نورٌ علیٰ نور کہہ دیا جائے تو برحق ہے۔ جہاں بھی حضور علیہ السلام کے نور کا ذکر ہے وہاں حضور علیہ السلام کی نورانی رُوح مراد ہے یا نورِ نبوت ورسالت، جس پر ایمان لائے بغیر انسان مسلمان بھی نہیں کہلا سکتا اور کہیں نور سے مراد خیر و برکت میں اضافہ بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت کریمؐ نے ربّ قدوس سے دعا طلب کی تھی۔

بہرحال دونوں امور پیشِ نظر ہیں تاکہ نہ جنس کا انکار لازم آئے۔ اور نہ صفت کا۔ اور یہی اہلسنت کا مذہب ہے جو کہ افراط و تفریط سے منزہ اور مبرّا ہے۔

قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ کی تحقیق

اہلِ سنت کہلانے والے دونوں طبقوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ لفظ نورٌ کا اطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جائز ہے۔ لیکن اختلاف اس میں ہے کہ مذکورہ آیت میں نور سے مراد حضرت کریمؐ کی ذات مطہرہ ہے یا قرآن ہے۔ تفسیروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مفسّر اس طرف گئے ہیں کہ نور سے مراد حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ چنانچہ:۔

۱:۔ علامہ علاؤالدین بغدادی صاحبِ تفسیر خازن

۲:۔ صاحبِ تنویر المقیاس

۳:۔ علامہ سیوطی صاحبِ جلالین

۴:۔ علامہ پانی پتی صاحبِ تفسیر مظہری

۵:۔ ابوالبرکات نسفی صاحبِ تفسیر مدارک

۶:۔ علامہ رازی صاحبِ تفسیر کبیر

ان حضرات نے متعدد اقوال نقل کرنے کے باوجود ترجیح اس قول کو دی ہے کہ نور سے مراد حضور علیہ السلام ہیں۔

اور کچھ مفسرین اس طرف بھی گئے ہیں کہ نور سے مراد قرآن ہے اور تفسیر کے لئے اور ضمیر واحد کا راجع ہونا اس امر کی دلیل ہے۔ لیکن اسے علامہ رازی نے قبول نہیں کیا۔ اس قدر تحقیق کے بعد اب قابل تحقیق یہ امر باقی رہ جاتا ہے کہ لفظ نور کا اطلاق حضور علیہ السلام پر بطور جنس کے کیا گیا ہے یا بطور اسم یا صفت کے۔ پس اس سلسلے میں ہم اہل سنت مفسرین کی تحقیقات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ اس کی روشنی میں آپ اپنا عقیدہ متعین کر سکیں۔

صاحب تفسیر خازن کی تحقیق

کہ حضور علیہ السلام کا نام "نور" کیوں رکھا گیا

انما سماہ اللہ نورا لانہ یھتدی بہ کما یھتدی بالنور فی الظلام وقیل النور ھو الاسلام ! (تفسیر خازن ص۲۳ ج ۲)	جز ایں نیست کہ خدا تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کا نام نور اس لئے رکھا ہے کہ آپ کے ذریعے انسان راہ پا لیتا ہے جس طرح اندھیروں میں نور سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ نور سے مراد اسلام ہے

صاحب تفسیر مظہری کی تحقیق اور

نور نام رکھنے کی وجہ

فسمّی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن نورا لکونہما کاشفین لظلمات الکفر!

(تفسیر مظہری ص ۶۷ ج ۳)

خدا تعالےٰ نے حضور علیہ السلام اور قرآن کو نور اس لئے فرمایا کہ یہ دونوں کفر کے اندھیروں کو ختم کرکے اسلام کی روشنی پھیلانے والے ہیں۔!

صاحب تفسیر مدارک کی تحقیق!

لفظ نور کے اطلاق کی وجہ

او النور محمد علیہ السلام لانہ یہتدی بہٖ!

(مدارک ج ۱ ص ۲۷۱ مصری)

یا نور سے مراد حضور علیہ السلام ہیں اس لئے کہ ان کی تعلیمات کی روشنی میں انسان ہدایت کی راہ لیتا ہے۔!

واضح رہے کہ صاحب مدارک اور جملہ مفسرین نے جہاں نور سے مراد حضور علیہ السلام لیا ہے وہاں یہ تصریح بھی موجود ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کا نام نور کیوں رکھا گیا ہے تاکہ کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لے کہ حضور علیہ السلام باعتبار ذات کے نور ہیں۔ اس کی مزید تفصیل تفسیر کبیر کی عبارت میں ملاحظہ فرمایئے۔

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین فیہ

تحقیق تمہارے پاس آچکا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین

اقوال۔ الاول ان المراد بالنور محمد و بالکتب القرآن والثانی ان المراد بالنور الاسلام و بالکتب القرآن و والثالث النور والکتب هوالقرآن وهذا ضعیف لان العطف یوجب المغایرة بین المعطوف والمعطوف علیه وتسمیة محمد والاسلام والقرآن ظاهرة لان النور الظاهر هوالذی یتقوی به البصر علی ادراک الاشیاء الظاهرة والنور الباطن ایضا هو الذی تتقوی به البصیرة علی ادراک الحقائق والمعقولات!

اس میں بہت سے قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ نور سے مراد حضور علیہ السلام ہیں اور کتاب سے قرآن ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نور سے مراد اسلام ہے اور کتاب سے قرآن۔ تیسرا قول یہ ہے کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے اور یہ ضعیف ہے! اس لئے کہ عطف معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغائرت کو تقاضا کرتا ہے اور حضور علیہ السلام اور اسلام اور قرآن کا نام نور ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ نور دو قسم ہے۔ ایک نور ظاہری جس سے آنکھ ظاہری اشیاء کو دیکھتی ہے۔ دوسرا نور باطنی جس کے ذریعہ سے بصیرت کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ تاکہ وہ حقائق و معقولات کا ادراک کر سکے۔ ا

(تفسیر کبیر صفحہ ۳۸۴)

ان جملہ تفسیری عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام پر نام کے طور پر لفظ نور کا اطلاق جائز ہے اور اس کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے۔ لیکن مفسرین نے اس امر پر زور دیا ہے کہ نور سے مراد جنس معطفوی نہیں ہے۔ بلکہ نور ہدایت ہے۔ جس کی رہنمائی میں انسان حقائق و معقولات کا ادراک کر سکتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

فقالوا آبشرٌ یھدوننا فکفروا	پس کہا کفار نے کیا بشر ہمیں ہدایت کرتا ہے پس کافر ہو گئے۔ !

معلوم ہوا کہ خدا تعالے نے بشر کہنے والوں کو کافر کہا ہے۔

جواب :۔ یہ مفہوم قرآن مجید کی اس آیت سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اَبَشَرٌ یَھدُوْنَنَا یہ کفار کا قول ہے۔ اس قول سے پہلے بھی جب وہ کافر تھے تو ان کے متعلق فَکَفَرُوْا کی خبر دینا کسی صورت میں بھی واقع کے مطابق معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں اگر اس جملے کے کہنے سے پہلے وہ ایماندار ہوتے اور اس جملے کے کہنے کے بعد وہ کافر قرار دیئے جائیں تب تو کوئی بات تھی۔ فعلیٰ ہذا اس قسم کا مطلب مراد لینا معنوی تحریف سے کم نہیں۔ !

تمت بالخیر

آپ کا مخلص

فقیر دوست محمد قریشی نقشبندی عفی عنہ

خدا توفیق دے اچھی کتابیں شوق سے پڑھیے
عمل کی راہ میں پھر سے یقین و عزم سے بڑھیے
اکرم

براہینِ اہلِ سُنّت

حصہ دوم

از قلم

حضرت علامہ دوست محمد قریشی

ناشر

مکتبہ اہلِ سُنّت
کوٹ ادو
ضلع مظفر گڑھ

سید محمد ذاکر علی شاہ حنفی

نام کتاب ـــــــــ براہین اہلسنت حصہ دوم
مصنف ـــــــــ علامہ دوست محمد قریشی
سائز ـــــــــ ۲۲ × ۱۸ / ۸
ناشر ـــــــــ صاحبزادہ محمد عمر قریشی
زیر اہتمام ـــــــــ مکتبہ اہل سنت کوٹ ادو
کتابت ـــــــــ محمد لطیف گیلانی حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ
مطبع ـــــــــ حسینیہ پریس ملتان
تعداد ـــــــــ ایک ہزار
بار سوم ـــــــــ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

ملنے کا پتہ

کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فہرست مضامین

براہین اہلسنت حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔ حضرات خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ براہین اہل سنت حصہ اول طبع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئی اور اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا، ملک کے گوشہ گوشہ سے ہدیہ مبارک بادی پر مشتمل متعدد خطوط آئے، دعا ہے کہ جس طرح یہ حقیر تصنیف بظاہر مقبول ہوئی فی الحقیقت خدا تعالیٰ بھی اسے اپنے دربار میں شرف قبولیت سے نوازیں تاکہ قیامت کے دن میری نجات کا باعث بنے۔ وَلَیْسَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

نبوت کے عنوان کے ماتحت پہلا مسئلہ بشریت و نورانیت حصہ اول میں گذر چکا ہے اب حسب وعدہ مسئلہ ختم نبوت پر قرآنی آیات، نبوی ارشادات کے علاوہ چودہ سو سال کے معتبر علماء اہلسنت کے اقوال درج کئے جائیں گے بعدہ منکرین ختم نبوت کے باطل شبہات غلط تاویلات اور بے جا تحریفات کا ذکر کر کے ان کی تردید کی جائے گی۔

مسئلہ ختم نبوت

عقیدۂ ختم نبوت بایں معنی کہ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی آپ کے بعد نہ کوئی ظلی نبی پیدا ہو سکتا ہے اور نہ بروزی نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی نہ مستقل اور نہ غیر مستقل، مسلمانوں کے نزدیک مسلمات میں سے ہے بنا بریں اسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہتا ہے اور اس کے قائل کو بے ایمان سمجھتا ہے، چنانچہ کتاب الملل والنحل ج ۳ ص ۲۴۹ میں مرقوم ہے:۔

ان ان بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیا غیر عیسیٰ علیہ السلام فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیرہ لصحۃ قیام الحجۃ بکل ھذا۔

جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بغیر عیسیٰ علیہ السلام کے کسی کی نبوت کا قائل ہو تو اس کے کافر ہو جانے میں بھی اختلاف نہیں کرتا اسلئے کہ ان سب امور پر صحیح طور پر حجت قائم ہو چکی ہے۔

ختمِ نبوت اور قرآنی آیات

پہلی آیت: ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شئے کو جاننے والا ہے۔

طرزِ استدلال: مذکورہ آیت حضور علیہ السلام کی ختم نبوت پر نصِ صریح ہے۔

(۱) حضور علیہ السلام مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔

(۲) اگرچہ بچے پیدا ہوئے لیکن وہ بچپن کی حالت میں وفات پا گئے۔

(۳) بچوں کو اس لئے وفات دیدی گئی تاکہ بعد وفات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کہیں بطورِ وراثت نبوت کا دعویٰ نہ کرتے ورنہ کوئی خالی الذہن انسان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے کو نبی کہہ سکتے جبکہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہیں۔

(۴) اگرچہ حضور علیہ السلام کے اوصاف بہت خاتم النبیین کے علاوہ اور بھی تھے مگر خاتم النبیین صفت اس لئے ذکر فرمائی کہ حضرت کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بکل شیء علیم ہے انہیں خبر تھی کہ جھوٹے لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبوت کا دعویٰ کریں گے۔

خاتم النبیین کا معنیٰ آخری پیغمبر ہی ہے

مجمع البحار ص ۳۲۹ میں ہے:۔

الخاتم والخاتم من اسمائہ صلی اللہ علیہ بالفتح ای آخر۔

خاتم اور خاتم حضور علیہ السلام کے ناموں میں سے اگر زبر ہو تو آخر کے معنے میں آئے گا۔

مجمع البحار کے علاوہ قاموس، کلیات ابوالبقاء، صحاح العربیہ، جوہری، صراح، منتہی الارب میں بھی خاتم بمعنی آخر لیا گیا ہے۔ کتب لغت کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات

سے بھی پتہ چلتا ہے کہ خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی ہے۔

دوسری آیت:۔ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔	اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اسکے جو نازل کیا گیا ہے طرف تیرے اور جو کہ نازل کیا گیا ہے تجھ سے پہلے

طرز استدلال:۔ اس آیت میں وما انزل من قبلک ذکر کر کے خدا تعالیٰ نے واضح لفظوں میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام پر اور آپ سے پہلے نازل شدہ وحی پر ایمان لانا ضروری ہے اگر حضور علیہ السلام کے بعد بھی وحی کے نزول کا امکان ہوتا تو آیت یوں اترتی۔

وما انزل من قبلک ومن بعدک۔	اور جو کہ نازل کیا گیا ہے تجھ سے پہلے اور تیرے بعد

ومن بعدک کا مذکور نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وحی حضور علیہ السلام کے بعد کسی پر نازل نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں بطور اعلان فرمایا:۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح وقال ابن کثیر فی تفسیرہ ج ۸ ص ۹ اخرجہ احمد	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا بلاشبہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے پس میرے بعد نہ تو کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی آئے گا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔
دوسرا اعلان:۔ کنت اول النبیین فی الخلق واٰخرھم فی البعث۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۸۹)	میں پیدا ہونے کے لحاظ سے نبیوں سے پہلا ہوں اور دعویٰ نبوت کے اظہار کے لحاظ سے سب سے آخر ہوں۔

ان دونوں اعلانات سے ثابت ہو گیا کہ پہلی آیت اور دوسری آیت کا وہی معنیٰ ہے جو کہ اہلسنت مسلمانوں کے ہاں مشہور و متعارف ہے۔

تیسری آیت:۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف	اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جو تم میں سے ہیں اور صالح لوگوں کو وعدہ دیا کہ ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنائیں گے جس طرح ان سے

الذین من قبلھم۔ | پہلے خلیفے بنائے گئے تھے۔

طرزِ استدلال:۔ اللہ تعالٰی نے آنحضرتؐ کے زمانۂ اقدس کے اہلِ اسلام سے خلافت کا وعدہ فرمایا ہے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ خلافت جاری ہونا تھا اگر آپؐ کے بعد اجرائے نبوت کا امکان ہوتا تو قرآنِ حکیم میں بجائے لیستخلفنھم کے لیجعلنھم انبیاء ورسلاً مستقلین او غیر مستقلین ہوتا۔

چوتھی آیت:۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ ۳	آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی ہے

طرزِ استدلال:۔ اس آیت کا حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن یوم الجمعہ نازل فرمایا اور اس کے بعد اکیاسی دنوں سے زیادہ آنحضرتؐ کا دنیا میں زندہ نہ رہنا، اور اس کے بعد اس آیت کے لئے کسی اور آیت کا بطور ناسخ ہونے کے نہ اترنا اس امر کی دلیل ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے نہ حلال حرام ہوگا اور نہ حرام حلال، اسلئے کہ اس دین کا لانے والا پیغمبر خاتم النبیین ہے نہ اُس پیغمبر کے بعد کسی اور پیغمبر کی ضرورت باقی رہی اور نہ ہی اس دین کے بعد کسی اور دین کی ضرورت باقی رہی۔ علامہ ابن کثیرؒ نے فرمایا:۔

ھذہ اکبر نعم اللہ علی ھذہ الامۃ حیث اکمل تعالٰی لھم دینھم فلا یحتاجون الی دین غیرہ ولا الی نبی غیر نبیھم صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ ولھذا جعلہ اللہ خاتم الانبیاء وبعثہ الی الجن والانس۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۷۹)	اس امت پر اللہ تعالٰی کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے کہ خدا تعالٰی نے اُن کیلئے اُن کے دین کو کامل کر دیا ہے پس وہ اپنے نبی کے بغیر نہ تو کسی غیر دین کے محتاج ہوں گے اور نہ کسی اور نبی کے اس لئے اللہ تعالٰی نے حضور علیہ السلام کو خاتم الانبیاء بنایا اور جن وانس کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔
پانچویں آیت:۔ وارسلنٰک للناس رسولاً۔ (النساء پ ۵) ع ۹	اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

طرزِ استدلال:۔ الناس بنی آدم کو کہتے ہیں معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر

اس انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں جو بنی آدم میں داخل ہے پس جہاں بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پائی جائے گی ان کو حضور اور صرف حضور علیہ السلام کی نبوت ہی تسلیم کرنی پڑے گی۔

چھٹی آیت:۔ وَاُوحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ (سورۃ انعام پ ۷ ع ۲)

اور میری طرف وحی کی گئی ہے اس قرآن کی تاکہ میں تم کو بھی ڈراؤں اور ان لوگوں کو بھی جن تک یہ قرآن پہنچے۔

طرز استدلال:۔ ترسیل رسل کی علت غائی خوشخبری دینا اور ڈرانا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریح فرما دی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت نذیریہ صرف صحابہ کرامؓ کے لئے نہیں ہے بلکہ تا قیام قیامت جن لوگوں تک یہ قرآن پہنچتا رہے گا ان سب کے لئے رسول اور نذیر ہیں تاکہ قوم آپ کے بعد نہ کوئی اور قرآن کی منتظر ہے اور نہ کسی اور نبی کی۔

ساتویں آیت:۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (پ ۹ ع ۱۰)

فرما دیجئے اے لوگو بلا شبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔

طرز استدلال:۔ جب سب لوگوں کی طرف حضور رسول بن کر آئے ہیں تو آپ کے بعد کسی اور پیغمبر کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

آٹھویں آیت:۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ۔ (پ ۶ ع ۳)

اے لوگو بے شک تمہارے پاس آچکا ہے رسول تمہارے رب کی طرف سے اب تم مان لو تمہارے لئے بہتر ہے۔

طرز استدلال:۔ خدا تعالیٰ کا پیغمبر کی آمد سے متعلق خوشخبری دے کر لوگوں کو آپ پر ایمان لانے کے لئے مکلف بنانا اور اس کے بعد اور کسی پیغمبر پر ایمان لانے کے لئے مکلف نہ بنانا حضور کی ختم نبوت کی واضح دلیل ہے۔

نویں آیت:۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ (پ ۵ ع ۹)

اے ایمان والے لوگو خدا کی اور رسول کی تابعداری کرو اور اولی الامر کی بھی جو تم میں سے ہو۔

طرز استدلال:- اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور پیغمبر یا رسول کا آنا ممکن ضروری ہوتا تو اولی الامر کے قائم مقام "والانبیاء من بعدہ" کا جملہ مذکور ہوتا

دسویں آیت:- قد جاءکم رسل من قبلی بالبینٰت (آل عمران ۱۸۳)	بیشک تمہارے پاس مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول معجزات لے کر آ چکے ہیں۔

طرز استدلال: اگر حضور علیہ السلام کے بعد کسی رسول کے آنے کا امکان ہوتا تو من قبلک کے ساتھ من بعدک کا لفظ ضرور نازل ہوتا، اسی طرح

(۱) فقد کذب رسل من قبلک۔	پس تحقیق جھٹلائے گئے تم سے پہلے رسول
(۲) ولقد استھزئ برسل من قبلک۔	آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ مذاق اڑایا گیا۔
(۳) لقد کذبت رسل من قبلک۔	بیشک آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا۔
(۴) ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک۔	بیشک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے۔
(۵) وما ارسلنا من قبلک الا رجالاً۔	ہم نے پہلے جو رسول بھیجے وہ انسان ہی تھے
(۶) وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون۔	جو رسول بھی آپ سے پہلے ہم نے بھیجے سب کی طرف توحید کی وحی کی گئی۔
(۷) وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی	ہم نے آپ سے پہلے جو رسول اور نبی بھیجے۔
(۸) فقد کذبت رسل من قبلک۔	آپ سے پہلے والے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی۔

ہر من قبلک کا لفظ بتاتا ہے کہ جس قدر پیغمبر خدا تعالیٰ نے بھیجے وہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھیجے حضرتؐ کے بعد خدا تعالیٰ نے سرے سے یہ سلسلہ ہی ختم فرما دیا جیسا کہ ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال میں حضرتؐ کا فرمان موجود ہے

انا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم۔	میں پیغمبروں میں سے آخری پیغمبر ہوں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو۔

اگرچہ ختم نبوت کے اثبات اور اس کی تائید و توثیق سے متعلق سینکڑوں آیتیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر ہم نے صرف ان اٹھارہ آیتوں پر اکتفا کیا ہے جن سے کسی تاویل کے بغیر ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے اس کے بعد اب حضور علیہ السلام کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت احادیث نبویہ کی روشنی میں

میں خاتم الانبیاء ہوں (حضورؐ کا اعلان)

پہلی حدیث:- عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فرمایا حضور علیہ السلام نے میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم مساجد الانبیاء ہے۔ (کنز العمال)

میں تمہارا اور تمہارے بعد پیدا ہونے والوں کا نبی ہوں

دوسری حدیث:- انا رسول من ادرکنی حیا ومن یولد بعدی۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۱۰۱)

میں اُس کا بھی رسول ہوں جو مجھے پائے اور اُس کا بھی جو کہ میرے بعد پیدا ہوگا سب کا نبی میں ہی ہوں۔

آخری نبی اور آخری اُمت

تیسری حدیث:- عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خطبۃ یوم حجۃ الوداع ایھا الناس انہ لا نبی بعدی ولا امۃ بعدکم۔

حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا اے لوگو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔
(منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۱)

رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے

چوتھی حدیث:- عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔

حضرت انس نے فرمایا حضور علیہ السلام نے فرمایا بیشک نبوۃ اور رسالت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اب نہ کوئی رسول بن سکتا ہے نہ کوئی نبی۔
(ترمذی شریف) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۳)

پہلے اور آخری پیغمبر کی نشاندہی

پانچویں حدیث:- عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ذر

ابوذر سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ابوذر سب سے پہلا نبی حضرت آدم ہے اور

اوّل الانبیاء آدم و آخرھم محمد۔ | آخری نبی محمد ہے۔ (کنزالعمال ج ۶ ص ۳۵۶)

افضلیت کی ایک وجہ مرتبہ ختم نبوت بھی ہے

چھٹی حدیث:۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وارسلت الی الخلق کافۃً وختم بی النبیون۔

ابوہریرہ سے روایت ہے فرمایا حضور علیہ السلام نے میں ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میرے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے

آنحضرتؐ کے بعد جھوٹے پیغمبر

ساتویں حدیث:۔ عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہٗ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے خبردار میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (مسلم شریف)

حضورؐ کے بعد اگر کسی کا نبی بننا ممکن ہوتا تو اسکے مستحق فاروق اعظمؓ تھے

آٹھویں حدیث:۔ عن عقبۃ بن عامرٍ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

(ترمذی شریف)

طرز استدلال:۔ جس طرح لوکان فیھما الا اللہ میں خدا تعالیٰ کے بغیر خدا کا ہونا ممکن نہیں اسی طرح حضور علیہ السلام کے بعد کسی پیغمبر کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔

احادیث طیبہ کے بعد چودہ سو سال کے علماء اہلسنت کا مذہب

پہلی اور دوسری صدی کے علماء اہلسنت کا مذہب

صدیق اکبر کا ارشاد گرامی:۔ قد انقطع الوحی وتم الدین۔

تحقیق وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین پورا ہو چکا ہے۔

ظاہر ہے کہ نبوت کا مدار وحی پر ہوتا ہے جب وحی کا نزول بند ہو گیا تو لامحالہ نبوت کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔

ان کے علاوہ جملہ صحابہ کرام اور تابعین کا مدعی نبوت کے ساتھ جہاد کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ حضرات بعد از رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً کسی طرف سے دعوئے نبوت کو برداشت نہیں کرتے تھے۔

تیسری صدی کے علماء اہلسنت

مفسر قرآن ابن جریر طبری رح کا مذہب

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الذی ختم اللہ بہ النبوۃ فطبع علیھا فلا تفتح لاحد بعدہ الی قیام الساعۃ۔ (تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۱۲۰۱)

آیت لکن اللہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضور کے ساتھ نبوت کے سلسلے کو ختم کر دیا پس اس پر مہر لگا دی ہے پس قیامت تک کسی کے لئے نہیں کھلے گی۔

چوتھی صدی کے امام حافظ ابن عبد البر کا مذہب

انا الخاتم ختم اللہ بی النبوۃ وانا العاقب فلیس بعدی نبی۔ (کتاب الاستیعاب ج ۱ ص ۳۴)

میں خاتم ہوں اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ نبوت ختم کر دی ہے پس میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

پانچویں اور چھٹی صدی کے علماء اہلسنت

امام شہیر مصنف تفسیر کبیر علامہ امام فخر الدین رازی رح کا مذہب

وخاتم النبیین وذلک لان النبی الذی یکون بعدہ نبی ان ترک شیئا من النصیحۃ والبیان یستدرکہ من یاتی بعدہ واما من لا نبی بعدہ لا یکون اشفق علی امتہ واھدیٰ لھم اذ ھو کالوالد لولدہ الذی لیس لہ غیرہ من احد۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۸۱)

اور یہ اس لئے کہ جس نبی کے بعد نبی ہو اگر کوئی نصیحت اور بیان چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اسے پالے اور جس پیغمبر کے بعد نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر زیادہ شفیق اور امت کے لئے زیادہ ہادی ہوتا ہے کیونکہ وہ مثل والد کے ہوتا ہے جس کے بیٹے کا اس کے بعد کوئی نہ ہو۔

صاحب تفسیر کشاف کا مذہب

فان قلت کیف کان اخر الانبیا وعیسٰی علیہ السلام ینزل فی اخر الزمان قلت معنی کونہ اخر الانبیاء انہ لا احد بعدہ وعیسٰی ممن نبی قبلہ ۔
کشاف ج ۲ ص ۲۱۵

اگر تو کہے کہ حضور علیہ السلام آخری نبی کیونکر ہوئے حالانکہ عیسٰی علیہ السلام آخر الزمان میں نازل ہوں گے تو میں کہتا ہوں کہ آخری پیغمبر کا معنٰی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسٰی پہلے سے نبی ہیں ۔

وخاتم النبیین برائے اعلان ختم انبیاء و ختم نبوت است و اعلان اینکہ من بعد کسے دگری منتظر نیست چنانکہ پیش ازیں انبیاء سابقین انبیاء نبی لاحق کردہ است مے آمدند ۔

وخاتم النبیین ختم انبیاء ختم نبوت کے اعلان کے لئے ہے اور اس اعلان کے لئے کہ حضرت کے بعد کسی نبی کی انتظار نہیں ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام سے پہلے انبیاء کے بعد نبی آیا کرتے تھے ۔

(بحوالہ خاتم النبیین فارسی مطبوعہ ادارہ مجلس علمی کراچی)

ساتویں اور آٹھویں صدی کے علماء کا مسلک

وقد اخبر اللہ تبارک وتعالٰی فی کتابہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السنۃ المتواترۃ عنہ انہ لا نبی بعدہ لیعلموا ان کل من ادعی ھذا المقام بعدہ فھو کذاب افاک دجال ضال مضل ۔

بلاشبہ خدا تعالٰی نے قرآن مجید میں اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث متواترہ میں ضروری ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جو شخص بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبوت کا دعوٰی کرے گا وہ جھوٹا دجال اور گمراہ کرنے والا ہوگا ۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲۷ ص ۹۱)

نویں صدی کے علماء اہلسنت

امام زمان علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا مذہب

انہ اخذ اللہ میثاقہم بتصدیق بعضہم والاعلان بان محمداً رسول اللہ واعلان رسول اللہ بان لا نبی بعدہٗ (دُرِّ منثور)

بلا شبہ خدا تعالیٰ نے اُن سے بعض کی تصدیق کا وعدہ لیا اور یہ کہ محمد مصطفیٰ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس اعلان کا کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

دسویں صدی کے عُلماء اہلسنّت

مُلّا علی قاری کا مذہب

ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع۔ (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص۱۵۰)

ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔

گیارہویں بارہویں صدی کے عُلماء اہلسنّت کا مذہب

اذا لم یعرف الرجل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم۔ (فتاویٰ عالمگیری)

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہے۔

تیرہویں اور چودہویں صدی کے علمأ اہلسنّت کا مذہب

وکونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مما نطق بہ الکتاب وصدعت بہ السنۃ واجمعت علیہ الامۃ یکفر

حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے پر قرآن ناطق ہے احادیث دے رہی ہیں اُمت کا اجماع ہے پس اس عقیدے کا منکر کافر ہے

مدعی خلافه دلیقتل ان اصر۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۶۵)

اگر اس کے خلاف امر ایک سے تو شرعاً واجب القتل ہے۔

مسئلہ ختم النبوت پر عقلی دلائل

دلیل ۱:- طلوعِ آفتاب سے پہلے ستارے چمکتے ہیں چاند روشن ہوتا ہے لیکن جب سورج چڑھ جائے تو سب کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اس لئے کہ سورج کی تابانیت اکناف عالم کو مستفیض کر چکی ہے پس جس طرح طلوعِ آفتاب کے بعد چراغ جلانے والا عقل کا اندھا ہی معلوم ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح انبیاء ماسبق کی مثال چاند ستاروں کی سی ہے اور حضور علیہ السلام کی مثال طلوعِ آفتاب کی سی ہے پس حضرت کی نبوت کے دوران میں اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ عقل کا دشمن ہی قرار دیا جائے گا۔

دلیل ۲:- اگر آپ نے مرغن طعام تیار کرنا ہے تو گھی کے بغیر اس کا حصول ناممکن ہے لیکن گھی کے لئے پہلے بھینس لو گے پھر اس سے دودھ حاصل کرو گے پھر اس کی دہی بناؤ گے پھر اس سے مکھن نکالو گے پھر اس سے گھی بنے گا۔ اب گھی سے آپ حلوہ زردہ پلاؤ وغیرہ تو بنا سکتے ہیں لیکن گھی سے گھی نہیں بن سکتا۔ بالکل اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے متعدد انبیاء علیہم السلام تشریف لائے وہ بمنزلہ وسائط اور وسائل کے تھے سب سے مقصود حضرت کی ذات پاک تھی اب جب وہ تشریف لے آئے تو آپ کے بعد نبی کا آنا ناممکن ہی رہے گا۔

بغور ملاحظہ فرمائیے کہ جو بھی حضور علیہ السلام کے پاس آتا گیا وہ مراتب جلیلہ پر فائز ہوتا گیا یعنی اگر حضرت سیدنا ابوبکرؓ آئے تو صدیق بنے، سیدنا عمرؓ آئے فاروق بنے، سیدنا عثمانؓ آئے تو ذی النورین بنے، حضرت علیؓ آئے تو کرار بنے، ابوعبیدہؓ آئے تو امینِ امت بنے، خالدؓ بن الولید آئے تو سیف اللہ بنے، ابن مسعودؓ آئے تو امام الفقہاء بنے، ابوہریرہؓ آئے تو حافظ الحدیث بنے، بلالؓ آئے تو مؤذن بنے، الغرض سب کے سب مراتب جلیلہ پر فائز ہوتے گئے مگر حضورؐ کی صحبت سے فیضیاب ہو کر نبی نہ بن سکے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کافر ہے

جب مسئلہ ختم نبوت قرآنی آیات، نبوی ارشادات نیز چودہ سو سال کے علماء اہل سنت کی تصریحات سے ثابت ہو چکا تو اب کسی صاحب ایمان کے لئے یہ جائز نہیں رہ حضور علیہ السلام کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی قسم کے مدعی نبوت کی نبوت پہ ایمان لائے، خدانخواستہ اگر کوئی شخص اس قسم کا دعویٰ کرے گا کروہ بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہوگا اور اس کو نبی ماننے والا کافر بن جائے گا، ذیل میں علماء اسلام کے فتوے ملاحظہ فرمائیے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کا متفقہ فیصلہ

اگر حضور علیہ السلام کے بعد صحابہ کرام ہر مدعی نبوت کو مرتد اور واجب قتل نہ سمجھتے تو مسیلمہ کذاب کے ساتھ جہاد نہ کرتے اور بارہ سو کی تعداد میں صحابہ کرامؓ اور تابعین کی جماعت جام شہادت نوش نہ کرتی حالانکہ مسیلمہ کذاب حضور علیہ السلام کی نبوت پر بھی ایمان رکھتا تھا اور اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ بھی کہلاتا تھا جیسا کہ تاریخ طبری ص۲۴۴ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے ویشہد لی الاذان ان محمد رسول اللہ اس قدر بڑی جماعت کا تیغ بکف ہو کر میدان میں کود پڑنا اور منکرین ختم نبوت کا قلع قمع کر دینا اٹھائیس ہزار کی جمعیت کو تہ تیغ کرنا اور باقیوں کو شکستِ فاش دینا اس امر پہ دال ہے کہ جملہ صحابہ کرامؓ اور تابعین ان کو خارج از اسلام اور کافر و مرتد سمجھتے تھے اور ان کا مقابلہ کرنا اور ان سے مقاتلہ کرنا اپنے لئے باعثِ نجات سمجھتے تھے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع۔ (شرح فقہ اکبر ص۲۰۲)

ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاتفاق کفر ہے۔

ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ومن اعتقد وحیا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفر باجماع المسلمین۔
(فتاوی ابن حجر)

جو شخص ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد وحی کا دعویٰ کرے وہ باجماع مسلمین کافر ہے۔

علامہ خفاجی شارح شفاء کا فتویٰ

من زعم انہ نبی یوحیٰ الیہ کالمرتد فی احکامہ لانہ قد کفر بکتاب اللہ لانہ کذبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ انہ خاتم النبیین ولا نبی بعدہ مع انفرینۃ علی اللہ۔

اور جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کی طرف وحی ہوتی ہے تو وہ مرتد ہے اس لئے کہ وہ کتاب اللہ کا منکر اور خاتم النبیین والی آیت کو جھٹلاتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

اذا لم یعرف الرجل ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم ولو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام مے برم یکفر۔

جو انسان حضور علیہ السلام کو آخری پیغمبر نہ سمجھتا ہو وہ مسلمان نہیں ہے اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے کہ میں پیغمبر ہوں اور اس سے مراد یہ لے کہ میں خدا کا پیغام لوگوں تک بذریعہ وحی پہنچانے والا ہوں کافر ہو جائے گا۔

اب ہم اس گیارہویں صدی کے متعدد علماء کے متفقہ فیصلے کی رُو سے دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا مرزا غلام احمد قادیانی مسلمان بھی رہ سکتا ہے چہ جائیکہ اُسے نبیوں کی فہرست میں شمار کیا جائے۔ ذیل میں مرزا جی کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں اور کسی نتیجے

پہنچنے کی کوشش کریں۔

اگرچہ مرزا صاحب ۱۸۹۹ء تک دعویٰ نبوت کو خروج از اسلام سے تعبیر کرتے تھے جیسا کہ تبلیغ رسالت ص ۲ اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲۰ شعبان میں مرقوم ہے۔

وما کان لی ان ادعی النبوة واخرج عن الاسلام والحق بقوم کافرین۔	میرے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں سے جاملوں۔

لیکن ۱۸۹۹ء کے بعد اسی دعویٰ کا اعلان کر دیا جسے کل تک خروج از اسلام اور کفر سے تعبیر کرتے تھے چنانچہ "نزول المسیح ص ۴۸ میں ہے:۔

"میں مسیح موعود ہوں اور جس کا نام سرورِ انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے"۔

دوسرا ثبوت:۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد میں مسمیٰ ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔

تیسرا ثبوت:۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اسی نے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔

چوتھا ثبوت:۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔
(دافع البلاء ص ۱۱)

پانچواں ثبوت:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے	من بعرفان نہ کمترم زکسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین	ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

چھٹا ثبوت: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ کے الہام میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

یہ عبارتیں بہانگ دہل بتا رہی ہیں کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے اور مذکورہ بالا اسلامی فتاویٰ جات کی رو سے نیز مرزا صاحب اپنے بوسیدہ فتوے کی رو سے کافر ہیں مرتد ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (شیخ ابوشکور سالمی کا فتویٰ منقول از ختم النبوۃ)

شیخ ابو شکور سالمی کا فتویٰ

منقول از ختم النبوۃ

ومن ادعی النبوۃ فی زماننا فانہ یصیر کافراً ومن طلب منہ المعجزات فانہ یصیر کافراً۔

جس نے ہمارے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا وہ کافر ہے اور جس نے اُس سے معجزات طلب کئے وہ بھی کافر ہے۔

ان عبارتوں سے امید ہے کہ آپ نے معلوم کر لیا ہو گا کہ جملہ مسلمانوں کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اس کا معتقد اور معتمد بھی۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی دائرۂ ایمان سے خارج ہے جبکہ اُس کی متعدد عبارتوں سے اس کا مدعی نبوت ہونا ثابت کر دیا گیا ہے۔ لاہوری پارٹی کے لوگ ان حقائق کو جتنا چھپانے کی کوشش کریں گے اُسی قدر وہ کذب بیانی کے مرتکب ہوں گے ؎

لاکھ چھپایا راز محبت نہ چھپ سکا!
آنکھوں نے رو کے یار سے اظہار کر دیا

مرزائی وساوس و شبہات اور اُن کے جوابات

پہلا شبہ اور اُس کے جواب کے بعد اس پر اعتراضات

خاتم النبیین والی آیت میں خاتم کا معنی مُہر ہے اور مُہر بایں معنی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو بھی پیغمبر آئے گا وہ حضور علیہ السلام سے مُہر لگوا کر آئے گا، نبی بند ہو گئے اور وہ جو حضور کی پیروی کی مُہر لگوا کر نہ آئیں۔

جواب:۔ یہ معنی نہ تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے اور نہ حضرات صحابہ کرامؓ نے، پس جو معنی اپنی طرف سے اختراع کیا گیا ہو وہ یقیناً ناقابل قبول ہو گا۔

مسلمانوں کی طرف سے منکرینِ ختمِ نبوت پر اعتراضات

اعتراض نمبر ۱:- حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے اقرءوا القرآن علی قراءۃ ابن ام عبد کی قراءت پر پڑھو۔ عبد اللہ ابن مسعود کی قراءت میں خاتم النبیین کے قائم مقام ختم النبیین ہے جس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے نبیوں کو ختم کر دیا ہے اگر طاقت ہے تو سبعہ یا عشرہ قراءتوں میں سے کوئی بھی قراءت اپنی تائید میں پیش کیجیے ؎

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اعتراض نمبر ۲:- مسلم شریف باب الفضائل میں حضور علیہ السلام کا ارشادِ گرامی موجود ہے کہ ختم بی النبیون یعنی میرے ساتھ نبی ختم کر دیئے گئے اگر طاقت ہے تو اس حدیث میں مُہر والا معنی بنا کر دکھائیے جبکہ مُہر سے مراد آپ کے نزدیک مُہر اتباع اطاعت ہے اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں طاعت و اتباع کا مفہوم بھی درجہ مستعملات سے ہے۔ دیدہ باید

اعتراض نمبر ۳:- قرآن مجید کے مفسر سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، ابن ماجہ باب فتنۃ الرجال میں حضرت رسول کریم نے انا آخر الانبیاء فرمایا ہے، اب اگر طاقت ہے تو اس کے مقابلے میں اپنی تائید میں کوئی حدیث پیش کیجیے۔

اعتراض نمبر ۴:- خاتم کا حقیقی معنی آخری ہے جیسا کہ روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے اور آپ کا مراد لیا ہوا معنی بشکل مجاز بنتا ہے اور قاعدہ ہے کہ مجاز اُس وقت مراد لیا جاتا ہے جب حقیقت متعذر ہو پس تعذرِ حقیقت کے وجوہ بیان کیجیے۔

اعتراض نمبر ۵:- بتائیے کہ النبیین سے مراد بعض نبی ہیں یا حضور سے پہلے تمام انبیاء اگر بعض انبیاء ہیں تو حضور کے ارشادِ گرامی انا قائد المرسلین کا کیا جواب ہے جبکہ آپ کے حسب منشاء معنے یوں بنیں گے کہ آپ بعض رسولوں کے قائد ہوں گے اور بعض کے نہیں ہیں۔

اعتراض نمبر ۶:- اور اگر النبیین سے مراد تمام انبیاء ہیں تو بتائیے تمام وہ انبیاء جو تشریعی ہیں یا تشریعی اور غیر تشریعی سب کے سب اگر تشریعی انبیاء کے خاتم ہیں تو اس قسم کا استثناء

حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی سے ثابت کیجئے۔

اعتراض ۷:۔ خاتم النبیین میں الف لام کون سا ہے استغراق حقیقی ہے غیر حقیقی اگر حقیقی ہے تو آپ کا مذہب باطل اور اگر غیر حقیقی ہے تو دلیل پیش کیجئے بشرطیکہ قائد المرسلین والے ارشاد کو ضرور مد نظر رکھا جائے جو کہ مشکوۃ میں موجود ہے اور دارمی سے منقول ہے اور اسی حدیث میں قائد المرسلین اور خاتم النبیین کا ذکر ترتیب وار موجود ہے۔

اعتراض ۸:۔ اگر حضور علیہ السلام کے بعد آپ کے معنے کا لحاظ کر کے کوئی اور نبی تسلیم کر لیا جائے تو فرمائیے ماننے والوں کو اُمت کس کی تصور کیا جائے گا، حضور علیہ السلام کی یا کسی دوسرے نبی کی، اگر حضور علیہ السلام کی باقی رہی تو دوسرے کے ماننے کا کیا فائدہ؟

اعتراض ۹:۔ اور اگر کسی دوسرے نبی کی امت قرار دیا جائے تو انتم اخر الامم کا مفہوم بیان کیجئے۔

اعتراض ۱۰:۔ جب قبر میں من ربك، ما دینك، من نبیك پوچھا جاتا ہے تو در منثور صفحہ ۱۶۵ ج ۶ میں ہے کہ مردہ جواب دیتا ہے محمد نبی اگر طاقت ہے تو حضور علیہ السلام کے فرمان سے غلام احمد نبی ثابت کیجئے۔

اعتراض ۱۱:۔ اگر خاتم کا معنی وہی مُہر والا ہی ہے تو حضرت حسنؓ کے اس قول کا جواب دیجئے۔

قال ختم الله النبیین بمحمد صلی الله علیه وسلم وکان اخر من بعث۔	خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کر دیا ہے اور حضور علیہ السلام آخری پیغمبر ہیں۔

کیا اس میں سلسلہ انبیاء کے انقطاع کا صراحتہً ذکر نہیں جواب دیجئے۔

اعتراض ۱۲:۔ اگر قول حسنؓ میں بھی ختم کا معنی مُہر کا ہی لے لیا جائے تو آخر من بعث کی مطابقت بیان کیجئے۔

اعتراض ۱۳:۔ اگر خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین نہیں ہے تو تفسیر مدارک کی اس عبارت کا جواب دیجئے۔

خاتم النبیین بفتح التاء ما صم	خاتم النبیین تاء کی زبر کے ساتھ جیسا کہ عاصم کی قرأت

بمعنے الطابع ای اٰخرھم لانبیاء بعدہٗ۔

یہ بمعنی مُہر لگانے والے کے ہے یعنی آنحضورؐ پیغمبر ایسے نبی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکے گا۔

جبکہ اس عبارت میں ختم کا معنی طبع کر کے آخر کا کیا گیا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴:۔ اسی طرح علامہ زرقانی کی شرح مواہب اللدنیہ ج ۵ صفحہ ۲۶۷ کی عبارت:۔

ای اٰخرھم الذی ختمھم او ختموا بہ کا جواب دیجیے۔

یعنی حضور پیغمبروں کے آخری ہیں آپ نے سب کو ختم کر لیا ہے اور معنی یوں بنے گا کہ انبیاء علیہم السلام آپ سے ختم کر دیئے گئے۔

اعتراض نمبر ۱۵:۔ کلیات ابی البقاء صفحہ ۳۱۹ میں ہے:۔

وتسمیۃ نبینا خاتم الانبیاء لان الخاتم اٰخر القوم قال اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

ہمارے نبی کریم کا نام خاتم الانبیاء اس لئے ہے کہ خاتم قوم کا آخری ہوتا ہے اسی پر آیت خاتم النبیین شاہد ہے۔

کیا اس میں خاتم بمعنی آخر نہیں کیا گیا، سوچ کر جواب دیجیے۔

اعتراض نمبر ۱۶:۔ صاحب تفسیر خازن صفحہ ۲۷۰ ج ۳ کی عبارت کا جواب دیجیے:۔

خاتم النبیین ختم اللہ بہ النبوۃ فلا نبوۃ بعدہٗ۔

خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا ہے پس آپ کے بعد نبوت نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۷:۔ تفسیر درمنثور صفحہ ۲۰۴ ج ۵ اس زمانہ کے مدعی کے نزدیک قابل قبول ہے اس میں ہے:۔

وکان اٰخر من بعث کا جواب دیجیے

حضور علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے آخری ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۸:۔ کیا آپ لغت کی کسی کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ لفظ خاتم کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اسی آیت کو استشہاد بنا کر خاتم کا معنی مُہر کیا ہو اور مُہر سے بھی وہی مطلب لیا ہو جو مرزائی مشہور کرتے پھرتے تھے۔

اعتراض نمبر ۱۹:۔ اگر نہیں دکھا سکتے تو پھر مفردات امام راغب صفحہ ۱۴۲ کی عبارت کا

جواب دیجئے۔

وخاتم النبیین لانہ ختم النبوۃ ای تمھا بمجیئہ۔

اور خاتم النبیین اس لئے کہ آپ نے نبوت کو ختم کردیا ہے یعنی اپنے آنے سے نبوت کو تمام کردیا ہے۔

اعتراض ۲۰:۔ اسی طرح تاج العروس شرح قاموس کی عبارت کا جواب دیجئے۔

ومن اسمائہ علیہ السلام الخاتم والخاتم وھو الذی ختم النبوۃ بمجیئہ۔

آپ کے ناموں میں سے خاتم بھی ہے اور خاتم بھی اور وہ وہی ہے جس نے نبوت کو اپنے آنے سے ختم کردیا ہے۔

اعتراض ۲۱:۔ اگر منکرین ختم نبوت کا مرزا پر ایمان ہے تو تریاق القلوب ص ۱۵۷ کا جواب دیں

"ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر تمام و کمال دورہ حقیقت آدمیت ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے"

اگر بقول مرزا خاتم الاولاد کا معنیٰ یہی ہے تو خاتم النبیین کا معنیٰ یہ کیوں نہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی عورت کے پیٹ سے پیدا نہ ہوگا۔

دوسرا شبہ اور اس کا اندفاع

خاتم النبیین میں حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنیٰ مقصود ہے جس طرح کسی کو خاتم المحدثین یا خاتم المفسرین کہا جاتا ہے حالانکہ اس کے بعد بھی بہت سے محدث اور مفسرین کا آنا ممکن ہے اور متوقع ہے۔

جواب:۔ خداوندی کلام کی اصطلاح کو خود تراشیدہ اصطلاحات پر قیاس کرنا جہالت ہے اگر ہم خاتم المحدثین کسی کو کہتے ہیں تو تخمینے اور اندازے کی بنا پر جبکہ ہم یقیناً علم غیب نہیں رکھتے لیکن اللہ تعالیٰ تو علم غیب رکھتے ہیں انہیں علم ہے کہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں بن سکتا۔ پس منکرین ختم نبوت کا شبہ خاک میں مل گیا۔

منکرینِ ختم نبوت پر چند اعتراضات

اعتراض ۱:۔ اگر خاتم النبیین کا مفہوم خاتم المحدثین کی طرح ہے تو آپ نے لانبی بعدی کیوں فرمایا جواب دیجئے۔

اعتراض ۲:۔ کیا لانبی بعدی اس مفہوم خاتمیت کے خلاف نہیں جو تمہارے ہاں لیا جاتا ہے۔

اعتراض ۳:۔ مرزا نے "تریاق القلوب ص۲۷۹" میں اپنے کو خاتم الاولاد کہا ہے اور ثبوت میں پیش کیا ہے:۔

"اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں اُن کے لئے خاتم الاولاد تھا"۔ جواب دیجئے۔

اعتراض ۴:۔ خاتم نصرۃ الحق ضمیمہ براہینِ احمدیہ صفحہ ب" میں ہے:۔

"بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء کا نام جو عیسٰے ہے":

اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بوجہ انبیاء بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہونے سے خاتم الانبیاء کہا جا سکتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے معاملے میں کیوں تامل ہے۔

خاتم النبیین کا معنیٰ زینت النبیین کا جواب

مرزائی مکر اور اس کے جوابات

منکرینِ ختم نبوت کہتے ہیں کہ خاتم النبیین میں خاتم سے مراد زینت ہے اور ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے زینت ہیں پس آپ کے بعد انبیاء کا آنا ممتنع نہ ہوا۔

جواب ۱:۔ چودہ سو سال کی تفسیریں آپ کے سامنے ہیں ہم منکرین کو چیلنج کرتے ہیں کہ جملہ مفسرین میں سے ایک مستند تفسیر کا حوالہ دے کر ثابت کریں کہ کسی نے اس آیت میں خاتم کا معنیٰ زینت لیا ہو۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

جواب ۲: خاتم سے مراد انگوٹھی لے کر انگوٹھی کو پہننے والے کے لئے زینت قرار دینا اتحاد وقت کا مقتضی ہے حالانکہ جب انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تو حضورؐ نہ آئے تھے اور جب حضورؐ تشریف لائے تو انبیاء علیہم السلام تشریف لے جا چکے تھے پس اتحاد مفقود رہا۔

جواب ۳: جب حضور علیہ السلام نے آیت کی مراد "لا نبی بعدی" سے متعین فرمادی ہے تو مجاز در مجاز مراد لینا یقیناً خلافِ دیانت ہے۔

جواب ۴: جو معنی قرآنی تصریح، نبوی ارشادات، اجماعِ اُمت اور چودہ سو سال کی تصریحات کے خلاف ہو وہ یقیناً ناقابلِ قبول ہوگا۔

جواب ۵: انگوٹھی کا رتبہ پہننے والے سے کم ہوتا ہے تو کیا اس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں؟

جواب ۶: مسلم شریف میں ہے انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم المساجد اگر طاقت ہے تو اس حدیث میں "خاتم المساجد" کا معنی زینت المساجد بنا کر دکھائیے۔

جواب ۷: قرآنی سیاق وسباق اور حقیقی مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے جو معنی مناسب معلوم ہو وہ تو مراد لیا جا سکتا ہے لیکن جو معنی سیاق کے بھی خلاف ہو اُسے لینا یقیناً انتہا جہل ہے، منکرین میں اگر ہمت ہے تو آیت خاتم النبیین میں انگوٹھی اور زینت والا معنی کر کے دکھلائیے۔

خاتم النبیین کا معنی نبی گر ہے

منکرین کا قول

مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کا یہ قول مندرجہ حقیقت النبوۃ صفحہ ۲۵ یقیناً ناقابلِ قبول ہے پہلی وجہ چشمہ معرفت ص ۳۲۴ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کی شریعت خاتم الشرائع ہے، تو کیا اس کا معنی یہ بنے گا کہ حضور علیہ السلام کی شریعت شریعت ساز

ہے دیکھئے کس قدر کچی بات ہے۔

دوسری وجہ:۔ مرزا نے اپنے خاتم الاولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو کیا اس کا معنی اولاد گر ہے ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

تیسری وجہ:۔ مرزائی قادیانی نے تحفہ گولڑویہ طبع سوم ص۲۹ میں لکھا ہے کہ:۔

"سلسلہ موسویہ کے خلیفوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء ہے"

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبر سازی کی کیفیت کی تشریح کیجئے ع

دروغ گو را حافظہ نباشد

چوتھی وجہ:۔ "تریاق القلوب ص۱۵۷" میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ:۔

"اس طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں ان کے خاتم الاولاد تھا۔"

اب منکرین ختم نبوت بتائیں کہ کیا اس عبارت سے مرزائی قادیان کا مقصود آخر الاولاد ہونا ہے یا اولاد ساز ہونا ہے علی سبیل الاول منکرین کا مراد لیا ہوا معنی باطل اور علی سبیل الثانی مسلمانوں کا مدعا ثابت ہوا۔

پانچویں وجہ:۔ حقیقت الوحی ص۶۴ ضمیمہ عربی میں ہے:۔

اِن رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین۔	بلاشبہ ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

اب ہمارے دور کے منکرین ختم نبوت یا تو ہمارا مسلک قبول کریں اور یا اپنے متنبی کی تائید میں دلائل پیش کریں اور ان کی گلو خلاصی کرائیں۔

خاتم النبیین کا معنیٰ افضل النبیین کا جواب

جوابِ ا:۔ خاتم کو افضل کے معنیٰ سے کیا جائے یا نہ حضور علیہ السلام کی افضلیت ویسے بھی مسلمانوں کے نزدیک مسلمات میں سے ہے پس خاتم کو اپنے اصل معنے سے ہٹا کر لازمی معنے لینا خلاف دیانت ہے۔

جوابِ ۲:۔ شہادت القرآن صفحہ ۲۸ میں ہے:۔
چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے۔
اس عبارت سے مرزائی قادیانی نے منکرینِ ختمِ نبوت کی مذکورہ تفصیل کو ناقابلِ قبول بنا دیا، کاش کہ عقیدتمندانِ مرزائیت اس قول کو اپنا لیتے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے کا جواب

(۱) منکرین کہتے ہیں کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اگر یہ صحیح ہے تو ختمِ نبوت کے عقیدے کا بطلان ظاہر ہے کیونکہ مسلمانوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایک نبی کے آنے کو تسلیم کر لیا۔

(۲) اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ اُس دور میں مسلوب النبوت ہوں گے تو یہ اُن کی توہین ہے جو سراسر کفر ہے بہر حال مسلمان کسی بھی صورت اس عقیدے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

جوابِ ا:۔ بلاشبہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں بایں معنیٰ کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا نہ یہ کہ آپ سے پہلے والا نبی بھی نہیں آئے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت تو پہلے سے ملی ہوئی ہے اب اُن کا نازل ہو کر آپ کی شریعت کا تبع ہونا اور اسی شریعت کی نشر و اشاعت کرنا اُنکی رفعتِ شان اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہے نہ کہ اس سے اُن کی توہین لازم آتی ہے اور نہ

اُن کی کیونکہ کیا شان ہے اُس پیغمبر کی جس کی تائید گذشتہ نبی کریں اور کیا شان ہے اُس نبی کی جس کو تائیدِ نبوت کے لئے خدا منتخب فرمالیں، واضح ہے کہ عیسیٰ ہی آئیں گے اور نزولِ عیسیٰ کی مفصل بحث اسی حصے میں آگے آرہی ہے انتظار فرمایئے۔

جوابِ ۲: افسوس کہ منکرینِ ختمِ نبوت نہ تو کسی تفسیر کو دیکھتے ہیں اور نہ اقوالِ سلف کو، ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر وہ لوگ تفسیروں کا مطالعہ کریں تو ان کا عقیدہ نزولِ عیسیٰ کو ختمِ نبوت کے مخالف سمجھتا اور نہ اُس کے اذناب، چنانچہ علامہ آلوسیؒ نے اس شبہ کا جواب اپنی تفسیر روح المعانی ج ۲۲ صفحہ ۶۱ میں دے دیا ہے، ملاحظہ کریں۔

ولا یقدح فی ذلک ما اجتمعت علیہ الامۃ واشتھرت علیہ الاخبار ولعلھا بلغت مبلغ التواتر المعنوی ونطق بہ الکتاب علیٰ قول ووجب الایمان بہ واکفر منکرہ کالفلاسفۃ من نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر الزمان لانہ کان نبیا قبل تحلی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بالنبوۃ فی ھذہ النشاۃ۔

ختمِ نبوت کے عقیدے کے مخالف وہ عقیدہ نہیں ہے جس پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہے احادیث اس عقیدے پر شہرت بلکہ تواترِ معنوی کو پہنچ چکی ہیں، قرآن کی تصریح موجود ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کا منکر کافر ہے وہ عقیدہ ہے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا آخر زمانہ میں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام حضور علیہ السلام کے زیورِ نبوت سے آراستہ ہونے سے پہلے نبی تھے۔

معلوم ہوا کہ آپ سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں اُن کا تصدیق کے لئے نازل ہونا نہ خلافِ شریعت ہے اور نہ دین کے خلاف۔

جوابِ ۳: یہ جواب تفسیر کشاف کے مصنف کی زبان سے سُنیئے فرماتے ہیں:

فان قلت کیف کان آخر الانبیاء وعیسیٰ علیہ السلام ینزل فی آخر الزمان قلت معنیٰ کونہ آخر الانبیاء انہ لا ینبأ احد بعدہ

پس اگر تو اعتراض کرے کہ حضور علیہ السلام آخری پیغمبر کس طرح ہو سکتے ہیں حالانکہ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام تو آخر زمانہ میں نازل ہوں گے (جواب) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

وعیسٰی علیہ السلام ممن نبی قبلہ۔
(تفسیر کشاف ج ۲ ص۲۶۵)

آخری پیغمبر ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنے گا اور عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے سے نبی ہیں۔

کاش امت متنبی زمانہ موجودہ اس عبارت کو غور سے پڑھتے اور اپنے ضروری عقیدے سے توبہ کرتے۔

نوٹ:۔ اس قسم کی عبارت زرقانی شرح مواہب ص۲۶۷ ج ۵ برحاشیہ تفسیر خازن، تفسیر مدارک ص۳۰ ج ۳، اور بقول مفتی اعظم پاکستان حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر محیط ص۲۳۶ ج ۷، تفسیر ابوالسعود برحاشیہ کبیر ص۴۱۸ ج ۲ میں اس قسم کا مضمون موجود ہے مگر افسوس کہ مرزائی کروٹس سے مس نہیں ہوتا۔

جواب:۔ تریاق القلوب ص۱۵۷ میں ہے:۔

"ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر تمام کمال دورہ حقیقت آدمیت ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔"

اب منکرین ختم نبوت اپنے متنبی کے کلام کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ اگر خاتم الاولاد کا معنی یہی ہے کہ اس کے بعد کوئی بچہ پیدا نہ ہو تو خاتم النبیین کا معنی بھی یہی ہوگا کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو۔ ما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

خاتم النبیین سے مراد تشریعی انبیاء کا انقطاع ہے

اس دعوے کے اثبات کے لئے النبیین کے الف لام کے متعلق کہتے ہیں کہ الف لام عہد کے لئے ہے اور اس سے معہود تشریعی انبیاء ہیں۔ یعنی آپ کے بعد تشریعی نبی تو نہیں آسکتے البتہ غیر تشریعی نبی آسکتے ہیں۔

تردید:۔ یہ دعوٰی ان کی جہالت پر دلیل ہے اس لئے کہ عہد خارجی کیلئے ضروری ہے کہ معہود کا ذکر کلام سابق میں ہو حالانکہ آیت کا ماقبل اس سے بالکل خالی ہے۔

تردید ۲:۔ النبیین کے الف لام کی طرف منکرین ختم نبوت کی توجہ تب ہوئی جبکہ انہوں نے خاتم النبیین کا معنی ختم کرنے والا تسلیم کر لیا اور ادھر اُدھر کی دوسری تاویلات سے ناکام ہو گئے۔

تردید ۳:۔ کیا ہے کوئی پروانۂ مرزائیت جو اپنے اس استنباط و استخراج پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تائیدی تصریح دکھائے۔

تردید ۴:۔ منکرین کا مقصد الف لام للعہد سے یہ ہے کہ انبیاء دو قسم ہیں تشریعی اور غیر تشریعی، پس حضور علیہ السلام بعض انبیاء تشریعی کے خاتم ہیں، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے اگر وہ صحت کے قائل ہیں تو حسب ذیل اعتراضات کا جواب دیں:۔

اعتراض ۱ ازاہلسنت:۔ کلیات ص۵۱۲ ابوالبقاء میں ہے:۔

لام التعریف سواءٌ دخلت علی المفرد او علی الجمع تفید الاستغراق الا اذا کان معھوداً۔	لام تعریف کا برابر ہے کہ فرد پر داخل ہو یا جمع پر ہو فائدہ استغراق کا دیتا ہے مگر جبکہ معہود ہو۔

عہد خارجی اور ذہنی کے لئے جب نہ بن سکا تو آپ کو استغراق سے کیوں انکار ہے وجوہ بیان کیجئے۔

اعتراض ۲:۔ کشف الاسرار ج ا ص۲۲ میں علامہ نسفی نے تصریح کی ہے کہ:۔

ان دخلت علی الجمع فللعھد ان کان والا فللعموم۔	اگر لام جمع پر داخل ہو تو عہد کے لئے ہو گا اگر عہد کا بن سکے ورنہ عموم کے لئے ہو گا۔

جواب ملے تو پتہ چلے۔

اعتراض ۳:۔ رضی ص۱۰۲ ج ۲ میں ہے:۔

فاذا لم یکن للبعضیۃ لعدم دلیلھا وھو التنوین وجب کونہ للکل۔	پس جب دلیل کے نہ ہونے کی وجہ سے بعضیت کے لئے نہ رہا تو کل کے لئے ہو گا۔

اب منکرین ختم نبوت یا تو تسلیم کریں یا اس کے مقابلے کی کوئی نحوی عبارت پیش کریں۔

اعتراض ۴:۔ قرآن مجید میں ہے:۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ۔ | اور جبکہ خدا تعالیٰ نے سب نبیوں سے وعدہ لیا

بتائیے کہ یہاں تمام نبیوں سے وعدہ لیا گیا یا بعض سے، سوچ کر جواب دینا ہوگا۔

اعتراض ۵۔ قرآن مجید میں ہے:۔

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ۔ | لیکن نیکی یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کو مانے اور قیامت کے دن کو مانے اور ملائکہ کو اور تمام نبیوں کو مانے۔

مذکورہ آیت میں الف لام ملائکہ، کتب، النبیین پر داخل ہے بر تقدیر تسلیم تحقیق منکرینو لازم آئے گا کہ بعض فرشتوں پر ایمان ضروری ہو اور بعض پر نہ ہو، کتاب کے بعض حصے قابلِ تسلیم ہوں اور بعض نہ ہوں، بعض نبیوں پر ایمان لانا فرض ہو اور بعض پر نہ ہو کیا یہی معیارِ طمینت ہے۔ الیس منکم رجل رشید۔

قاضی نذیر پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کی جہالت

قاضی صاحب شانِ خاتم النبیین صفحہ ۳۲ میں رقمطراز ہیں:۔

"خاتم النبیین کا لام تعریف حضرت امام ملا علی قاری اور دیگر بزرگانِ ملت کے معنوں کے لحاظ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں بلکہ تمام عمومی علماء کے عقیدہ کے لحاظ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں صرف عہد خارجی یا استغراق عرفی کا ہی مراد ہو سکتا ہے یہ لام تعریف یقتلون النبیین کی طرح ہے۔"

جہالت ۱:۔ ملا علی قاری کی عبارتوں کا سہارا لینا بھی نذیر صاحب کی جہالت پر بیّن دلیل ہے اس لئے کہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر ص۲۰۲ میں اعلان فرمایا ہے:

ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع۔ | اور ہمارے نبیؐ کے بعد دعویٰ نبوت کفر ہے بالاجماع۔

کیا نذیر صاحب ملا علی قاری کے اس فتوے کے پیش نظر مرزائی قادیاں کی تکفیر کریں

اعلان کریں گے۔

جہالت نمبر ۲:۔ ملا علی قاری صاحبؒ کا مسلک قاضی نذیر کے نزدیک یہ قرار پایا ہے کہ ملا علی قاری صاحب حضور علیہ السلام کو آخری شارع نبی مانتے ہیں سو اگر اب کوئی انسان غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کرے تو اسے وہ جائز سمجھتے ہیں حالانکہ ملا علی قاریؒ صاحب ہر قسم کے نبی کو حضورؐ کے بعد ناجائز سمجھتے ہیں چنانچہ مُلّا علی قاری صاحب شرح شمائل میں فرماتے ہیں۔

واضافته الی النبوة لانه ختم به بیت النبوة حتی لا یدخل بعدہ احد۔	اضافت مُہر کی نبوت کی طرف اس لئے ہے کہ آپ کے ساتھ بیت النبوۃ ختم کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ آپ کے بعد کوئی داخل نہ ہو سکے۔

جہالت نمبر ۳:۔ الف لام عہد خارجی کو قاضی صاحب کا ترجیح دینا بھی اُن کی بے علمی کی دلیل ہے کیونکہ علامہ تفتازانی نے فرمایا ہے کہ:۔

ذلك لتقدم ذکرہ صریحاً اوکنایةً۔ (مختصر المعانی ص)	یہ بسبب اس کے ذکر کے صراحۃً یا کنایۃً۔

اور ظاہر ہے کہ النبیین سے پہلے تشریعی انبیاء کا ذکر موجود نہیں جو کہ الف لام عہد خارجی کے لئے قرینہ بن سکے۔ اگر قاضی صاحب میں ہمت ہے تو اس سے ماقبل والی آیت میں ذکر انبیاء ثابت کریں۔

جہالت نمبر ۴:۔ یقتلون النبیین پر خاتم النبیین کے الف لام کو قیاس کرنا بھی ان کی ناواقفیت پر دال ہے کیونکہ اس سے پہلے ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون موجود ہے اور آیت ختم نبوت سے پہلے اس طرح مذکور نہیں ہے پس ان حالات میں ملا علی قاری اور باقی علماء کا ذکر ان کی فریب کاری پر دال ہے۔

جہالت نمبر ۵:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ذکر کر کے قاضی نذیر صاحب گرفتہ بھی رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مُلّا علی قاری کو بھی اپنے تخیل کا مؤید ثابت کر رہے ہیں، حالانکہ شرح فقہ اکبر ص ۹۲ میں ان کی تصریح موجود ہے۔

اِنّہٗ یذوب کالملح فی الماء عند نزول عیسٰی من السماء۔	جس طرح نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے اسی طرح نزول عیسیٰ من السماء کے وقت دجال بے بس ہو جائے گا۔

خدا جانے اب قاضی نذیر صاحب کے دل پر کیا گذرے گی۔

جہالت ۶ ۔ شان خاتم النبیین ص۲۲۵ میں لکھتے ہیں "وہاں ہمارے عقیدہ کے لحاظ سے لام تعریف استغراق حقیقی کا ہوگا کیونکہ خاتم النبیین کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں اور آپ کی تاثیر اور افاضہ سے ہی تمام انبیاء مقام نبوت پانے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی قدرت قاضی نذیر صاحب اس قدر باطل پرستی اور فریب دہی میں کمال حاصل کر چکے ہیں کہ غلط بیانی دروغ گوئی اور تحریف سے ذرا بھی نہیں گھبراتے اور پوری جرأت سے قرآن کا غلط معنی اور مفہوم بیان کرتے ہیں، میرا چیلنج ہے کہ نذیر صاحب خاتم النبیین کا معنی لغت کی کسی کتاب یا تفسیروں میں سے کسی تفسیر سے جامع کمالات انبیاء اور آپ کے افاضہ سے انبیاء بننے کا معنی دکھا دیں تو منہ مانگا انعام لیں، ربوہ میں کھڑے ہو کر جہالت پر علم کا لبادہ ڈال کر مقالے پڑھنا آسان ہے لیکن علمی میدان میں چل نکلنا مشکل ہے۔

اظہارِ حقیقت

حقیقت تو یہ ہے کہ مرزائی لوگ مسلمانوں کے دلائل کے سامنے بالکل گھبرا چکے ہیں اس لئے قاضی صاحب لکھتے ہیں۔

جہالت ۷ ۔ صفحہ نمبر ۲۲ پر "اگر یہ لوگ تمام نبیوں کو ختم کرنے والے معنوں کے ساتھ استغراق حقیقی قرار دیں تو ان کے اپنے عقیدے میں تضاد پیدا ہو جائے گا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا تسلیم کرتے ہیں، پس اس طرح سارے نبی تو ختم نہ ہوئے کیونکہ پورے طور پر سب نبیوں کو ختم کرنے کا تقاضا تو

یہ ہوگا کہ پہلوں میں سے نہ کسی نبی کی شریعت کا فیض و اثر باقی ہے اور نہ ان کی نبوت کا اثر باقی ہو اور نہ ان کا زمانہ حیات دنیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہو۔

خدا جانے کہ نذیر صاحب کس کالج کی پیداوار ہیں۔ اگر انسان میں عقل نہ ہو اور علمیت سے کورا ہو تو خواہ مخواہ علمی تحقیقات میں دخل دینا ٹھیک نہیں، ہم بارہا یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول برائے ادعائے نبوت نہیں ہوگا اور نہ ان کی شریعت جاری ہونی ہوگی، وہ تو صرف تائید اور اشاعت دین محمدی کی خاطر آئیں گے تضاد تو تب ہوگا کہ اگر وہ پہلے سے نبی نہ ہوں اب وہ پیدا ہوں یا نازل ہونے کے بعد نئی نبوت کا دعویٰ کریں اپنی امت بنائیں اور اپنے صحابہ تجویز کریں جیسا کہ جناب کے متنبی صاحب نے کیا، اور اگر یہ چیزیں مفقود ہوں تو پھر تضاد کا تصور کوئی کم فہم تو کر سکتا ہے لیکن صاحب عقل و بصیرت نہیں کر سکتا۔

نذیر صاحب سے ایک سوال

آپ یہ بتائیں کہ آپ نے نہ زمانہ حیات دنیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہونے کی شرط کس تحقیق کے پیش نظر لگائی ہے کیا آپ حضور علیہ السلام سے لے کر اس دور کے مسلمانوں تک ثابت کر سکتے ہیں کہ کسی نے یہ شرط ذکر کی ہو اگر ہے تو ثابت کیجئے ورنہ دعویٰ باطل۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور کے متنبی اور اس کے گروہ کے علاوہ مسلمانوں میں جس قدر علماء گذرے ہیں خواہ وہ صحابہؓ ہوں یا تابعینؒ ہوں یا ائمہ مجتہدینؒ، سب کے سب ہماری طرح ختم نبوت کے بھی قائل ہیں اور حیات و نزول مسیحؑ کے بھی، آج تک کسی نے نہ تضاد سمجھا نہ تعارض، لیکن صرف نذیر صاحب ہیں کہ ان کو مرزائی قادیان کے پیش نظر تضاد و تعارض نظر آیا ہے تاکہ مرزائی قادیاں کے لئے سیٹ متعین کی جا سکے، مگر بصد تاسف کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کی سیٹ کسی کے لئے بھی فارغ نہیں ہو سکتی کیونکہ جس نبوت کے وہ قائل ہیں اور جس نبوت کا نقشہ ان کے ذہن میں ہے وہ انشاء اللہ نذیر صاحب بھی ملاحظہ فرمائیں گے اور باقی تاقیامت بھی اور اگر متنبی بننے کے لئے مرزا صاحب نے ساری جدوجہد کی ہوتی تو بھی کوئی بات تھی

لیکن انھوں نے تو جہاں مسلمانوں کے لئے نبی بننے کی کوشش کی وہاں ہندوں کیلئے کرشن بھی بننا چا
ہتے۔ (بحوالہ لیکچر سیالکوٹ ص۳۳، البشریٰ ص۵۶ ج۱) آریہ کے لئے آریوں کے بادشاہ بنے۔
(بحوالہ البشریٰ ص۵۶ ج۱) سکھوں کے لئے جے سنگھ بہادر بنے۔ (بحوالہ البشریٰ ص۱۱۸ ج۲) عیسائیوں
کے لئے مسیح زمان بنے اور یہودیوں کے لئے کلیم خدا بنے اور مسلمانوں کے لئے محمد و احمد بنے
چنانچہ لکھتے ہیں ؎

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد
{بحوالہ تریاق القلوب ص۳}

مرزائی قادیان اور قاضی نذیر

مرزا جی کے استدلالات کی حقیقت

حقیقت میں ختم نبوت کے مفہوم کو عام کر کے افاضہ نبوت مراد لینا اور پھر اس سے مرزائی قادیانی کی نبوت باطلہ کا استنباط و استخراج کرنا یہ صرف نذیر صاحب کی جہالت کے کرشمے نہیں بلکہ مرزا صاحب تک سارے کا سارا آوا ہی تباہ ہے۔ نذیر صاحب اگر تحریف سے نہیں ہچکچاتے تو ان کے بڑے میاں (مرزا قادیان) دروغگوئی اور غلط بیانی سے کیوں ہچکچائیں چنانچہ الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۴ میں لکھتے ہیں۔

انی سمیت نبیا علی لسان خیر البریۃ وذلک ظلی من برکات المتابعۃ۔

میں حضور علیہ السلام کی زبان پر نبی نام رکھا گیا ہوں اور یہ میری ظلی نبوت اتباع کی بدولت ہے۔

ہے کوئی جو اپنے متنبی کو ہماری زد سے بچا سکے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ صحاح تو صحاح فقط ضعیف حدیثوں میں سے ایک ایسی حدیث مشتمل بر تذکرہ نبوت مرزا غلام احمد قادیانی نام اور صفت نبوت کے ساتھ دکھا سکے تو منہ مانگا انعام

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ۝

مرزا صاحب زینہ ترقی پر

پہلے تو حضور علیہ السلام کی طرف اپنی نبوت کو منسوب کرتے تھے اب لگے ہیں خدا تعالیٰ کی طرف اپنے کو منسوب کرنے (تحریر بانی سلسلہ احمدیہ مندرجہ شان خاتم النبیین ہو از اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں۔

مرزا صاحب کے ہوا خواہوں سے خطاب

مرزا صاحب کے حواریین بتائیں کہ خدا تعالیٰ ان سے دنیا میں روبرو باتیں فرمایا کرتے تھے یا خواب ہیں، علیٰ سبیل الاول قرآنی آیات کے خلاف ہے اور علی التقدیر الثانی ہر خواب تعبیر کا محتاج ہوتا ہے بالخصوص غلط گو اور کاذب انسان کا خواب تو قطعاً ناقابل قبول ہوتا ہے اور مرزا صاحب کی صدق گوئی کی حقیقت سے تو ہر شخص واقف ہے کہ موصوف کی اکثر پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔

(۱) آئینہ کمالات میں محمدی بیگم سے نکاح کی ترغیب دی گئی تو ناکام رہے۔ ص ۲۷۹ / ۲۰۹

(۲) آئینہ کمالات میں محمدی بیگم سے نکاح کی بشارت دی گئی مگر پوری نہ اتری۔

(۳) تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۱۱۸، ۱۱۹ میں قہر خداوندی کے نزول کی خبر پہنچائی گئی کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح ہو گیا تو اس کا خاوند اڑھائی سال کے اندر فوت ہو جائے گا مگر ہوا یہ کہ مرزا صاحب فوت ہو گئے نہ تو محمدی بیگم نکاح میں آئی اور نہ محمدی بیگم کا خاوند ہلاک ہوا۔

مرزا صاحب کا دوسرا جھوٹ

مواہب الرحمٰن ص ۱۳۹ میں مرزا صاحب کی پیش گوئی درج ہے جو کہ جنوری ۱۹۰۳ء میں کی گئی جب کہ مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی۔

الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر۔ | شکر ہے اس اللہ تعالیٰ کا جس نے مجھے

اربعۃ من البنین وبشرنی بخامس | چار بیٹے دیئے اور پانچویں کی خوشخبری دی۔

مگر ہوا یہ کہ پیشگوئی غلط نکلی اور لڑکی پیدا ہوئی۔

مرزا صاحب کی بیوی ۱۹۰۱ء میں حاملہ ہوتی ہے تو فوراً الہام گھڑ لیتے ہیں [illegible] (۱)
مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور مرزا صاحب کی تمنا ناتمام ہی رہ گئی۔

مرزا صاحب کی مزید غلط بیانیاں (کتاب کذبات مرزا) میں ملاحظہ فرمالیں تاکہ سچے اور جھوٹے نبی کے درمیان فرق واضح طور پر سامنے آجائے گا ویسے بھی [illegible] شخص کی خبر بھی قابلِ قبول نہیں چہ جائیکہ اس کے قول پر اعتبار کرکے اسے نبی وقت تسلیم کیا جائے
منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۹۱ از ڈاکٹر شاہنواز مرزائی رسالہ ریویو اگست ۲۶ء
پر راقم ہیں۔

ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹیریا، مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعویٰ کی تردید کے لئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو کہ اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔ مرزا صاحب کا اس قسم کی امراض میں مبتلا ہونا اس کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) سیرۃ المہدی ج ۱ ص ۱۳ (۲) تشحیذ الاذہان جون ۱۹۰۶ء درس احمدیہ پاکٹ بک ص ۲۹

بہر حال مسئلہ واضح ہو گیا کہ مرزا صاحب کے اپنے متعلق نبوت کا تخیل ظنیات سے مبنی ہے اور یہ ظنی بھی ایسا ظنی ہے جس کا صدور غیر صادق اور مراقی انسان سے ہوا ہے جو کہ پڑھی لکھی دنیا میں قطعاً قابلِ قبول نہیں ہے۔

ظل اور بروز کے پردے میں ایک اور دھوکا

جب مرزا صاحب اپنی تائید میں نہ قرآن دکھا سکے اور نہ حدیث، تو اب لگے ظل و بروز کا روپ دھارنے۔ چنانچہ "کشتی نوح ص ۱۵" میں ظل و بروز پر زور دیا ہے اور "ایک غلطی کا ازالہ" کے حاشیے میں فنا فی الرسول ہونے پر اور "نزول المسیح ص ۳" میں اپنے کو آئینہ بنا کر شکل محمد کا انعکاس ثابت کر کے اپنی باطل نبوت ٹھونسنی چاہی ہے مگر پاسبانانِ مسئلہ ختم نبوت غافل نہیں ہیں۔

اس لئے کہ اوّلاً تو یہ بھی ناقابلِ قبول ہے کہ مرزا صاحب اطاعت کرکے اس قدر فنائیت فی الرسول کے مقام کو حاصل کر چکے ہیں کہ اب وہ نبی کے نام سے موسوم ہونے لگے اس لئے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ اور مرزا صاحب کا اوصاف کے درمیان جو مناسبت ہے وہ دنیا سے مخفی نہیں ہے اُن میں سے نمونے کے طور پر بعض جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالےٰ کو سچا کہا، مرزا صاحب نے ص۱۴۵ ضمیمہ نصرۃ الحق میں خدا تعالیٰ کے متعلق کہا کہ کیا (خدا کی) زبان پر کوئی مرض لاحق ہوگئی جو یقیناً گستاخی کے مترادف ہے۔

(۲) حضور علیہ السلام نے علماء کو وارث الانبیاء فرمایا مگر مرزا جی نے "تتمہ حقیقۃ الوحی ص۲۱" میں مولانا ثناء اللہ کو ابوجہل کہا، اور حاشیہ ضمیمہ ص۱۲۵ انجام آتھم میں کُتّے اور مُردار خوار کہا، ضیاء الحق ص۳۔ انوار الاسلام ص۱۵ میں مولانا سعد اللہ مرحوم کو ہندو زادہ کہا، مواہب الرحمٰن میں پیر مہر علی شاہ صاحب کو بے حیا کہا، ص۷۵ میں سرزمین گولڑہ پر لعنت بھیجی۔

(۳) حضور علیہ السلام کا طریق کار یہ تھا کہ دشمنوں کے لئے دُعائیں فرماتے تھے لیکن مرزا صاحب نے قدم قدم پر اپنے مخالفوں پر لعنت کے مینہ برسائے ہیں۔

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کیا مرزا صاحب نے حج نہیں کیا۔

(۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کی مرزا جی نے ہجرت نہیں کی۔

(۶) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود جہاد تلوار کے ساتھ کیا مرزا جی تردید یں کرتے رہے وغیرہ وغیرہ۔

(۷) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن گواہ ہے کہ آپ صاحب عقلِ سلیم تھے وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ لیکن مرزا صاحب مراق، مالیخولیا کی مرض میں مبتلا تھے، ظاہر ہے کہ مراقی شخص صاحبِ عقل تام نہیں بن سکتا، مرزا صاحب کے مراقی ہونے کے لئے ملاحظہ فرمائیے، احمدیہ پاکٹ بک ص۴۹۰، سیرۃ المہدی ج۱ ص۱۳، ریویو ج۲۵ نمبر۶ ص۲۶۔

(۸) حضور علیہ السلام نے جمیع انبیاء علیہم السلام کے نام نہایت عزت سے لئے اور اُن کی پاکبازیوں کو دنیا کے سامنے بیان کیا مگر مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

متعلق اس قدر ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں کہ لکھتے ہوئے قلم ڈگمگانے لگتا ہے:۔

(۱) آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم، نور القرآن صفحہ ۱۱)

تنبیہ:۔ مرزائیو خدا کے قہر سے ڈرو کیا اس انسان کو ظلی نبی مانتے ہو جس کا عقیدہ پیغمبر کے حق میں بھی صحیح نہیں ہے۔

(۲) مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا (مکتوبات احمدیہ جلد ۳ صفحہ ۲۱ تا ۲۴)

(۳) ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے کر جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۱۴)

ثانیاً یہ کہ فنافی الرسول کا معنیٰ رسول بن جانا نہیں ہے بلکہ اوصاف نبوت میں فنا ہو جانا ہے اوصاف کا حال تو آپ نے دیکھ لیا رہی فنائیت اس کا اندازہ بھی آپ خود کرلیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ماشاء اللہ متبعین مطیعین متقین کی کمی نہیں ہے، ظاہر ہے کہ آج تک نہ تو کسی صحابی نے ایسا دعویٰ کیا اور نہ کسی امام نے، مجددین آتے تو رہے مگر متبنی ہونے کا دعویٰ کسی سے ہی نہ ہو سکا صرف مرزاجی ہیں کہ ترقی کرتے کرتے نبوت کے مدعی بن بیٹھے۔

سستی نبوت

ہم نے آج تک جو کچھ پڑھا اور جو ہمیں پڑھایا گیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خود بھی پاک ہوتے ہیں اور ان کا خاندان بھی پاک ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں وارد ہے:۔

تلک حجتنا اٰتینٰھا ابراھیم علی قومہ نرفع درجٰت من نشاء ان ربک حکیم علیم ۸۳ ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب کلا ھدینا ونوحا ھدینا	یہ ہماری حجت ہے جو کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کی قوم پر دی تھی ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہتے ہیں بیشک تیرا رب بڑا حکمت والا ہے جاننے والا ہم نے بخشا تھا

من قبل ومن ذريته داود وسليمان وايوب ويوسف وموسیٰ وهارون ويحيى والياس كلٌّ من الصلحين ۸۵ واسمعيل واليسع ويونس ولوطا وكلا فضلنا على العلمين ۸۶ ومن ابائهم وذريتهم واخوانهم واجتبيناهم وهديناهم الى صراط المستقيم۔ ۸۷

اسحٰق اور یعقوب سب کو ہم نے ہدایت کی اور نوح علیہ السلام کو پہلے سے ہدایت اور اُن کی اولاد سے اور داود اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون اور یحییٰ اور الیاس سب کے سب نیک تھے اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط اور سب کو عالمین پر فضیلت دی تھی اور اُن کے باپ دادوں سے اور اُن کی اولاد اور اُن کے بھائی ان کو ہم نے چن لیا اور ہدایت کی ہم نے سیدھے رستے کی۔

لیکن مرزا صاحب جس قسم کے نبی دنیا میں لانا چاہتے ہیں اور جس قسم کی نبوت کے حصول کے قائل ہیں اُسے آپ ان ہی کی زبان سے ملاحظہ فرمائیے:۔

مثلاً ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنے بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ وہ دو وقت اُن کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور اُن کے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اُس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیل خانہ میں قید بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے بُرے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اُس کو جوتے بھی مارے ہیں اور اُس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مُردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں، اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اُس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے اور اسی گاؤں کے شریف لوگوں کی طرف دعوت کا پیغام لے کر آوے اور کہے کہ جو شخص تم میں سے میری اطاعت نہیں کرے گا خدا اُسے جہنم میں ڈالے گا۔

(تریاق القلوب مصنفہ مرزا قادیانی صفحہ ۱۲۳)

نوٹ:۔ مرزا صاحب نے اپنے عقیدے کی وضاحت کرنے کے بعد اگرچہ بعد میں ہاتھ پیر بہت مارے ہیں لیکن مرزا صاحب کے معتقدین سے ہم اتنا تو پوچھنے کے مجاز ضرور ہیں کہ ذرا فرمائیے تو بھی کہ مرزا صاحب نے یہ بیان دے کر کس کے لئے اس قسم کی نبوت کی سیٹ بنانے کی کوشش کی ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ مرزا صاحب کے پاس اپنی باطل نبوت کے لئے بجز چند ایک پیشینگوئیوں کے کوئی دلیل نہیں ہے، اور ان پیشینگوئیوں میں جس داؤ پیچ سے کام لیا ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے اب مرزاجی کے علاوہ ان کے متبعین نے اجراء نبوت پر جو دلائل پیش کئے ہیں ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیے:۔

منکرینِ ختمِ نبوت کے اجراءِ نبوت پر دلائل

بطور شبہات اور اُن کی تردید

پہلی دلیل: یٰبنی آدم امّا یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایٰتی 35

اے اولادِ آدم اگر آئیں تمہارے پاس تم میں سے پیغمبر بیان کریں میری آئتیں۔

معلوم ہؤا کہ رسولوں نے قیامت تک آتے رہنا ہے اور یہی دلیل ہے اجرائے نبوت کی، پس جب نبیوں کا حضور علیہ السلام کے بعد آنا جائز رہا تو مرزا صاحب کو بھی نبی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

جواب:۔ یہ استدلال سراسر مضحکہ خیز اور باطل ہے کیونکہ اس آیت سے پہلے تین مرتبہ یا بنی آدم ذکر کیا گیا ہے، ان سب فقروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے عہد میں خدا تعالے نے اولاد آدم کو اپنے انبیاء کے آنے کی خبر دی تھی اور ان کے ماننے پر تاکید کی تھی جس کا مطلب یہ ہؤا کہ اگر تمہارے پاس پیغمبر آتے رہیں تو مانتے رہیں، چنانچہ قرآن مجید میں برابر عہد سابق کے انبیاء کے متعلق جمع کے صیغے سے ذکر ہوتا رہا پس جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے تصریح

فرمایا کہ :-

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ؕ | خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا عرشی نام احمد ہوگا۔

معلوم ہوا کہ عیسٰے علیہ السلام کے بعد ایک رسول نے آنا تھا جس کا نام احمد ہے

اب ہم نے جب قرآن کا مطالعہ کیا تو رسول اللہ کے لقب سے صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ انور کو ملقب پایا اور انہیں کے متعلق خدا تعالےٰ نے مسلمانوں پر اپنا احسان جتلایا۔

(۱) لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم | بلا شبہ خدا تعالیٰ نے ایمانداروں پر احسان فرمایا جبکہ اُن میں سے ایک رسول کو بھیج دیا۔

(۲) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق ؕ | اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیج دیا۔

(۳) محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار ؕ | حضرت محمد مصطفےٰ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ حضرتؐ کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت زیادہ سخت ہیں۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خدا تعالیٰ نے صرف رسول ہونے کی تصریح فرمائی بلکہ رسالت کے ساتھ ختم نبوت کا مسئلہ بھی صراحتہً ذکر کر دیا تاکہ اس مسئلے میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے چنانچہ فرمایا:-

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ | اور لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

پس منکرین ختم نبوت کا مغالطہ موم کی طرح پگھل گیا۔

ایک شُبہ اور اُس کا جواب

رہا یہ شُبہ کہ یاتی صیغہ مضارع کا صیغہ ہے جو کہ استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ تک کے لئے رسول آتے رہیں گے یہ غلط ہے کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اگر مضارع کے صیغے کے اطلاق کے بعد اُس فعل کا ظہور چند مرتبہ ہو جائے تو مضارع کا مقتضےٰ

پورا ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اس حکم جو کہ بوقت آدم کیا گیا تھا کے بعد جس نے نبوت میں نقل کیا گیا ہے متعدد مرتبہ انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہو جانے سے لیأتینکم کا مقتضیٰ پورا ہو گیا یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ قیامت تک سلسلۂ نبوت جاری رہے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے۔

انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النبیون الا سا	بے شک ہم نے توریت نازل کی ہے جس میں ہدایت اور نور ہے حکم کرتے رہیں گے اس کے ساتھ انبیا۔

ظاہر ہے کہ توریت کا حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت ختم ہو گیا اور تا قیامت نہ تو توریت کا حکم باقی رہا اور نہ انبیاء علیہم السلام نے اس کو بعد عملی طور پر حکم جاری رکھا۔

دوسری دلیل اور اسکے جوابات

وما ارسلنٰک الا رحمۃً للعٰلمین	اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔

جب نبوت ٹھہری رحمت تو اس رحمت سے حضور علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کو کیوں محروم رکھا جائے۔

جواب ۱: آیت مذکورہ سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور کا وجود عالمین کے لئے رحمت ہے اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں پیغمبر بنتے رہیں گے۔ پس پیغمبر سازی کے لئے یہ مفہوم پیدا کرنا یقیناً معنوی تحریف ہے۔

جواب ۲: بر تقدیر تسلیم جب سب عالمین کے لئے رحمت ٹھہرے اور یہی نبوت سازی کی دلیل رہی تو بعض کو نبوت کی رحمت سے سرفراز کرنا اور بعض کو نہ کرنا خلاف عقل ہے۔

جوابؔ : مال و دولت یقیناً رحمت ہے حالانکہ نہ صرف امت کے بہت سے افراد بلکہ انبیاء نے بھی غربت میں زندگیاں بسر فرمائیں کیا اس حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمۃ اللعالمین نہ رہے ؏

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیرہ

جوابؔ : منکرین ختم نبوت اپنے متنبی کے متعلق یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ غیر تشریعی نبی تھے حالانکہ اگر رحمت سے استدلال کرے تو تشریعی سے انکار کیوں اور غیر تشریعی کا اقرار کیوں جبکہ نبوت تشریعی بھی رحمت ہے۔

جوابؔ : اور اگر آیت کا معنیٰ یوں کیا جائے کہ :۔
"بلاشبہ ہم نے آپ کو بھیجا ہے رحمت جہان کے لئے یعنی جب ہم کو جہان پر رحمت منظور ہوئی بھیج دیا"۔۔۔ پس اس طریقہ سے منکرین کا مطلب بھی ثابت نہ ہوا اور مفہوم بھی واقعہ کے مطابق رہا۔

تیسری دلیل اور اس کے جوابات

اهدنا الصراط المستقیم ہم کو | رہنمائی فرمائیے ہمیں سیدھے راستے کی۔

اس آیت میں صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت کی گئی ہے اور صراطِ مستقیم اُن لوگوں کا راستہ ہے جن پر خدا تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور منعم علیہم میں سے سب سے پہلا درجہ انبیاء کا ہے سو معلوم ہوا کہ ان کے راستے پر چلنے والا نبی بھی بن سکتا ہے۔

جوابؔ : یہ سراسر تحریف ہے اور آیت کے حقیقی مفہوم سے انحراف ہے اس آیت میں تو سب کو یہ دعا کرنے کی تلقین کی گئی ہے کہ ہمیں ان کے راستے پر چلانا یہ کہ اُن کی طرح نبی بنا۔

جوابؔ : نیز آیت میں طلب نعمت پر تحریص نہیں ہے بلکہ منعم علیہم کی اتباع کے حکم دعا ہے۔

جوابؔ : نبوت وہبی ہوتی ہے اور جو دعاؤں سے ملے وہ کسبی ہے

استدلال ہی سرے سے غلط ہے۔

جوابؔ :۔ اگر دعا و التجا بغرض اطاعت و اتباع سے درجۂ نبوت حاصل ہوتا تو اس لحاظ سے زیادہ احق بالنبوۃ صحابہ کرام تھے حالانکہ ان میں سے کسی ایک نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

جوابؕ :۔ جس طرح اس آیت میں راہِ حق پر چلنے کے لئے دعا کی گئی ہے اسی طرح قرآن پاک میں دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے۔

ان هٰذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ۔ ۱۳	بلاشبہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اس کی اتباع کرو۔

غور فرمائیے کہ اس میں سب کو اتباع کا حکم دیا گیا ہے تو کیا سب کو نبی بننے کی دعوت دی گئی ہے۔

جوابؕ :۔ جو مفہوم نصِ قرآن اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف ہو وہ یقیناً ناقابلِ قبول ہے۔

جوابؕ :۔ یہ دعا نہ صرف مرد مانگتے ہیں بلکہ عورتیں اور نابالغ بچے بھی مانگتے ہیں حالانکہ آج تک ایک عورت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے نبیہ نہیں بنی۔

چوتھی دلیل اور اس کے جوابات

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً ۔ ۱۵	ہم عذاب نہیں دیتے حتی کہ بھیج دیں رسول۔

عذاب تب آتا ہے جب رسول آئے اور اس کا انکار کر دیا جائے سو معلوم ہوا کہ چونکہ عذاب قیامت آتے رہیں گے۔

جوابؔ :۔ نبوت کی ایجاد کے لئے یہ استدلال بھی عجیب مضحکہ خیز ہے کیونکہ حشر تک جس قدر عذاب آئیں گے اتنا قدر پیغمبر آئیں گے حالانکہ یہ معنیٰ کسی بھی مفسر نے نہیں کیا۔

جوابؔ :۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ عذابِ الٰہی تب آتا ہے جب قوم کو احکامِ خداوندی سے باخبر کر دیا جائے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید جیسی کتاب

نازل فرما کر نیز محفوظیت کا عہد کر کے قیامت تک مسلمانوں کو اپنے احکام سے باخبر بنا دیا۔

جواب ۳:۔ قرآن کا بعض بعض قرآن کی تفسیر کرتا ہے اسی مقصد کو دوسرے مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے۔

لم یکن ربک مھلک القریٰ بظلم و اھلھا غافلون ۝	تیرا رب ظلم کے باعث کسی کو ہلاک نہیں کرتا اس حال میں کہ بستی والے بے خبر ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبروں کی بعثت غفلت کے رفع کرنے کے لئے ہوتی ہے لیکن جب قرآن مجید محفوظ ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی تغیر نہیں آیا اور قرآن کے علماء مصروفِ تبلیغ ہیں تو قوم کی غفلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پانچویں دلیل اور اس کے جوابات

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ۝	خدا تعالیٰ نے ایمانداروں سے تم میں سے اور نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے خلیفہ بنایا۔

طرزِ استدلال:۔ اس آیت میں گذشتہ پیغمبروں کی خلافت کو بطور مثال لایا گیا ہے پس جس طرح وہ پیغمبر تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں بھی اسی طرح پیغمبر آنے چاہئیں۔

جواب ۱:۔ مذکورہ آیت میں خلافت مع النبوت کا ذکر موجود نہیں ہے ورنہ لیجعلنکم انبیاء و رسلاً کے الفاظ ہوتے۔

جواب ۲:۔ تشبیہ نفسِ خلافت میں ہے نبوت میں نہیں ہے۔

جواب ۳:۔ اگر تشبیہ فی النبوۃ ہوتی تو حضور علیہ السلام سے یہ تفسیر ضرور منقول ہوتی۔

جواب ۴:۔ اگر ایسا ہوتا تو خلفاء کرام جو بمطابق عہدِ الٰہی خلیفے بنے ہیں نبوت کے دعوے کرتے حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔

جوابٝ:۔ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کو الف مرات کو جہاں خدا تعالیٰ نے احسان جتلایا ہے وہاں خلافت کا احسان بھی جتلایا ہے جیسا کہ۔

وھو الذی جعلکم خلٰئف الارض۔ ۱۶۵	اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا۔

اگر نبوت سے سرفراز فرماتے تو آیت یوں ہوتی۔

وھو الذی جعلکم انبیاء فی الارض۔	اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے تم کو زمین میں انبیاء بنایا۔

حالانکہ قرآن پاک اس قسم کی عبارتوں سے خالی ہے۔

چھٹی دلیل اور اس کے جوابات

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ ۶۹	اور جو تابعدار ہو گا اور خدا کے رسول کا پس یہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہو گا اور یہ بہترین رفیق ہیں۔

استدلالِ منکرین:۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان صالحیت سے ترقی کر کے نبوت کے عہدے پر فائز الدام ہو سکتا ہے۔

جوابٝ:۔ استدلال ہی سرے سے غلط ہے مذکورہ مفہوم آیت میں کہیں بھی پنہاں نہیں ہے کہ انسان ترقی کر کے نبی بن سکتا ہے۔

جوابٝ:۔ قرآن مجید میں ہے:۔

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہٖ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم۔ ۱۹	اور جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ یہی وہ صدیق ہیں شہداء ہیں اپنے رب کی طرف۔

پس اگر عملی ترقی سے درجۂ نبوت ملتا تو خدا تعالیٰ قرآن مجید میں الصدیقون والشہداء سے پہلے النبیون کا ذکر بھی فرما دیتے اور ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

جواب ۳:۔ کسی کی معیت و رفاقت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا عین بن جائے جیسا کہ ان اللہ مع الصابرین ۔ ان اللہ مع المتقین میں نہ صبر کرنے والے عین خدا ہیں اور نہ تقویٰ کرنے والے۔

جواب ۴:۔ جملہ مفسرین کے نزدیک یہ آیت جزائے آخرت کی خبر دے رہی ہے بعض جمہور کے خلاف ایک ایسا مفہوم قرآن سے ثابت کرنا جو نہ تو جمہور مفسرین کے مطابق ہو اور نہ قرآنی نصوص کے، یقیناً دیدہ دانستہ قعرِ ضلالت میں واقع ہوتا ہے۔

جواب ۵:۔ قرآن قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔

دوسرے مقام میں یوں لکھا ہے:۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل اچھے کئے ضرور ان کو نیکیوں میں داخل کروں گا۔	والذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لندخلنهم في الصالحين۔ ؟

اس آیت میں صاف طور پر مسطور ہے کہ ایمان و عمل کی جزا بالخصوص اس قسم کی جزاء قیامت کے دن ملے گی جیسا کہ جملہ مسلمانوں کا مذہب ہے۔

جواب ۶:۔ حدیث شریف میں ہے:۔

سچا اور امانت دار تاجر نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔	التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء۔

پس کیا تاجر کو بھی نبی کہا جائے گا۔

جواب ۷:۔ اگر معیت سے مراد دنیا کی معیت ہے تو شہید کی معیت کیسے متصور کی جا سکتی ہے جب کہ وہ بعد از وفات سپردِ خاک کر دیا جاتا ہے حالانکہ آیت میں رفاقت کا ذکر بھی مذکور ہے۔

جواب ۸:۔ قرآن مجید میں ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا میں تمہارے ساتھ ہے وھو معکم اینما کنتم تو کیا منکرینِ ختمِ نبوت اس کا بھی اقرار کریں گے کہ ہر انسان ترقی کر کے خدا بن سکتا ہے۔

جوابؔ :۔ اگر معیت سے انسان ترقی کرکے اُس کا عین بن جاتا ہے تو کیا تارک الصلوٰۃ کے متعلق بھی یہی نتیجہ ہے کہ وہ ترقی کرکے فرعون و قارون بن سکتا ہے جبکہ حدیث میں تارک الصلوٰۃ کے متعلق مذکور ہے کہ :۔

کان یوم القیمۃ مع قارون و فرعون وھامان و ابی بن خلف	قیامت کے دن بے نماز قارون اور فرعون اور ہامان اور اُبَیّ ابن خلف کے ساتھ ہوگا۔

جوابؔ :۔ اگر منکرین کی دلیل کا مدار ترقی پر ہے تو استدلال اور بھی زیادہ مشکوک بن جاتا ہے اس لئے کہ درجے چار ہیں۔ نبیین، صدیقین، شہداء، صالحین، اور ظاہر ہے کہ جب انسان ترقی کرے گا تو پہلے صالح بنے گا اُس کے بعد شہید بنے گا پس نہ زندہ بچے گا اور نہ ترقی کرکے صدیق و نبی بنے گا اس لئے کہ وہ اب تو عالم دنیا کو چھوڑ کر عالم آخرت کو رحلت کر چکا ہے۔

جوابؔ :۔ آیت میں چاروں مرتبے ایک چیز کی جزاء میں یکجا ذکر کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطیع اللہ اور مطیع الرسول کو بیک وقت چاروں درجے ملیں گے تو اس کا بھی متعدد ہوں گے پس ایک لقب پر اکتفا کرکے ان کو موسوم کرنا ترجیح بلا مرجح ہوگی۔

جوابؔ :۔ اگر اس آیت سے اجراء نبوت پر استدلال کرنا صحیح ہوتا تو صدیق اکبر ضرور استدلال فرماتے نیز ختم نبوت کے منکر کے ساتھ جنگ نہ کرتے۔

جوابؔ :۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو جبکہ اُس نے اقرار کیا کہ میں نے توحید و رسالت کو تسلیم کیا ہے نماز پڑھتا ہوں، زکوٰۃ دیتا ہوں، رمضان کے روزے رکھتا ہوں فرمایا کہ :۔

من مات علی ھذا کان مع النبیین والصدیقین والشھداء یوم القیمۃ ھکذا ونصب اصبعیہ۔ (مسند احمد)	جو شخص اس حالت پر مرگیا قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں کے ساتھ ان دو انگلیوں کی طرح ہوگا۔

ایک شبہ کا جواب

جب انبیاء و شہداء اعلیٰ مراتب پر فائز ہوں گے تو پیروی اطاعت کرنے والے ان مراتب پر کیسے پہنچیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین نے تصریح فرمادی ہے کہ من احبنی کان معی فی الجنۃ پس شبہ نہ رہا۔ (مشکوٰۃ)

منکرین ختم نبوت کے دلائل پر طائرانہ نظر

(۷) بالاخرۃ ھم یوقنون سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جیسا کہ تمام تفسیروں میں مرقوم ہے۔

(۸) وجعل فی ذریتہ النبوۃ والکتب ۲۶ سے بھی استدلال غلط ہے ورنہ کتاب کو بھی جاری ماننا پڑے گا۔

(۹) انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظلمین ۱۲۴ سے بھی استدلال غلط ہے، کیونکہ یہاں امامت سے مراد مطلقاً پیشوائی ہے۔

(۱۰) واذ اخذ اللہ میثاق النبیین ۸۱ والی آیت سے استدلال ناجائز ہے اس لئے کہ جامع البیان ابن کثیر وغیرہ میں صاف طور پر موجود ہے کہ جس رسول سے متعلق عہد لیا گیا تھا وہ حضورؐ ہی ہیں۔

(۱۱) اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلا ومن الناس سے استدلال (یہاں لفظ کو استمرار تجددی ہے اور صیغہ مضارع زمانہ مستقبل کا مقتضی لہٰذا انبیاء آتے رہیں گے) باطل ہے اس لئے کہ جہاں تک سیاق و سباق کا تعلق ہے اس آیت سے مراد بیان قانون ہے نہ کہ اثبات استمرار۔

اگر ایسا ہو تو ملائکہ سے بھی نئے نئے فرشتے کو ہر پیغمبر کی طرف بھیجا جائے حالانکہ فرشتہ صرف جبریلؑ ہی ہے جس کے ذمے یہ ڈیوٹی لگتی رہی، تائید کے لئے ملاحظہ فرمائیے "ازالہ اوہام مطبوعہ بار اول ص۵۸۵ جس میں صرف جبریل کا ذکر ہے

ورنہ مرزائی صاحبان جواب دیں کر۔

ھوالذی ینزل علی عبدہٖ آیاتٍ بینات - ۹	وہ اللہ وہ ذات ہے جو نازل کرتا ہے اپنے بندے پر آیاتِ بینات۔

میں کون سا استمرار ہے کیا آیات کے نزول کا کہیں انقطاع بھی ہوا یا اب تک حضور علیہ السلام پر قرآن اتر رہا ہے جبکہ مرزا صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ کے داہنے پہلو زندہ مانتے ہیں، ملاحظہ ہو تریاق القلوب صنا)

"ہمارا پیارا نبی فوت نہیں ہوا بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملکیت مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے"

مرزائی صاحبان ہمارے اس اعتراض کا جواب اپنے متنبی کی قبر سے پوچھ کر بتائیں۔

وضاحتِ مسئلہ:- خدا تعالےٰ نے قرآن پاک میں اسی صیغے کو ماضی کے ساتھ استعمال فرما کر پھر قانون کے طور پر فرمایا کہ یہ کام میرا ہے، صیغہ ماضی کے سلسلے میں ملاحظہ فرمائیے :-

ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العٰلمین۔ ۳ ۳	بے شک خدا تعالےٰ نے چن لیا آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمرانؑ کو جہان پر۔

پھر مضارع کا صیغہ لاکر قانون بتادیا کہ خدا تعالےٰ کا ہی یہ کام ہے نہ یہ کہ اللہ تعالےٰ پیغمبر بھیجتے رہیں گے جبکہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے :-

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ ۱۵۸	فرما دیجئے اے رسولِ مقبول بیشک میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اب جب تک اولادِ آدم رہے گی سب کے لئے حضورؐ ہی نبی رہیں گے۔

جواب الزامی، تتمہ حقیقت الوحی صلا میں ہے۔

یریدون ان یروا طمثک

مرزائی صاحبان بتائیں کہ یہاں آپ کے نزدیک رویت حیض اور جریان حیض مراد

متضمن استمرار ہے یا مرزا صاحب کو صرف ایک دفعہ بھیجنا یا امر ختم. کوئی جواب دینا ہوگا۔
جواب ۲:- نیز بتائیے کہ آیت میں جمع کا صیغہ ہے یا متقضی ہے کہ
امر کا کہ خدا تعالیٰ ایک زمانہ میں بہت سے نبی بھیجے نہ یہ کہ ایک بھیجے پھر بتائیے اس زمانہ میں صرف
مرزا صاحب خلاف مقتضائے آیت ایک بن کر کیوں آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے
زمانہ میں ایک کیوں آئے؛ جواب دیجئے؛

مرزائی صاحبان بتائیں کہ جب صیغہ مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانے
موجود ہیں تو استقبال والے معنے کو ترجیح کیوں ؟

انھم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا۔ ؎	بیشک انہوں نے گمان کیا جس طرح تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو نہیں اٹھائے گا

ے استدلال بر اجرائے نبوت دھوکے بازی سے کم نہیں اس لئے کہ ظنوا کا مرجع کفار
ہیں جن کو قیامت کا انکار تھا اور بعث سے مراد بعثت نبوی نہیں ہے، بلکہ بعث سے مراد
حشر و نشور یوم القیامۃ ہے مطلب یہ کہ قیامت کے دن کے متعلق کفار یہ گمان کرتے تھے کہ یہ
دنیا ہمیشہ رہے گی اور اللہ تعالیٰ کسی کو کھڑا (زندہ) نہیں کرے گا یہ ہے حقیقی مطلب جسے
دشمنانِ ختم نبوت نے توڑ پھوڑ کر پیش کر دیا ہے۔ ع

ذرا سی بات تھی افسانہ کر دیا

(۲۱) یٰایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ ؎ ۵	اے رسولو کھاؤ پاک چیزیں اور عمل کرو نیک۔

ے بھی استدلال بلند جہالت ہے اس لئے کہ یہ آیت سورۃ مومنون کی ہے اس سے
پہلے انبیاء کا ذکر ہے، خدا تعالیٰ نے ان کو چند ہدایات دی ہیں جن کا تذکرہ بایں الفاظ فرمایا کہ
ہم نے یہ بھی کہا کہ اے پیغمبر حلال کھانا، اعمال صالحہ کرنا، مجھ سے ڈرنا، یعنی ہر پیغمبر کو اپنے
وقت میں یہ حکم ہوتا رہا۔ اس کی تشریح مسلم شریف کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال میں
ملاحظہ فرمائیے، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

ان اللہ امر المؤمنین بما امر بہ	بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو وہی حکم کیا

المرسلین یاایھا الذین امنوا اعملوا من طیبت مارزقنکم۔ | ہے جو رسولوں کو کیا تھا اے ایمان والو! پاکیزہ رزق جو کہ ہم نے تم کو دیا ہے۔

ختم نبوت کے سلسلے میں صریح آیات اور احادیث کو ترک کر کے غیر متعلق مفاہیم کو پیش کر کے ادھر ادھر چھپا یا گیا لگتا ہے کہ

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

(۱۲) ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا ۔ ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کوئی رسول بھیج ۔ سے استدلال یقینا خلاف واقع ہے اس لئے کہ خدا تعالی نے اس سے پہلے قیامت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب بھی ہم نے قوموں کو عذاب دیا پہلے رسول بھیجے انھوں نے تبلیغ کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہم نے عذاب بھیج دیا اب بھی ہم نے الناس کے لئے ایک رسول عربی بھیجا ہے جس قوم نے تکذیب کی اس کے لئے ہماری طرف سے عذاب ہو گیا جس کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔

ظاہر ہے کہ پہلے پیغمبر صرف اپنی قوم اور محدود زمانہ کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن ہمارے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات قیامت تک کے لئے رسول بن کر آئے اب ان دلائل کی روشنی میں کسی اور پیغمبر کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، حدیث ملاحظہ فرمائیے:۔

عن الحسن مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا رسول من ادرکی حیا ومن یولد بعدی۔ (کنز العمال ج۶ ص۱۱۱) | حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں پیغمبر ہوں اس کی طرف جسے میں زندگی میں پاؤں اور اس کی طرف جو میرے بعد پیدا ہوگا۔

یا تو مرزائی صاحبان ہمارے اس مطلب کو تسلیم کریں یا جواب دیں۔

پہلا اعتراض:۔ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام قیامت تک کے لئے رسول ہیں تو مرزا جی کی ضرورت کیسی؟

دوسرا اعتراض:۔ حدیث شریف میں ہے لا نبی بعدی ولا امۃ بعد کم

کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں اس کے باوجود مذہب میں ہیرا پھیری کیسی؟

تیسرا اعتراض: خصائص کبریٰ ج ۲ صفحہ ۱۲۹ میں ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ لم یبعث نبی قط الا کان فی امتہ من یحدث فان یکن فی امتی منھم احدٌ فعمر۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا ہرگز مگر اس کی امت میں ایک محدث پیدا ہوتا تھا پس میری امت میں اگر کوئی محدث ہوا تو عمرؓ ہوگا۔

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پیغمبر نے آنا تھا تو حضورؐ نے محدث کے قائم مقام نبی کا ذکر کیوں نہ فرمایا جواب دیجئے؟ نیز محدث کا ذکر ان کرنے کے ساتھ ہے یعنی اگر ہوا تو پس جب محدث کا ہونا بھی متوقعات کے قبیل سے ہے تو پیغمبر کا پیدا ہونا تو بالکل ہی غیر یقین رہا تشریح درکار ہے۔

چوتھا اعتراض: "کنز العمال ج ۶ صفحہ ۱۱۱" میں حضور علیہ السلام کی ایک پیشگوئی درج ہے جس میں نبوت کے بعد خلافت کا ذکر ہے پس ان دریں حالات آیت سے استدلال کیسا؟

پانچواں اعتراض: اور اگر آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب عذاب آئے تو پہلے رسول کا مبعوث ہونا ضروری ہے تو فاروقی خلافت کے دور میں طاعون نمودار ہوا ستر ہزار سے زائد لوگ مر گئے، بتلائیے اس وقت کا پیغمبر کون تھا؟

چھٹا اعتراض: ۸۰۰ھ میں مشرق ممالک میں زبردست زلزلہ آیا حتیٰ کہ اسکندریہ کے مینار گر گئے اس دور کے پیغمبر کی نشاندہی کیجئے۔

ساتواں اعتراض: ۲۴۵ھ میں پوری دنیا میں زلزلے آئے قلعے گر گئے لاکھوں جانیں تباہ ہوئیں، اس وقت کے پیغمبر کا نام بتلائیے؟

آٹھواں اعتراض: چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کے حملے کے وقت لاکھوں مسلمان شہید ہوئے، مرزائی صاحبان کو چاہیے کہ اس زمانہ کے نبی کا تعارف کرائیں۔

مرزائی مغالطوں کا پوسٹ مارٹم

مغالطہ ۱: مرزا غلام احمد قادیانی نے بطور تمہید کے اپنی نبوت باطلہ کے اثبات کے سلسلے میں سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۵۱ ایڈیشن جدید میں کہا ہے :-

ہر یک تعین اس کی تعین سے خلعت پوش ہے اور یہ ہادی نقطہ محمدیہ جمیع مراتب کلیہ اور خطائر امکان میں باذنہٖ تعالیٰ حسب استعدادات مختلفہ و طبائع متضادہ مؤثر ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضور علیہ السلام میں علت غائی والا مادہ بھی ہے اور علت فاعلی والا بھی، لیکن علت فاعلی کے لئے استعداد کی ضرورت ہے پس مرزا صاحب کو اس نتیجے سے اپنی اس استعداد کو اکمل تصور کر کے نبوت کے جامے میں ملفوف ہونا چاہیئے۔

تردید مغالطہ: کس قدر مضحکہ خیز ہے یہ تحقیق کہ اس قسم کی استعداد آج تک بقول مرزا قادیانی نہ تو صدیق اکبرؓ میں پائی گئی جس کی شب ہجرت والی نیکی کا مقابلہ فاروق اعظمؓ کی ساری زندگی کی نیکیاں نہیں کر سکیں اور نہ عمر فاروقؓ میں جن کو ترقی دین کے لئے حضرتؐ نے دربار کبریا سے مانگا۔

(۱) اور اگر یہ استعداد گئی تو اس میں جو مراقی اور جنون کا مریض ہے۔

(۲) ساری عمر گورنمنٹ برطانیہ کی کاسہ لیسی اور مدح سرائی میں گذر رہی ہے۔ (بحوالہ تریاق القلوب صفحہ ۱۵، ۲۵، ۲۷، ۳۰۲، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۷)

(۳) فریضہ جہاد کے خلاف حسب ذیل بیانات دیتے ہیں ؎

چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

(۴) تلوار سے جہاد کو خونریزی سے تعبیر کرے ؎

چہ حاجت است کہ تیغ از برائے دیں بکشی
نہ دیں بود کہ بخونریزیش بقا باشد

اندریں حالات نبوت معلوم اہل نبوت معلوم۔

دوسرا مغالطہ :- مندرجہ شانِ خاتم النبیین مصنفہ مرزائی بہاولپور ص۱۲
پس اگر خدا تعالیٰ پہلے بولتا تھا تو یہ ناممکن ہے کہ اب اس کے بولنے کی صفت ہمیشہ کے لئے معطل ہو جائے۔

اے قوم لہٰذا امت محمدیہ میں ہر زمانہ میں اس کا ثبوت پایا جانا چاہئیے۔

تردید ۱ :- اوّل تو یہ بھی غلط ہے کہ ہر زمانہ میں اس کا ثبوت بصورت نبوت سامنے آئے ورنہ نذیر صاحب بتائیں کہ مرزا صاحب سے پہلے ہر صدی میں جو پیغمبر آئیں گے ان کے نام کیا ہیں، ان ھذا الا افتراء

تردید ۲ :- کس جاہل نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے بولنا چھوڑ دیا ہے۔ قرآن مجید نے اعلان کیا۔

اُجیب دعوۃ الداع اذا دعان	میں ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔

نیز یہ بھی کس نے کہا ہے کہ ملائکہ کا نازل ہونا بند ہو گیا۔ ملائکہ بھی نازل ہوتے رہتے ہیں۔

والذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ	اور جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اس کے بعد وہ ڈٹ گئے نازل ہوتے ہیں اُن پر ملائکہ۔

لیکن نذیر صاحب بتائیں کہ یہ سب کے سب خدا تعالیٰ کو پکارنے والے اور جن پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے کیا وہ نبی ہوتے ہیں اور جو شخص آپ کے سامنے ایسی خبر عنایتی کرنے لگ جائے آپ اُسے نبی تصور کریں گے؟

تردید ۳ :- اگر آپ کا پیش کردہ استحالہ واقعہ کے مطابق ہے تو ابن ماجہ ص۲۰۶ کی روایت کا جواب دیجئے۔

انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم۔	میں آخری پیغمبر ہوں اور تم آخری امت ہو۔

کیا حضور علیہ السلام کو اتنا علم بھی نہیں تھا کہ اس سے تو خدا تعالیٰ کا عجز اور تعطل کمال لازم آتا ہے۔

تیسرا مغالطہ:۔ ابن ماجہ ج ۔ کتاب الجنائز میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کی وفات پر فرمایا تھا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔
مرزائی کہتے ہیں کہ ابراہیمؓ ۹ ھ میں فوت ہوئے ہیں اور ختم نبوت والی آیت ۵ ھ میں نازل ہو چکی تھی پس چار سال کے بعد حضورؐ کا اس طرح فرمانا بتاتا ہے کہ نبوت جاری ہے۔"

جواب ۱: حضور علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ کسی مرد کے باپ نہیں پس ناممکن تھا کہ ابراہیمؓ زندہ رہتا اور قرآن مجید کی تکذیب ہوتی پس اس قسم کی روایت قطعاً ناقابل قبول ہے۔

جواب ۲: سند کے لحاظ سے بھی یہ حدیث غیر معتبر ہی ہے۔

جواب ۳: بر تقدیر تسلیم حرف لَوْ کا معنی بالفرض والمحال ہے جیسا کہ لوکان فیھما الھۃ یا لوکان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین میں ہے پس جس طرح پہلی آیت میں تعدد الٰہۃ اور دوسری آیت میں ابن اللہ کا ہونا محال ہے اسی طرح حضرت ابراہیمؓ کا بڑا ہونا اور نبی بننا بھی قبیلۂ مستحیلات سے ہے۔

جواب ۴: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس مفہوم کو مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ سے روایت نہ کرنا اور

لو قضی ان یکون بعدہٗ نبیٌ عاش ابنہٗ ابراھیم ولکن لا نبیّ بعدہ۔	حضورؐ کے بعد اگر نبی خدا تعالیٰ کی تقدیر میں ہوتا تو ابراہیمؓ بچ جاتا لیکن آپ کے بعد کوئی نہیں ہے۔

کے الفاظ سے روایت کرنا مسئلے کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔

جواب ۵: مواہب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ میں ہے:۔

لو بقی لکان نبیا ولکن لم یبق لان نبیکم آخر الانبیاء۔	یعنی اگر ابراہیم باقی رہتا تو نبی ہوتا لیکن باقی نہیں رہا اس لئے تمہارا نبی آخری نبی ہے۔

مرزائیوں کا چوتھا مایۂ ناز مغالطہ اور اس کا جواب

مصنف "شانِ خاتم النبیین ص۵۱" میں رقمطراز ہیں:۔

(۱) ابو بکر خیر الناس بعدی الا ان یکون نبی۔	ابوبکرؓ میرے بعد لوگوں سے بہتر ہے مگر نبی سے بہتر نہیں۔
(۲) ابو بکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبی۔	ابوبکر اس امت میں افضل ہے مگر نبی سے بہتر نہیں۔

مرزائی طرزِ استدلال:۔ نذیر صاحب بطور استدلال لکھتے ہیں "ان دونوں حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرف اِلّا جو استثناء کا حرف ہے، استعمال کرکے بتایا کہ امتِ محمدیہ میں نبی کا آنا ممکن ہے۔"

جواب: پہلے اس سلسلے میں روایاتِ مرویہ جمع کی جاتی ہے تاکہ حدیث کا مفہوم آسانی سے ذہن نشین ہوسکے۔

پہلی حدیث:۔ عن سلمۃ ابن الاکوع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبی۔ (کنز العمال ج۶ ص۱۳۷)	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) لوگوں سے اچھا ہے مگر نبی سے اچھا نہیں ہے۔
دوسری حدیث:۔ عن عکرمۃ بن الاکوع عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر خیر الناس بعدی الا ان یکون نبی	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے بعد ابوبکر سب سے بہتر ہے مگر نبی سے بہتر نہیں ہے۔
تیسری حدیث:۔ عن علی مرفوعاً قال خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر و عمر۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امت میں سے بہتر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ (کنز العمال ج۶ ص۱۴۰)

چوتھی حدیث :- ما طلعت شمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر -

اس روئے زمین پر ابوبکر سے افضل انبیا کے بعد کوئی نہیں ہے ۔
(کنز العمال ج ۲ ص ۱۴۰)

پانچویں حدیث :- عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبریل فقلت من یہاجر معی قال ابوبکر وھو یلی امر امتك من بعدك وھو افضل امتك من بعدك

حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس جبریل آیا ہے پس میں نے دریافت کیا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا؟ فرمایا ابوبکرؓ وہی تیرے بعد خلیفہ بنے گا اور وہی تیرے بعد تیری امت سے افضل ہوگا۔

ان پانچوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کے بغیر سب سے زیادہ فضیلت ابوبکر صدیقؓ کو حاصل ہے اور بعدیت دو قسم کی ہے ایک بعدیت رتبی ہے دوسری بعدیت زمانی ہے ، ان تمام حدیثوں سے بعدیت رتبی مراد ہے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رتبے کے بعد رتبہ ابوبکر صدیقؓ کا ہے بغیر انبیاء کے اس لئے کہ انبیاء کا رتبہ صدیق سے افضل ہے ۔

اب پہلی حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ابوبکر صدیقؓ انبیاء کے بغیر تمام بنی آدم سے افضل ہے یعنی حضور علیہ السلام کے بعد افضل انبیاء ہیں اور جمیع انبیاء کے بعد افضل صدیق اکبرؓ ہیں۔

مرزائی دجل :- نذیر صاحب نے عادتِ قدیمہ کے پیشِ نظر "کنوز الحقائق" کی روایت نقل کر کے مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا حالانکہ اس روایت کا ذخیرۂ حدیث میں نام و نشان تک نہیں، جو روایتیں اس سلسلے میں مروی ہیں وہ ہم نے بالاجمال و تحت پیش کر دی ہیں تاکہ مسئلے کی پوری وضاحت ہو سکے ۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ کسی بھی مرفوع حدیث میں ابوبکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبی موجود نہیں ہے پس مرزا صاحب کی نبوت کا ڈبہ کامل دھڑام سے گر گیا جہاں خیر ھذہ الامۃ کا ذکر ہے وہاں الا ان یکون نبی نہیں ہے اور جہاں الا ان یکون نبی ہے وہاں خیر ھذہ الامۃ کا جملہ نہیں ہے ۔

۵ لاکھ چھپایا رازِ محبت نہ چھپ سکا
آنکھوں نے رو کے یار سے اظہار کر دیا

بعدیت رتبی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا مرتبہ خدا تعالیٰ کے بعد ہے اب نہ خدا تعالیٰ کو مرنا ہے اور نہ فنا ہونا ہے تصور میں لائی جا سکتی ہے پس اس جملہ اس کا مطلب یہی ہوگا کہ بعدیت بطور رتبہ کے ہے نیز ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ کل انبیاء کا رتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ہے حالانکہ سارے انبیاء تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مبعوث ہوئے اور تشریف لے گئے یہاں بھی بعدیت رتبی مراد ہے۔ ان احادیث ہمارے مطلب کی تائید میں ہیں تشریح کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

جواب ۱:۔ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے بھی غیر معتبر سی ہے جیسا کہ محمدیہ پاکٹ بک میں مسطور ہے۔

جواب ۲:۔ اور اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس حدیث کا معنی باقی احادیث کی روشنی میں تسلیم کرنا ہوگا۔

یعنی ابوبکر صدیق اس امت میں سب سے افضل ہے لیکن اگر کوئی زمانہ اول کا نبی میرا امتی بن کر نازل ہو تو ابوبکر اُن سے افضل نہیں ہوں گے کیونکہ ابوبکر صدیق میں صرف امت ہونے کی صفت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں دونوں صفتیں موجود ہیں زمانہ سابق کے لحاظ سے نبی اور زمانہ حال کے لحاظ سے اُمتی۔

پس جب افضل ھذہ الامۃ نبی نہیں بن سکتا تو مفضول کیسے نبی بن سکے گا۔ جب بعدیت سے مراد بعدیت رتبی ٹھہری تو یکون کا معنی یتبلد نہیں لیا جائے گا جیسا کہ مصنف "شان خاتم النبیین" نے لیا ہے۔

مرزائیوں کا پانچواں مغالطہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ (بخاری کتاب التعبیر)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نبوت سے بغیر مبشرات کے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

ملک صاحب "شان خاتم النبیین ص۱۳۱" میں لکھتے ہیں :۔

"گویا اس حدیث میں امتِ محمدیہ کے لئے صرف المبشرات کی قسم نبوت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے باقی قرار دیا ہے۔"

چند سطور چھوڑ کر اسی ص۱۳۱ میں لکھتے ہیں :۔

"مبشرات کا ایک کثیر اور معتد بہ مقدار میں ملنا جبکہ وہ مبشرات عظیم الشان امور غیبیہ پر مشتمل ہوں لغتِ عربی کے لحاظ سے نبوت کہلاتا ہے۔"

جواب ۱ :۔ دین کے اثبات کا مدار لغت پر نہیں ہے بلکہ ارشادات نبوی اور افعالِ مصطفوی پر ہے پس لغوی مفہوم کا سہارا لے کر مرزا جی کی نبوت ثابت کرنا ریت سے عمارت بنانے کے مترادف ہے۔

جواب ۲ :۔ ذخیرۂ حدیث میں یہ روایت متعدد مقامات میں موجود ہے :۔

بخاری شریف میں ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔

ابن ماجہ میں ہے ذھبت النبوۃ وبقی المبشرات۔

مسند احمد میں ہے ذھبت النبوۃ فلا نبوۃ بعدی الا المبشرات قیل یا رسول اللہ ما المبشرت قال الرؤیا الصالحۃ یراھا الرجل او تری لہ۔

کنز العمال میں ہے لم یبق بعدی من المبشرات الا الرؤیا الصالحۃ یراھا الرجل او تری لہ۔

اب پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ نبوت میں سے صرف مبشرات رہ گئے، دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ نبوت من کل الوجوہ چلی گئی صرف مبشرات باقی رہ گئے، تیسری حدیث سے معلوم ہوا کہ نبوت ایسی گئی کہ حضرت کے بعد ذرہ بھر نبوت بھی باقی نہیں رہی صرف مبشرات رہے تو وہ اچھے خوابوں کا نام ہے خواہ کوئی ایک شخص دیکھ لے یا آپ اس کے حق میں اچھا خواب دیکھ لیں چوتھی حدیث سے معلوم ہوا کہ مبشرات بھی حضور کے بعد پورے نہیں ہے صرف اچھے خواب رہ گئے۔ اب خدارا ان حدیثوں کو ملانے کے بعد بتائیے کہ حضور کے بعد کسی کے نبی بننے کی گنجائش باقی رہی ہے ؟

جواب : کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یا صحابہ کرامؓ نے یا آپ نے اپنے متعلق یا کسی کے متعلق زندگی بھر اچھے خواب کبھی نہیں دیکھے اگر دیکھے ہیں تو کیا وہ سب کے سب نبی ہیں۔

مرزائیوں کا چھٹا مغالطہ

میاں نذیر ربوی کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک بڑا بہتان شان خاتم النبیین صنا پر لکھتا ہے:"المبشرات آنحضرتؐ کے نزدیک نبوت ہی ہے" حالانکہ متعدد آیتوں اور کثیر التعداد ارشادات نبویہؐ سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت حضرتؐ پر ختم ہے آپؐ کے بعد اور کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا نیز مبشرات سے مراد اچھے خواب ہیں مگر نذیر صاحب ہیں کہ بار بار غلط رٹ لگانے جا رہے ہیں۔

ساتواں مُغالطہ

اس حدیث کی ترکیب لم یبق من المال الا الفضہ کی طرح واقع ہوئی ہے ظاہر ہے چاندی مال کی ہی ایک قسم ہے۔

تردید:۔ اول اس جملے اور حدیث میں زمین آسمان کا فرق ہے کیونکہ فضہ اور ذہب بمنزلہ قسم کے ہے اور ظاہر ہے کہ مبشرات نبوت کے لئے بمنزلہ قسم کے نہیں ہے نیز فضہ پر مال کا اطلاق علی وجہ الکمال ہوتا ہے لیکن مبشرات (رؤیا صالحہ) غیر نبی بھی دیکھ سکتا ہے۔

میں حیران ہوں کہ نذیر صاحب کو کالج کا پرنسپل کس نے بنا دیا جسے مقیس اور مقیس علیہ کے مابین وجہ مناسبت کا بھی علم نہیں ہے۔

آٹھواں مُغالطہ

چونکہ مبشرات نبوت کی جُز ہے اس لئے اس پر نبوت کا اطلاق جائز ہے۔

تردید ۱۔ چونکہ مسح الراس وضو کا جزو ہے اس لئے اسے وضو کہنا روا ہے؛
چونکہ اینٹ محل کی جزو ہے اس لئے اسے مکان کہنا جائز ہے؛
چونکہ انگلی کا ناخن انسان کی جزو ہے لہٰذا ناخن کو انسان کہنا ٹھیک ہے؛
چونکہ نمک پلاؤ کی جزو ہے اس لئے نمک کو پلاؤ کہنا مستحسن ہے؟
چونکہ دھاگہ کپڑے کی جزو ہے اس لئے دھاگے کو کپڑا کہنا خلافِ قیاس نہیں ہے ع
بریں عقل و دانش بباید گریست

نواں مغالطہ

سیدہ عائشہؓ کا ایک قول جو کہ دُرِ منثور صفحہ ۲۴ ج ۵ میں مندرج ہے پیش کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ معلوم ہوا کہ ایک حدیث لا نبی بعدی یا بعدہٗ مشکوک ہے دُوسرا یہ کہ سیدہؓ اجراءِ نبوت کے قائل ہیں۔

تردید ۱ ۔ حد ہو گئی جہالت کی اثبات عقائد کے لئے غیر مستند کو متواتر احادیث اور قرآنی آیات کے مقابلے میں پیش کرنا یہ اس دور کے منکرینِ ختم نبوت کا ہی حصہ ہے پس اگر ان کو ہمت ہے تو اجراءِ نبوت اور ختمِ نبوت کے خلاف حدیثِ متواترہ پیش کریں، دیدہ باید۔

تردید ۲ ۔ جس سیدہ کا باپ یہ عقیدہ رکھتا ہو قد انقطع الوحی یعنی اب وحی منقطع ہو چکی اور جن کے شوہر نامدار حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنفسِ نفیس اس امر کے قائل ہیں۔

حضور علیہ السلام کے ارشاداتِ عالیہ

(۱) انا اول النبیین فی الخلق واٰخرھم فی البعث۔	میں پیدائش کے لحاظ سے پہلا نبی ہوں اور اظہار دعویٰ نبوت کے لحاظ سے آخری۔

(۲) كلما هلك نبي خلفه نبي وانه لا نبي بعدي (بخاری ج ا صـ۴۹۱)

جب کوئی نبی چلا گیا تو اس کے بعد دوسرا نبی آیا، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۳) انا العاقب والعاقب الذي ليس بعده نبي (بخاری مسلم)

میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔

(۴) ختم بي النبيون (مسلم فی الفضائل)

میرے ساتھ سلسلہ انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(۵) انا خاتم النبيين لا نبي بعدي (مسلم)

میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۶) اني خاتم النبيين لا نبي بعدي (مشکل الآثار ج ۴ صـ۱۰۱)

میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اور خود ذیل کی حدیث کی راویہ ہوں

عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال لا يبقى بعده من النبوة شيء الا المبشرات قال الرؤيا الصالحة۔

سیدہ عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت نے فرمایا آپ کے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں سوا مگر سچے خواب۔

ان کے متعلق اجرائے نبوت کا عقیدہ منسوب کرنا دیدہ دلیری سے کم نہیں، اور جو روایت پیش کی گئی ہے اگر طاقت ہے تو مرزائی صاحبان اس کا مرفوع ہونا ثابت کریں، نیز ایک صاحب علم کی نگاہ جب کسی تحقیق پر پڑتی ہے تو وہ اُسے احتیاطاً روک دیتے ہیں تو اس سے تعین مسئلہ میں شک کیسے ہو گیا۔

دسواں مغالطہ

لا نبی بعدی میں نفی کمال کی ہے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کامل نبی نہیں ہو سکتا اگر ناقص نبی آجائے تو ممنوع نہیں ہے۔

تردید ۱۔ کامل نبی کی کامل امت کے لئے قطعاً ناروا ہے کہ وہ ناقص نبی کے سلسلہ کی اتباع کرے۔

تردید ۲۔ جس طرح لا نبی بعدی میں مرزائی صاحبان لا نفی کمال کے لئے بتلاتے ہیں

فلا الٰہ الا اللہ میں بھی نفی کمال کے لئے بنا کر دکھاویں یعنی معبود کامل خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں باقی جس قدر ہیں وہ ناقص ہیں اور باایں ہمہ اُن کی معبودیت بھی قابل قبول ہے جبکہ مرزائیوں کے نزدیک لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب کی ناقص نبوت اُن کے ہاں قابلِ قبول ہے۔

تردید۔ لاریب فیہ میں بھی لا برائے نفی کمال ثابت کر کے دکھاؤ یعنی کامل ریب تو قرآن میں نہیں ہے البتہ ناقص ریب موجود ہے' مرزائی پر جہل اپنی جہالت پر جس قدر ناز کریں اتنا ہی کم ہے۔

گیارہواں مغالطہ

حضرت محی الدین ابنِ عربی کی عبارت سے بھی دلیل لاتے ہیں:۔

فالنبوۃ سارية الى يوم القيٰمة فی الخلق وان كان التشريع قد انقطع (فتوحاتِ مکیہ ج ۲ ص ۱۰۰)

پس نبوت قیامت تک ساری رہے گی خلق میں اگرچہ تشریع منقطع ہو چکی ہے۔

اس دور کے مرزائی صاحبان کہتے ہیں کہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اجرائے نبوت کے قائل تھے۔

اعتراض ۱:۔ اگر آپ اپنے دعوے میں صادق ہیں تو اُس پیغمبر کے نام کی نشاندہی کیجئے جسے ابنِ عربیؒ اپنے زمانے میں پیغمبر تسلیم کرتے تھے۔

اعتراض ۲:۔ اگر آپ کا دعویٰ صدق پر مبنی ہے تو ابنِ عربیؒ کی اس عبارت کا جواب دیجئے:۔

فكان اول هذا الامر نبی وهو آدم وآخره وهو عيسى۔ (فتوحات ج ۲ ص ۴۹)

پس پہلا نبی آدم تھا اور آخری حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

بتلائیے آپ کے مرزا صاحب کہاں گئے، صاحبِ فتوحات نے تو اُن ہیوں کا ذکر کر دیا جو سب کے نزدیک مسلّم ہیں اور جن کو نبوت پہلے سے ملی ہوئی ہے جواب دیجئے:

اور اگر آپ استعارے کی آڑ لینا چاہیں تو ذیل کی عبارت کا جواب دیجئے۔

اعتراض ۳۲۔ عیسیٰ علیہ السلام ینزل منا حکما من غیر تشریع۔ | عیسیٰ علیہ السلام ہم میں حکم بن کر نازل ہوں گے (فتوحات مکیہ ۳ ص ۵۱۴)

اور آپ کا مضمون نبی تو نازل نہیں ہوا فرمایئے کیا خیال ہے؟ اب لیجئے پیش کردہ عبارت کا مطلب سنیئے "ابن عربی نے یہ عبارت والذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ کی تفسیر میں فرمائی ہے" کیا نذیر صاحب ربنا اللہ کہنے والے اور صاحب استقامت انسان کو نبی ماننے کے لئے تیار ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ابن عربی سریان نبوت سے مراد اثرات نبوت کا سریان مراد لیتے ہیں اور یہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بغلیں بجانا شروع کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عربیؒ کا مذہب

مندرجہ فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۴۹۵

فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرؤیا جزء من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس فی النبوۃ ھذا لاغیرہ ومع ھذا لا یطلق اسم النبوۃ۔	پس حضور علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ اچھے خواب اجزاء نبوت کی جزء ہیں جو کہ لوگوں کے لئے باقی رہ گئے ہیں اس کے سوا جزو نبوت کا نام اطلاق نہ کیا جائے گا۔

اس قدر تصریح کے بعد بھی حضرت ابن عربی کو اجراء نبوت کا قائل کہنا زبردست بہتان ہے۔

بارھواں مغالطہ

ان الرسالۃ والنبوۃ انقطعت کی تقدیر کلام ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت الا النبوۃ المبشرات ہو گی۔۔۔ یعنی وہ مبشرات والی نبوت رکھنے کی وجہ سے نبی اللہ کہلائے گا۔ (مندرجہ شان خاتم النبیین ص ۶۵)

تردید: نذیر صاحب دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ مبشرات کا معنٰی رؤیاء صالحہ سے زیادہ نہیں اور امام الانبیاء سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رؤیائے صالحہ پر اطلاق نبوت قطعاً نہیں ہو سکتا جیسا کہ گذر چکا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ امت محمدیہ کے اکثر افراد انبیاء ہوں اور انبیاء کہلائیں، معاذ اللہ

بارہواں مغالطہ متعلق حضرت سرہندیؒ

راہ دیگر آن است کہ بتوسط حصول ایں کمالات ولایت وصول بکمالات نبوت میسر می گردد۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ کمالات ولایت کے حصول کے واسطے سے کمالاتِ نبوت تک پہنچنا میسر ہو جاتا ہے۔

تردید: ظاہر ہے کہ حضرت کے سلسلۂ نقشبندیہ میں مقاماتِ تصوف میں سے ایک مقام کا نام کمالاتِ نبوت ہے جس کا مراقبہ کرنے کے بعد انسان اُس مرتبے کو طے کر لیتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان مقامات پر ترقی کر کے آج تک کوئی بھی نبی نہیں بنا نہ صاحب سلسلۂ مجددیہ یعنی حضرت امام سرہندی رحمتہ اللہ علیہ اور نہ اُن کے متبعین مکرمین، پس مذکورہ عبارت کی آڑ لے کر نذیر صاحب کا مرزاجی کی نبوت ثابت کرنا یقیناً دھوکہ دہی سے کم نہیں۔

تیرہواں مغالطہ

جب مرزائیوں کو کہا جاتا ہے کہ مرزاجی کا عقیدہ تو یہ تھا کہ "جو شخص نبوت کا دعوی کرے وہ خارج از اسلام ہے" مگر ہوا یہ کہ خود بخود چند دنوں کے بعد نبوت کے مدعی بن بیٹھے جیسا کہ حمامۃ البشریٰ ص ۳۴ میں اعلان کیا:۔

"اگر ہم اپنے نبی کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم باب وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے اور یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ

مسلمانوں پر ظاہر ہے (اے کرم) آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ فرما دیا۔"

لیکن جب ان کے دعویٰ نبوت کے بعد مرزائیوں سے کہا گیا کہ مرزا جی کو یہ کیا ہو گیا تو جواب دیا۔

"جب تک مجھے اس اللہ تعالیٰ سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کیا۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

اس ہیرا پھیری کو چھپانے کے لئے نذیر صاحب "شان خاتم النبیین ص۳۳" میں لکھتے ہیں کہ "جب تک حضور علیہ السلام کو علم نہ تھا تو لا تخبرونی علی موسیٰ لیکن ایک وقت آپ پر ایسا آیا کہ آپ نے فرمایا انا سید الاولین والآخرین من النبیین انا قائد المرسلین فضلت علی الانبیاء پس شان اور مقام کے متعلق تدریجاً انکشاف بھی ہرگز قابلِ اعتراض نہیں۔"

تردید:۔ حد ہو گئی جہالت کی کہاں حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی اور کہاں مرزا صاحب کی دورنگی، حضور علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب تو یہ ہے کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ایسی فضیلت نہ دو کہ اُن کی تحقیر لازم آئے اور آخری دو حدیثوں میں اپنے متعلق حقیقت مسئلہ کی وضاحت فرما دی، لیکن مرزا صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نئے نبی کے ماننے کو شرارت سے تعبیر کیا ہے۔ (بحوالہ ایام الصلح) خدا جانے وہ شرارت بعد میں کیسے سوت بن گئی۔

نذیر صاحب بتائیں کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ کہ وحی کا نزول منقطع ہو چکا ہے از الہ اوہام ص۶۱۴، آئینہ کمالات اسلام ص۳۷۷ و کتاب البریہ ص۱۸۴، اور یہ عقیدہ کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں (بحوالہ اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی از تبلیغ رسالت ص۲) اور دعویٰ نبوت بعد از حضرتؐ کافروں سے ملتا ہے۔ (حمامۃ البشریٰ ص۹۶) اب کیسے

مسئلہ حیات و رفع عیسیٰ علیہ السلام

جملہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھالیے گئے اور وہ قیامت سے پہلے آسمان سے اتریں گے اور حضور علیہ السلام کے مذہب کی تائید کریں گے لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور اُن کے متبعین اس عقیدے کے منکر ہیں بلکہ اس عقیدے کو خلافِ اسلام قرار دیتے ہیں ہم اولاً قرآن کی آیات پیش کریں گے بعدہ چودہ سو سال کے علماء اسلام کے اقوال بصورت مذہب پیش کریں گے۔

قرآنی آیتیں

پہلی دلیل:۔ وقولہم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ — وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔ (پ۶)

اور یہود کا قول کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم خدا کے رسول کو قتل کیا ہے حالانکہ انہوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور نہ صلیب پر لٹکایا ہے لیکن شبہ ڈال دیا گیا ہے ان کیلئے اور تحقیق جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے اس میں اُن کو کوئی علم نہیں بغیر اتباع ظن کے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کو اٹھالیا ہے اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

طرز استدلال ۱:۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول و مصلوب ہونے کی نفی کی گئی ہے اور خواہ مخواہ اختلاف کرنے والوں کو مرضِ شک و شبہ میں مبتلا ہونے والا اور جاہل قرار دیا گیا ہے۔

طرز استدلال ۲:۔ دوبارہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول نہ ہونے کے عقیدے کو مؤثق کر کے رفع جسمانی کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ رفع روحانی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا تخصیص؛

ویسے تو ہر ایک کی روح کو اُٹھایا جاتا ہے۔

طرزِ استدلال ۳ ؎ ۔ وکان اللہ عزیزاً فرما کر اپنے غلبہ قوت کو ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کے منکر تو سوس میں مبتلا نہ ہوں اور ان کا زندہ اٹھا لینا میرے سامنے کوئی مشکل نہیں۔

طرزِ استدلال ۴ ؎ ۔ حکیماً کا ذکر کر کے حکمت الٰہی کی طرف اشارہ فرمایا کہ رب قدوس کی حکمتیں جن امور کی متقضی ہیں اُن کا علم اُس کے بغیر کسی کو بھی نہیں بلکہ اُس وقت چلتا ہے جب وہ امور معرضِ ظہور میں آتے ہیں۔

امام رازی رح کے ارشاد سے تائیدِ مقصد

والمراد من العزۃ کمال القدرۃ ومن الحکمۃ کمال العلم فنبہ بھذا علی ان رفع عیسٰی من الدنیا الی السموٰت وان کان کالمتعذر علی البشر لکنہ لا تعذر فیہ بالنسبۃ الی قدرتی والی حکمتی۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۴۲)

عزت سے مراد کمال قدرت ہے اور حکمت سے مراد کمال علم ہے پس خدا تعالیٰ نے اس پر متنبہ کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رفع دنیا سے آسمانوں کی طرف اگرچہ بشر پر مشکل سا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کوئی مشکل نہیں ہے۔

نوٹ ۔ قتلوہ ، صلبوہ ، رفعہ اِن تینوں صیغوں کے ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رُوح مع الجسد کی طرف راجع ہیں پس رفع روحانی مُراد لینا یقیناً اسلام کے خلاف ہے۔

(۲) رفعہ اللہ الیہ کا معنی عزت کی موت لینا اظہارِ جہالت ہے۔

دوسری دلیل ؎ ۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔

اور تجویز کی یہودیوں نے اور تجویز کی خدا تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ بہتر تجویز کرنے والا ہے۔

طرزِ استدلال :- سیدنا عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق قرآنی تصریح ہے کہ ایک تجویز یہود یوں نے کی اور اُن کی مدافعت میں ایک تجویز مالک الملک نے فرمائی یہود ناکام ہے اور خدا تعالےٰ کی تجویز کامیاب ہو گئی۔

مکرِ یہود اور مکرِ خداوندی کی تشریح

معتبر تفسیروں کی روشنی میں

اما مکرھم بعیسیٰ علیہ السلام فھو انھم ھموا بقتلہ واما مکر اللہ بھم ففیہ وجوہ انہ رفع الی السماء وذٰلک ان یھوذا ملک الیھود اراد قتل عیسیٰ وکان جبریل لا یفارقہ ساعۃ وھو قولہ تعالےٰ وایدناہ بروح القدس فلما اراد وذٰلک امرہ جبریل ان یدخل بیتا فیہ روزنۃ وکان قد القی شبھہ علی غیرہ تأخذ وصلب ۔۔۔ وفی الجملۃ فالمراد من مکر اللہ تعالیٰ بھم ان رفعہ الی السماء وما مکنھم من ایصال الشر الیہ۔

بہرحال ان کی تجویز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور اللہ کی تجویز میں کئی وجوہ تھے ایک یہ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کو آسمانوں کی طرف اُٹھایا تھا اور یہ اس طرح کہ یہود نے عیسیٰ بن مریم کے قتل کا ارادہ کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے پس جب انہوں نے ارادۂ قتل کیا تو جبریل امین نے انہیں کہہ دیا کہ ایسے گھر میں داخل ہوں جس میں نکلنے کی جگہ ہو پس جب وہ داخل ہوئے تو جبریل نے حضرت عیسیٰ کو اسی جگہ سے نکال لیا اور حضرت عیسیٰ کی شبیہ اُن پکڑنے والے پر ڈال دی گئی پس انہوں نے عیسیٰ سمجھ کر پکڑا اور سولی پر لٹکایا خلاصہ یہ کہ مکرِ خداوندی سے مراد یہ ہے کہ اُسے آسمان پر اُٹھا لیا اور یہود کے شر کو اُن تک نہ پہنچنے دیا۔

تائید کے لیے ملاحظہ ہوں۔

(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب "تاویل الاحادیث"
(۲) علامہ ابن کثیرؒ کی تفسیر ابن کثیر ج ۲

بہرحال اگر بقول یہود قتل تسلیم کر لیا جائے تو خدا تعالیٰ کی شکست اور یہود کی فتح ثابت ہوتی ہے۔

تیسری دلیل :- اذ قال اللہ یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا۔

جبکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا اے عیسٰی بلاشبہ ہم تجھ کو پورا لینے والے ہیں اور اپنی طرف اٹھانے والے ہیں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والے ہیں۔

طرز استدلال :- اس آیت میں تصریح کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ تین وعدے فرمائے۔

(۱) توفی مع الرفع (۲) تطہیر من الکفار (۳) غلبۂ متبعین۔

قادیانی یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں پورا لے لینا یا پورا قبض کرنا ہے، توفّی کا حقیقی معنی مارنا نہیں ہے بلکہ پورا لینا ہے اس لئے کہ وفات کی ت نفس کلمے کی ہے اور توفّی کی ت باب تفعّل کی علامت ہے، اس بناء پر جہاں بھی توفّی کا معنی موت لیا گیا ہے وہاں مجاز کے طور پر ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا مجازی معنی مراد لینا جو قرآنی آیات، نبوی ارشادات نیز چودہ سو سال کے علماء اہلسنت کے خلاف ہو قطعاً قبول نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ

علامہ فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں

ان التوفی اخذ الشئ وافیاً ولما علم اللہ ان من الناس من یخطر ببالہ ان الذی رفعہ ھو روحہ لا جسدہ ذکر ھذا الکلام لیدل علی انہ

بلاشبہ توفّی کا معنی کسی چیز کا پورا لے لینا ہے اللہ تعالیٰ کو خبر تھی کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ واقع ہوگا کہ حضرت عیسٰی کی روح کو اٹھایا گیا جسم کو نہیں اٹھایا گیا تو یہ بات ذکر

علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وبجسدہ لمکان لخراجہ من الارض واصعادہ الی السماء۔

فرمادی تاکہ پتہ چل جائے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام روح مع الجسم آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو زمین سے اٹھایا گیا اور آسمان پر چڑھایا گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں

انی متوفیک ای قابضک ورافعک من الدنیا من غیر موت۔ (جلالین)

بلاشبہ میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور دنیا سے بلاموت اٹھانے والا ہوں۔

چوتھی دلیل:۔ وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا۔

اور بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کیلئے علامت ہیں پس اس کے ساتھ شک نہ کرنا۔

طرز استدلال:۔ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علامتِ قیامت قرار دیا ہے اور شک وشبہ کرنے سے قطعی طور پر روک دیا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں تو کس طرح؟ اس کا جواب صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے اقوال اور ارشادات سے ملاحظہ فرمائیے۔ کیونکہ اُن کی تفسیر حقیقت میں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد

عن ابن عباس قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیامۃ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا تشریف لانا قیامت سے پہلے یہی علامت ہے قیامت کی۔

بہرحال آیاتِ خداوندی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم اور روح کے ساتھ آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے ہیں یہی عقیدہ اہلِ سنّت کا ہے اور اسی پہ اتفاق ہے۔

علامہ نووی رح لکھتے ہیں:۔

(۱) نزول عیسیٰ وقتله الدجال حق صحیح عند اھل السنة۔
(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۴۰۳)

حضرت عیسیٰ کا نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا حق ہے اہل سنت کے نزدیک صحیح ہے۔

(۲) اجمعت الامة علیٰ ماتضمنه الحدیث المتواتر من ان عیسیٰ فی السماء وانه ینزل فی آخر الزمان۔
(بحر محیط)

(۲) امت کے حدیث متواتر کے مقتضے کے مطابق کہ حضرت عیسیٰ آسمان میں ہیں اور وہ آخر الزمان میں نازل ہوں گے۔

(۳) الاجماع علیٰ ان عیسیٰ حیٌّ فی السماء۔ (روجین)

(۳) اجماع اس پر ہے کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر زندہ ہیں۔

پانچویں دلیل

ارشادات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض۔
(مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین کی طرف نازل ہوں گے۔

چھٹی دلیل:

عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی کیفیت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

فینزل عند المنارة البیضاء شرقی

پس سفید منارہ پر شرقی دمشق سے حضرت عیسیٰ

دمشق بین مہرودتین واضعاً کفیہ علی اجنحۃ (مسلم غولیف)

علیہ السلام نازل ہوں گے اپنے دونوں ہاتھ کو دو فرشتوں کے پہلو پر رکھنے والے ہوں گے

ساتویں دلیل

حضور علیہ السلام کا حلفیہ بیان

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ کی قسم ہے عنقریب تم میں حضرت ابن مریم نازل ہوں گے جو کہ حاکم ہوں گے عادل ہوں گے۔

آٹھویں دلیل

حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے اور آسمان سے نازل ہونگے

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم۔ البیہقی ملے۳ فی کتاب الاسماء والصفات کنز العمال ج۷ ص۲۶۸ و ج۷ ص۲۵۹

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا حالت ہوگی جبکہ آسمان سے تم میں حضرت ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

نویں دلیل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا زمانہ

عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہود کو بلاشبہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے اور وہ بلاشبہ تمہاری طرف آنے والا

قبل یوم القیامۃ۔ (دُرِّ منثور)

ہے قیامت سے پہلے۔

دسویں دلیل

حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُترنے کا وقت

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی تقاتل علی الحق حتی ینزل عیسٰی ابن مریم عند طلوع الفجر بیت المقدس۔ اخرجہ ابو عمرو الدوانی فی سننہ (کما فی الحاوی) للسیوطی فی رسالتہ (العرف الوردی ج ۲ ص ۸۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک گروہ میری اُمت میں سے ایسا باقی رہے گا جو حق پر قتال کرتا رہے گا حتٰی کہ عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے صبح کے وقت بیت المقدس میں۔

گیارہویں دلیل

حضرت عیسٰی علیہ السلام بطور خلیفہ کے نازل ہوں گے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان عیسٰی ابن مریم لیس بینی وبینہٗ نبی ولا رسول الا انہٗ خلیفتی فی امتی من بعدی اسنادہٗ حسن۔ (التصریح ص ۲۵ بحوالہ عقیدۃ الاسلام ص ۹۳ المنثور ج ۲ ص ۲۴۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سیدِ دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان اور میرے درمیان نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول وہ میرے بعد میری اُمت میں میرے خلیفہ ہوں گے۔

بارھویں دلیل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس حالت میں آسمان کی طرف آئے اسی حالت میں اتریں گے

عن ابن ابی حاتم قال لما اراد الله ان یرفع عیسیٰ الی السماء فیکون نزول کالحال التی رفعه الله علیها.

جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا پس ان کا نزول بھی اسی طرح ہوگا۔

(حاشیہ صحیح بخاری ج ۶: ۳۴۹–۳۵۰، ۱۲، ۸۵۵ یقطر راسہ ماءً)

یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپکتا ہوا ہوگا۔

تیرھویں دلیل

امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے

ثم ینزل عیسیٰ بن مریم فیقال له تقدم یا روح الله فیقول لیتقدم امامکم فلیصل بکم۔ (رواه احمد فی مسنده وصححه الحاکم فی المستدرک ورجاله ثقات، التصریح ص ۱۹۵) وصححه ابن خزیمة اذا رسده فی صحیحه۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوں گے پس ان سے کہا جائے گا امامت کر نماز پڑھائیں وہ فرمائیں گے نہیں تمہارا امام ہی آگے ہو کر نماز پڑھائے۔

چودھویں دلیل

زندہ رہنے کی مدت

ثم یمکث عیسیٰ علیہ السلام فی الارض

پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اربعین سنۃ۔ (فی الدر المنثور ۲۴۲/۲ ورجالہ کلھم ثقات واوردہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۴۸)

زمین میں چالیس سال رہیں گے۔

پندرہویں دلیل

وفاتِ مسیح علیہ السلام نمازِ جنازہ اور دفن

فیمکث ماشاء اللہ ان یمکث ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون ویدفنونہ (رواہ احمد فی مسندہ جلد ۲ ص ۴۳۷)

پس جتنا اللہ چاہے گا وہ رہیں گے پس کے بعد وہ وفات پائیں گے پھر مسلمان اُن کا نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور اُن کو دفن کریں گے۔

خلاصۃ الدلائل

قرآنی آیات نبوی ارشادات سے آپ نے معلوم کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے ہیں، آسمان سے ہی زمین پر نازل ہوں گے، نازل ہونے کا وقت صبح کا ہوگا، حضرت مہدی کے پیچھے نماز ادا کریں گے، چالیس سال زندہ رہیں گے، دجال کو قتل کریں گے، ان کی شادی ہوگی، وفات پائیں گے اور مسلمان اُن پر نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور اُن کو دفن کریں گے، اس قدر تصریح کے باوجود بھی اگر کوئی شخص اس مسئلے میں شک کرتا ہے تو یقین جانئے کہ اُس کا قرآن و حدیث کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، مرزائیوں کا اور ہمارا اختلاف اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں یا نہیں؟ اس اختلاف کے رفع کرنے کے لئے خاتم الانبیاء سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا حکم دنیا بھر میں نہیں، اب ہم بطور فیصلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں تاکہ بھولے ہوئے عقیدے سے تائب ہو کر حیاتِ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہو جائیں۔

نبوی فیصلہ

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للیهود ان عیسٰی لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیٰمة نقله الحافظ ابن کثیر فی تفسیره من سورة اٰل عمران قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد ابی عبدالرحمٰن حدثنا عبد الله بن ابی جعفر عن ابیه حدثنا الربیع بن انس عن الحسن و ذکره ابن کثیر مرة ثانیة فی سورة النسآء من طریق آخر موقوفًا علی الحسن فهو مرفوع عند الحسن وکذا اخرجه ابن جریر مرفوعًا عن الحسن۔

امام الانبیاء سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات نہیں پائی وہ عنقریب تمہارے پاس تشریف لانے والے ہیں، ایک روایت سے یہ حدیث حسن بصریؒ پر موقوف ہے اور دوسرے طریق سے مرفوع ہے۔

تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۶، ص ۵۸۶
تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۲۰۲

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان کے بعد چودہ سو سال کے اقوال پیش کرنے کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں ہے البتہ اجماع اُمت اور متعدد تفسیروں سے عبارتیں نقل کر دیتا ہوں تاکہ آپ معلوم کر سکیں کہ یہ مسئلہ کس درجے کا ہے اور اس کا منکر مسلمانوں کے نزدیک کس درجے کا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ :-

وقد تواترت الاحادیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه اخبر بنزول عیسٰی علیه السلام قبل یوم القیٰمة۔ ج ۱ ص ۵۷۸، ص ۵۸۲ الی قوله فهذه احادیث متواترة عن

بلاشبہ حضور علیہ السلام سے احادیث متواترہ آچکی ہیں اس متواتر امر پر کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبل از قیامت نازل ہونے کی خبر دی ہے پس حدیث ہائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفیہا دلالۃ علی صفۃ نزولہ علیہ السلام ومکانہ۔

متواتر آچکی ہیں اس میں ان کے نازل ہونے اور مقام و مرتبے کی دلالت موجود ہے۔

ابن جریر الطبری :-

لتواتر الاخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ج ۳ ص ۲۰۳)

حضور علیہ السلام سے حدیثیں نزول مسیح کے متعلق متواتر ہیں۔

تفسیر غرناطی :-

واجمعت الامۃ علی ما تضمنہ الحدیث المتواتر من ان عیسی فی السماء حیٌّ و انہ ینزل فی اخر الزمان۔

(بحوالہ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص ۵۰)

امت نے اجماع کیا ہے جو حدیث متواتر بتاتی ہے کہ عیسے علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور بلاشبہ آخر زمانے میں نازل ہوں گے۔

ابن حجر عسقلانی ؒ فتح الباری شرح البخاری ج ۶ ص ۲۶۶ :-

(۱) ان عیسی رفع وھو الصحیح۔

(۱) بلاشبہ حضرت عیسیٰ اٹھائے گئے اور یہی صحیح ہے

(۲) اما رفع عیسی علیہ السلام فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی انہ رفع ببدنہ۔

(۲) بہرحال عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھایا جانا محدثین اور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بدن کے ساتھ اٹھا لیا گیا ہے۔

علامہ آلوسی ؒ :-

ثم ان عیسی علیہ السلام حین ینزل باقٍ علی نبوتہ السابقۃ (تفسیر روح المعانی)

اس کے بعد بلاشبہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو پہلی نبوت پر قائم ہوں گے۔

ابو حیان ؒ تفسیر النہر الماد من البحر بر حاشیہ تفسیر البحر المحیط ج ۲ ص ۴۷۳

واجمعت الامۃ علی ان عیسی علیہ السلام حیّ فی السماء و ینزل الی الارض۔

امت نے اجماع کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور عنقریب زمین کی طرف نازل ہوں گے

امام ابو الولید ابن رشد :-

لابد من نزول عیسی علیہ السلام لتواتر الاحادیث بذلک۔

(شرح مسلم ج۱ ص۲۶۵)

عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اس کے متعلق متواتر حدیثیں آچکی ہیں۔

علامہ السفارینی الحنبلی :-

قد اجمعت الامۃ علی نزول عیسی ابن مریم ولم یخالف فیہ احد من اھل الشریعۃ فقد انعقد اجماع الامۃ علی انہ ینزل ویحکم بہذہ الشریعۃ المحمدیہ۔

امت نے عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے پر اجماع کیا ہے اور اہل شریعت میں سے کسی ایک نے بھی مخالفت نہیں کی اور امت کا اس پر اجماع ہے وہ نازل ہوں گے اور اسی امت محمدیہ کا حکم فرمائیں گے۔

اب اس کے بعد اتمام حجت کے لئے صحابہ کرامؓ، تابعین کا مذہب نقل کیا جاتا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ امت محمدیہ کا اجماع قرآنی آیات، نبوی ارشادات اور صحابہ کرامؓ، تابعین عظام کے اقوال و مذاہب کی روشنی میں ہوا ہے۔

وخروج عیسی ابن مریم ونزولہ من السماء قبل یوم القیامۃ مذھب مروی عن ابن عباس وجابر ومن قتادہ ومجاھد (ابن کثیر ج۲ ص۱۷۵)

عیسیٰ بن مریم کا تشریف لانا اور آسمان سے نازل ہونا قیامت سے پہلے منقول ہے ابن عباس اور جابر اور حسن اور قتادہ سے اور اجماع سے۔

توفی کے متعلق تحقیق

مرزائے قادیان اور مرزائی صاحبان توفی کا معنی موت کرتے ہیں جو کہ ان کی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ توفی وفاء سے ہے اور وفاء کا معنی پورا کرنا ہے وفات سے نہیں جس کا معنی مرنا ہے جو لوگ توفی میں تاء سے وفات سمجھتے ہیں وہ جاہل ہیں اس لئے توفی میں تاء تفعل کی ہے اور وفات میں تاء نفس کلمے کی ہے۔

(۱) وفاء مجرد ہے جس کا معنیٰ پورا ہونا ہے۔
(۲) ایفاء افعال ہے جس کا معنیٰ پورا کرنا ہے جیسا کہ اوفوا بعہدی، اوف بعہدکم یا اوفوا الکیل والمیزان بالقسط سے عیاں ہے۔

پس توفی کا معنیٰ ان الفاظ کی روشنی میں لینا پڑے گا۔ ہاں اگر حقیقی معنیٰ متعذر ہو تو موت کا معنیٰ بطور مستعار ہو سکتا ہے لیکن وہاں بھی قرائن کا لحاظ ضروری ہوگا اور اگر توفی کا معنیٰ جو ہم نے کیا ہے اُس کے لئے دلیل ضرورت ہو تو آیت انما توفون اجورکم یوم القیامۃ ملاحظہ فرمائیے، بعض جہال توفی کا حقیقی معنیٰ موت کو تصور کرتے ہیں اور پورا لینا مجاز جو کہ یقیناً اُن کی جہالت پر دال ہے، اور علامہ بیضاوی رقمطراز ہیں:-

التوفی اخذ الشئ وافیا والموت نوع منہ۔	توفی کا معنیٰ پورا لینا ہے اور موت اُس کا قسم ہے۔

میرا اپنا واقعہ

کوٹ سدھانی ضلع ملتان میں تقریر سے جب فارغ ہوا تو بیٹھک میں مرزائیوں کے دو مبلغ مجھ سے پہلے براجمان تھے، تین گھنٹے بولنے کے بعد مقرر کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ ارباب دانش کے نزدیک عیاں ہے، میں تھکا ماندہ اور مرزائی مبلغ پورے جوش میں، میں نے اُن سے آنے کی وجہ پوچھی، انہوں نے کہا ہم آپ کو تبلیغ کرنے کے لئے آئے ہیں، میں نے کہا تھوڑی سی دیر مجھے آرام کرنے دیتے تو اچھا ہوتا، انہوں نے انکار کیا، مَیں نے کہا بسم اللہ کیجئے، مسئلہ کون سا ہوگا؟ انہوں نے کہا "وفاتِ مسیح" میں نے کہا دعویٰ پہلے کاغذ پر تحریر کر لیجئے، انہوں نے لکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں، مَیں نے کہا قرآن مجید حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوا ہے یا پہلے؟ حضور علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تشریف لائے ہیں یا پہلے؟ کہنے لگے بعد میں، مَیں نے کہا اب دلیل تحریر کیجئے انہوں نے کہا یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ، مَیں نے کہا آپ وہ آیت تلاوت کیجئے جس کا معنیٰ یہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں اس میں تو ہے کہ

اعتراض ۱۲:۔ اگر موت کا معنیٰ مسلم ہے تو صاحب جلالین کی درج ذیل عبارت کا جواب دیجئے۔

رافعک الیّ من الدنیا من غیر موت۔ (جلالین شریف ص۵۲)	بغیر موت کے دنیا سے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

اعتراض ۱۳:۔ مرزا صاحب کے نزدیک امام رازیؒ چھٹی صدی کے مجدد ہیں۔ اگر وہ ان کے نزدیک قابل حجت ہیں تو ان کا کیا ہوا معنیٰ ملاحظہ کیجئے اور جواب سے نوازیئے۔

رافعک الیّ یقتضی انہ رفعہ حیًا۔	رافعک اس امر کو مقتضی ہے کہ زندہ اٹھایا جائے۔

پس اگر ہمت ہے تو اس کا جواب دیجئے اور یا امام رازیؒ کی تفسیر کبیر سے موت عیسیٰ علیہ السلام کی آیت ... متصل الی السند الصحیح دکھائیے۔

اعتراض ۱۴:۔ امام رازیؒ تو نزول عیسیٰؑ کے بعد وفات عیسیٰ کے قائل ہیں اور مرزا صاحب اس کے برخلاف ہیں بقول شما دو مجددوں میں ایک مجدد کی تغلیط و تکذیب لازم آتی ہے، دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے تصدیق یا تردید کیجئے، جب کہ علامہ رازیؒ کا قول ہے:۔

ومتوفیک بعد انزالک فی الدنیا۔	دنیا میں نازل کرنے کے بعد وفات دینے والا ہوں۔

اعتراض ۱۵:۔ امام رازیؒ کے اس قول کا جواب بھی ضروری ہے جو کہ انہوں نے اپنی تفسیر کبیر ج ۲ میں ذکر فرمایا ہے۔

وقد ثبت بالدلیل انہ حیٌ وورد الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سینزل ویقتل الدجال ثم انہ تعالیٰ یتوفاہ بعد ذلک۔	اور دلیل سے ثابت ہو چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور حضور علیہ السلام کی حیات بھی وارد ہو چکی ہے کہ آپ کی حیات بھی وارد ہو چکی ہے کہ آپ نازل ہو کر دجال کو ماریں گے پھر وفات پائیں گے۔

اعتراض نمبر ۶ :۔ امام طاہر گجراتی کو مرزا صاحب دسویں صدی کا مجدد مانتے ہیں اُن کا قول ہے :۔

جواب درکار ہے	
یجیئی "اخر الزمان تواتر خبر ان نزول	نازل ہونے کی حدیثیں متواتر ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

مرزائیوں کا دوسرا مغالطہ

بل رفعہ اللہ مرجع محض رُوحِ عیسیٰ ہے جسم کا بیان ذکر نہیں ہے۔

ازالہ :۔ کس قدر دیدہ دیری ہے کہ جب مَا قَتَلُوہُ مَا صَلَبُوہُ میں ضمیروں کا مَرجع جسمِ عیسوی ہے تو بل رفعہ اللہ میں مُرجع جسم کیوں نہیں نیز مرزائیوں کو سوچنا چاہئیے کہ اس مفہوم کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو کیا اس میں یہود کی موافقت تو لازم نہیں آتی۔

مرزائیوں کا تیسرا مغالطہ

اگر رفع جسمانی بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

ازالہ ۱ :۔ اگرچہ اپنی شان کے مطابق مولا نے کائنات ہر جا موجود ہے لیکن علو شان کے پیشِ نظر ترجیح اُدھر والی سمت کو ہی ہو گی اگر ایسا نہیں تھا تو حضور علیہ السلام تحویلِ قبلہ کے سلسلے میں بار بار آسمان کی طرف کیوں دیکھتے تھے جیسا کہ قرآن میں ہے :۔

قد نریٰ تقلب وجھك فی السماء۔ ع ۱۷ ۲	بلا شبہ آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف مڑنے کو ہم دیکھتے ہیں۔

ازالہ ۲ :۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر لونڈی نے جب این اللہ کے جواب میں آسمان کی طرف اشارہ کیا تو حضرتِ کریم نے اس کے مومن ہونے کی تصدیق کیوں فرمائی۔

ازالہ ۳ :۔ ءامنتم فی السماء | کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اس ذات سے

ان یرسل، امنتم من فی السماء ان یخسف۔ | جو کہ آسمان میں ہے۔

کیوں فرمایا؟

ازالہ ۲ :۔ خود مرزا جی نے ازالہ اوہام ص ۲۴۳، ۲۹ میں روح عیسوی کو آسمان کی طرف اٹھائے جانے کی تصدیق کیوں کی۔

مرزائیوں کا چوتھا مغالطہ

اگر اٹھایا جانا اور نازل ہونا بجسدہ العنصری تسلیم کر لیا جائے تو کیا ڈھونگ ہے کہ ان پر سب عیسائی ایمان لائیں گے بھلا جو مر چکے ہیں یا مریں گے وہ کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟

ازالہ :۔ لَیُؤمِنَنَّ کے فقرے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ان کے متعلق ہے جو ان کے نزول کے بعد اور فوت ہونے سے پہلے موجود ہوں گے جیسا کہ بخاری شریف ج ۵ ص ۱۱۵۵ میں الذین یکونون فی زمانہ موجود ہے۔

مرزائیوں کا پانچواں مُغالطہ

قرآن مجید میں ہے ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول ہیں بیشک اُن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جس طرح باقی انبیا علیہم السلام طبعی موت پا چکے ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ نے بھی طبعی وفات پائی ہے۔

ازالہ :۔ قد خلت سے موت مراد لینا غلط ہے اس لئے کہ خلت کا معنی ہے یعنی گذر چکے ہیں، گذرنا خواہ بالموت ہو یا بغیر الموت، پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باقی انبیا علیہم السلام کی موت پر قیاس کرنا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع جسمانی پر متعدد شواہد موجود ہوں، سینہ زوری سے کم نہیں۔

نیز اگر مستدل اپنا استدلال صحیح سمجھتا ہے تو واذا خلوا الی شیطینھم میں

موت والا معنیٰ ثابت کر کے دکھائیے

مرزائیوں کا چھٹا مغالطہ

اگر آسمان پر ہیں تو وہ کیا کھاتے ہیں اور کیا پیتے ہیں۔

ازالہ مغالطہ :۔ جیسا ملک دیا کھاتا اگر زمین پر تھے تو زمین سے پیدا شدہ غذا ول فرمایا کرتے تھے لیکن جب آسمان پر تشریف لے گئے تو ملائکہ کی طرح ہو گئے دیکھئے مرزا صاحب مسلّم مجدد امام رازی کی تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائیے۔

عیسیٰ ما رفع الی السماء صار حاله كحال الملئكة فی زوال الشهوة والغضب . تفسیر کبیر ج ۲ ص ۵۵۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو ان کا حال زوال خواہشات اور غصہ میں فرشتوں جیسا ہوگا۔

مرزائیوں کا ساتواں مغالطہ

کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ہو جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زیر زمین مانا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر۔

ازالہ مغالطہ :۔ اس کا جواب شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے قلم سے ملاحظہ کیجئے سہ

کسے بگفت کہ عیسیٰ از مصطفےٰ اعلیٰ ست
کہ او بزیر زمین آں باوج سماء است
بگفتمش نہ ایں حجت قوی باشد
حباب برسر آب و گوہر تہ دریاست

مرزائیوں کا آٹھواں مغالطہ

تفسیر ابن کثیرؒ میں آیت واذ اخذ الله میثاق النبیین کے صاحب تفسیر نے

ایک حدیث بایں الفاظ نقل کی ہے:۔

لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ | اگر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ دونوں زندہ ہوتے تو میرے تابعدار بن کر رہتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت کلیم اللہ کی وفات مسلم ہے اسی طرح حضرت روح اللہ کی وفات بھی مسلم ہے۔

جواب:۔ یہ روایت مستند الی اللہ صحیح نہیں۔

مرزائیوں کا نواں مغالطہ

قیامت کے دن کے متعلق حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں وہی جواب دوں گا جو عبد صالح حضرت عیسیٰ دے چکے ہوں گے فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم پس جب تو نے مجھے وفات دے دی تو آپ ہی ان پر نگہبان تھے۔

ازالہ:۔ میرے خیال میں تو اس حدیث سے شبہ پیدا کرنا جہالت ہے۔ اولاً اس لئے کہ سوال از عیسیٰ پہلے معلوم ہوتا ہے اور سوال از حضرت بعد میں، ثانیاً اس لئے کہ حدیث میں ہے کما قال اور قاعدہ یہ ہے کہ کما کے مابعد کے لئے ماقبل کی من کل الوجوہ مثل ہونا ضروری نہیں ہے، جیسا کہ:۔

کما بدأنا اول خلق نعیدہٗ۔ | جس طرح ہم نے پہلے پیدا کیا اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے۔

ازالہ ۲:۔ ذخیرۂ احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حدیث تفسیر ابن کثیر کے بغیر کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے اور تفسیر ابن کثیر میں معاندین دین نے چالاکی سے درج کر دی ہے جس کا علم مصنف کو بھی نہیں ہے۔

ازالہ ۳:۔ اور اگر اس کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں ہے، اس لئے کہ حیات سے مراد حیاتِ دنیوی ہے بخلاف حضرت عیسیٰ کے کہ ان کی حیات تو وہاں سماوی ہے۔ فافہم

ازالہ ۳:۔ اگر مرزائیوں میں ہمت ہے تو اس حدیث کی سند صحیح پیش کریں۔ یہ بدیہی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے بندوں کو پہلے تو بوساطت والدین پیدا کیا اور قیامت کے دن اس طرح نہیں ہوگا، فافہم ترشد

مرزائیوں کا دسواں مغالطہ

قرآن مجید میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا ہے اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ یعنی خدا تعالیٰ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔

ازالہ:۔ صلوٰۃ موقّت بالاوقات ہے اور زکوٰۃ مشروط بالنصاب ہے پس آسمانوں پر طلوع شمس اور زوال وغروب اور اوقاتِ خمسہ کا ظہور نیز جمع مال اور حولانِ حول بشرائط آپ کے ذمہ رہا اور ادائے صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا اثبات ہمارے ذمہ رہا۔ پس جیسا ملک ویسے احکام، انجیلی یا قرآنی طرز پر ادائے نماز کا دریافت کرنا مرزا صاحب کے جہل بے دال ہے۔

مرزائیوں کا گیارہواں مغالطہ

والسلام علیّ یوم ولدتُ ویوم اموت ویوم ابعث حیًّا۔	اور مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

اس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے تین امور کی نشاندہی کی ہے اگر نزول من السماء بھی متیقن ہوتا تو ضرور ذکر فرماتے۔

ازالہ:۔ عدمِ ذکر عدمِ وجود کو مستلزم نہیں ہے، دیکھئے مصر تک پہنچنے میں قرآن دو پیغمبروں کا ذکر کرتا ہے، کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ دوسرے وہاں فوت ہو گئے تھے۔

اصحاب کہف میں روٹی لانے والے کا ذکر قرآن حکیم میں آتا ہے کہ وہ غار میں

داخل ہوا کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ وہاں ختم ہو گیا یا وہ غار والوں کو جا کر نہ مل سکا۔

مرزائیوں کا بارہواں مغالطہ

وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عربی وفات مسیح کے قائل تھے حالانکہ فتوحات ۳۴۶ میں مرقوم ہے۔

فانہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی السماء واسکنہ بھا۔	بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تا حال وفات نہیں پائی بلکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے اور سے وہاں بٹھا دیا ہے۔

مرزائیوں کا تیرہواں مغالطہ

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ بھی وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے حالانکہ وہ فرماتے ہیں۔

ونزول عیسیٰ من السماء وسائر علامات یوم القیمۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن۔ (فقہ اکبر)	اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور باقی علامات قیامت صحیح حدیثوں کی روشنی میں برحق ہے ہونیوالا ہے۔

مرزائیوں کا چودہواں مغالطہ

علامہ زرقانیؒ کے متعلق بھی یہی کہتے ہیں حالانکہ اُن کا ارشاد ہے۔

فانہ اذا نزل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فانہ یحکم بشریعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔	بلاشبہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو گئے تو وہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ہی حکم فرمائیں گے۔

مرزائیوں کا پندرھواں مُغالطہ

علامہ سیوطیؒ کے متعلق بھی ان کا یہی الزام ہے حالانکہ وہ لکھتے ہیں:۔

قد تواترت الاحادیث بنزول عیسٰی علیہ السلام۔ | حدیثیں نزول عیسٰے علیہ السلام کے متعلق متواتر ہیں۔

مرزائیوں کا سولھواں مُغالطہ

حضرت ابن عباسؓ نے مُتَوَفِّیكَ کا معنیٰ ممیتک کیا ہے۔

جواب ۱:۔ ابن عباسؓ کا اثر بواسطہ علی ابن ابی طلحہ روی ہے تقریب التہذیب میں ہے کہ علی ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا ہی نہیں ہے۔

جواب ۲:۔ اگر اس اثر کو بسلامتی قبول بھی کر لیا جائے تو بھی مرزائیوں کے لئے حجت نہیں ہے اس لئے کہ قول کی تشریح تا مل سے ہلاک کے خلاف کرنے سے معنیٰ ہے جبکہ اُن کا اپنا مسلک علامہ عینی نے بھی نقل کیا ہے اور ابو حزم نے کتاب الفقن میں بھی بیان کیا ہے:۔

ان عیسٰی اذ ذلک یزدج فی الارض فیقیم بھا۔ | یعنی حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین میں شادی کریں گے۔

مرزائیوں کا سترھواں مُغالطہ

کیا وہ من نعمرہ ننکسہ فی الخلق کے پیشِ نظر بہت بوڑھے نہ ہو چکے ہوں گے

جواب:۔ اصحاب کہف زندہ رہے نیند میں رہے دُنیا میں رہے اپنی قدرت سے اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو تنکیس سے محفوظ رکھا تو حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کونسا استبعاد ہے!

مرزائیوں کا اٹھارھواں مُغالطہ

منکم من یتوفی و منکم یرد الی ارذل العمر ان دو حالتوں سے کے علاوہ

تیسری حالت متصور نہیں ہو سکتی جواب دیا جائے۔

جواب:- اذلیت عمر دنیا دی آلائش کے ساتھ مشروط ہے جب آلائش نہ ہو تو ارذلیت یقیناً مفقود ہو گی، کیا اعلیٰ ہسپتالوں میں صرف بعض خانوں میں رکھی ہوئی اشیاء تعفن سے محفوظ نہیں رہتیں تو وہاں اس قسم کا تعفن کیوں محال ہے

مرزائیوں کا اُنیسواں مغالطہ

انک میت وانہم میتون سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہیں۔

جواب:- جہالت کی حد ہو گئی نہ تو اس آیت میں کاف خطاب سے مخاطب عیسیٰ علیہ السلام اور نہ ہم کا ضمیر اُن کی طرف راجع ہے وہ تو قدرت خداوندی کے پیش نظر آسمانوں پر آرام فرما ہیں۔ اب اگر ڈھیٹ قسم کے انسان تسلیم نہ کریں تو اس کا کیا علاج ہے

مرزا کا اعتقاد اور اجماع امت

گواہ رہو کہ میرا تمسک قرآن شریف ہے اور رسول اللہ کی حدیث جو کہ چشمۂ حق و معرفت ہے میں پیروی کرتا ہوں اور تمام باتوں کو قبول کرتا ہوں جو کہ اس خیر القرون میں باجماع صحابہ قرار پائی ہیں نہ ان پر کوئی زیادتی کرتا ہوں اور نہ اُس میں کوئی کمی اور اسی اعتقاد پر میں زندہ رہوں گا اور اسی میں میرا خاتمہ اور انجام ہو گا اور جو شخص ذرہ بھر بھی شریعت محمدیہ میں کمی و بیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

ترجمہ:- مرزا غلام احمد قادیانی کا مکتوب عربی بنام مشائخ ہند مندرجہ انجام آتھم ص ۱۴۳ مصنفہ مرزا صاحب۔

ابو بکرؓ و عمرؓ سے مرزا صاحب افضل نہیں ہیں

میرے لئے کافی فخر ہے کہ میں اُن لوگوں کا مداح اور خاکپا ہوں جو جزئی فضیلت

خدا تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے وہ قیامت تک کوئی اور شخص نہیں پا سکتا، کیا دوبارہ محمد مصطفےٰ دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو ایسی خدمت کا موقع ملے جو جناب شیخین کو ملا۔
(اعلان مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ الحکم قادیان اگست ۱۸۹۹ء)

بحث متعلق حجیت حدیث

جمیع مسلمان اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن مجید کے بعد درجہ حدیث رسول کا ہے جس طرح خدا تعالیٰ کے ہوتے ہوئے پیغمبر کی ضرورت ہے اسی طرح کلام خدا کے ہوتے ہوئے کلام رسول کی ضرورت ہے قرآن بمنزلہ متن کے ہے اور حدیث بمنزلہ شرح کے، اصولی طور پر احکام قرآن مجید میں موجود ہیں اور ان کی تبیین و تشریح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے جیسا کہ لتبین للناس سے عیاں ہے جبکہ زیادۃ اللفظ زیادۃ المعنی پر دال ہے پس حسب دستور سابق سب سے پہلے ہم منکرین حدیث کا عقیدہ پیش کریں گے، ثانیاً حدیث کا حجت ہونا قرآنی آیات سے ثابت کریں گے اس کے بعد چودہ سو سال کے علماء اہلسنت کے اقوال تحریر کریں گے تاکہ پتہ چل جائے کہ چودہ سو سال میں حدیث مبارک کا مقبول اور حجت ہونا ایک مسلم امر ہے اس کے بعد منکرین حدیث کے سوالات کا حقائق کی روشنی میں ازالہ کریں گے اور ان کی نازیبا اور غیر معقول سازشوں کو بے نقاب کریں گے۔

فتنۂ انکارِ حدیث

یہ فتنہ کوئی نیا نہیں ہے دورِ قدیم میں اس فتنے کو ہوا دینے والے معتزلہ اور خوارج تھے اور وہ اس رنگ میں آئے کہ خبر واحد حجت نہیں ہے چنانچہ ان کی تردید میں علماء قدیم نے تساہل نہ کیا چنانچہ حضرت امام شافعیؒ نے کتاب الام میں اور ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں، امام غزالیؒ نے المستصفیٰ میں، محمد بن ابراہیمؒ نے الروض الباسم میں، زکریا ؒ نے الحدیث والمحدثون"

میں مقالے لکھے، دورِ جدید میں سرسید نے معجزات کا انکار کیا، ہمارے ملک میں حدیث کا انکار عبداللہ چکڑالوی نے کیا اس کی ہمنوائی احمد دین امرتسری نے کی ان کو تقویت برہان القرآن لکھ کر اسلم جیراجپوری نے بہم پہنچائی ان کی تائید برقِ کیمبل پوری نے کی تا ہم کل اس کو ہوا غلام احمد پرویز دے رہے ہیں اور ماہنامہ طلوعِ اسلام کے ذریعے انگریزی خواں طبقے کو گمراہ کر رہا ہے، یہ اور ان کے متبعین کی مختصری جماعت بظاہر حدیث کا اقرار کرتی ہے لیکن حقیقت میں یہ لوگ سرے سے حدیث شریف کے منکر ہیں جیسا کہ ذیل کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

حدیث سے ثابت شدہ مذہب کے متعلق پرویزی نظریہ

رسالہ طلوعِ اسلام جنوری ۱۹۵۲ء صفحہ ۳۲ میں ہے:۔

(۱) یہ لغویات جنہیں عجمی سازش نے مذہب کا نام دے رکھا ہے بالآخر کب تک برداشت کی جائیں گی ان کی وجہ سے ساری دنیا نے اسلام بدنام ہو رہی ہے۔

(۲) آپ عجمی سازشوں کی ہمنوائی میں یہ سمجھتے ہیں کہ جیسا کہ وہ (قرآن) نامکمل ہے اور اس کی تکمیل ان روایات سے ہوتی ہے جو عجمی ٹکسالوں میں گھڑی گئی تھیں۔

(۳) انہی (عجمی سازش کے علمبرداروں) نے اپنی سازش سے قرآنِ حکیم کو مسلمانوں کی نگاہ سے اوجھل کر دیا اور اس کی جگہ اپنا بنایا ہوا مذہب مسلمانوں میں رائج کر دیا اور اسے منسوب کر دیا ذات رسالتماب کی طرف۔

حدیث کے متعلق نفرت آمیز الفاظ

(۴) جس کسی کے جی میں آیا ایک عربی کا فقرہ گھڑا اس سے پہلے حدثنا زید عن عمر عن بکر قال قال رسول اللہ کے الفاظ بڑھائے لیجئے یہ عربی کا فقرہ مذہب کی سند بن گیا۔

(طلوعِ اسلام فروری ۱۹۵۲ء ص ۲۰)

پرویزی اعلان

(۵) بخلاف اس کے نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے اور نہ اس پر ایمان لانے کا حکم ہم کو دیا گیا ہے۔ (طلوعِ اسلام دسمبر ۱۹۵۵ء)

پرویز اور صراحتہً انکارِ حدیث

(۶) اگر احادیث دین کا جزو ہوتیں تو کیا رسول اللہ پر یہ فریضہ عائد نہیں ہوتا تھا کہ وہ دین کے اس حصے کو بھی مستند طور پر مرتب کر کے اُمت کو دے کر جاتے۔ (سلیم کے نام ص [illegible])

حدیث دین نہیں پرویزی نظریہ

(۷) جو لوگ اب احادیث کو دین سمجھ رہے ہیں ان سے یہ سوال پوچھئے ان میں سے کوئی شخص اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ (ص ۷۹)

وحی کے اقسام پر پرویزی طعن

(۸) البتہ یہودیوں کے ہاں یہ عقیدہ تھا کہ وحی کی دو قسمیں ہوتی ہیں متلو اور غیر متلو اور وہیں سے مسلمانوں نے یہ عقیدہ مستعار لیا ہے۔ (سلیم کے نام خط ص [illegible])

پرویزی عجمی اسلام پر تأسف

(۹) یہی عجمی اسلام ہے سلیم! جو ہزار برس سے ہمارے رگ و پے میں اس طرح رچ گیا ہے کہ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر یہ نکل گیا تو اس کے ساتھ ہی ہماری جان بھی نکل جائے گی۔ (سلیم کے نام خط ص ۱۱۱)

حضورؐ کی زندگی تک حضورؐ کی اطاعت فرض تھی

(۱۰) جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]ت میں موجود تھے اُن کی اطاعت اللہ اور رسول کی

اطاعت ہوگی اور اطاعت عربی میں کہتے ہیں زندہ کی فرمانبرداری کو۔

احکام میں تبدیلی غیر نبی بھی کرسکتا ہے

پرویزی مذہب

(۱۱) قرآن کریم میں بجز چند تفصیلی احکام کے دین کے اصول بیان ہوئے ہیں ان اصولوں کی روشنی میں ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجتماعی نظام (امام وقت) اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق جزئی احکام خود مرتب کرے گا۔ ان احکام کا نام شریعت ہے لہٰذا قرآن کے اصول تو غیر متبدل ہیں لیکن ان کی روشنی میں متعین کردہ جزئی احکام زمانے کے تقاضوں کے مطابق بدلتے رہیں گے۔ (مقام حدیث ج ۲ ص ۲۰۲)

قرآن حجاب میں آگیا ہے

(۱۲) لیکن دین میں حجت کے طور پر وہ (حدیث) نہیں پیش کی جاسکتی اس کو دین بنا لینے سے بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ قرآن کریم جو سراسر زندگی ہے حجاب میں آگیا ہے۔

(مقام حدیث ج ا ص ۱۶۸)

دورِ وحشت

(۱۳) آپ اپنی قوم کے دامن کو پکڑ کر آج سے تیرہ سو سال پہلے کے دورِ وحشت کی طرف گھسیٹ رہے ہیں۔ (قرآنی فیصلے)

(۱۴) اطاعت صرف خدا کی ہوسکتی ہے کسی انسان کی نہیں حتیٰ کہ رسول بھی اپنی اطاعت کسی سے نہیں کرا سکتا۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۸۶)

(۱۵) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اس میں اللہ و رسول سے مراد ہی مرکزِ ملت ہے اور اولوالامر سے مراد منقو[illegible] افسران ماتحت۔

(معارف القرآن ص ۶۲۵ و ص ۶۲۶)

(۱۶) قرآن تو رسول کو بھی یہ حق نہیں دیتا کہ وہ کسی شئے کو حرام قرار دے تا بدیگراں چہ رسد (حاشیہ طلوع اسلام فروری ۱۹۵۵ء)

(۱۷) یہ امر بالکل بدیہی ہے کہ حضورؐ کی زندگی کا ہر ہر واقعہ کرنے والوں کے لئے نمونہ نہیں ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۹۲)

انکار حدیث کا نتیجہ

جب یہ لوگ حدیث کے منکر بنے تو نہ خدا و رسول کے معتقد رہے اور نہ نماز روزے حج زکوٰۃ قربانی کے ان کا آدھے دھا اور ہی تباہ ہو گیا جو دل میں آیا اسے قرآنی مطلب سمجھ لیا نتیجہ یہ نکلا سارا کو سب ہی نے تماشا بنانے پڑے۔

پرویزیوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت پر ایمان

ایک اسلام میں دانشور غلام جیلانی برق لکھتا ہے:-

دنیا کے تمام انسان اللہ پر ایمان رکھتے ہیں کوئی قبلہ رو ہو کر نماز پڑھتا ہے کوئی شمال کی طرف منہ کر کے توریت پڑھتا ہے کوئی شرق کی طرف پانی اچھالتا ہے کوئی آگ کے گرد گھومتے ہوئے اس کی حمد و ثنا کے ترانے الاپتے لگتا ہے اور کوئی پالتی مار کر اس کے تصور میں محو رہتا ہے۔

فرشتوں پر ایمان کی حقیقت خواجہ عباد اللہ اختر اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص ۱۵۱ میں لکھتا ہے: ایمان بالملائکہ کائنات کی قوتوں پر ایمان رکھنے کا نام ہے: ایک اور جگہ لکھتا ہے: جبرئیل قدرت اللہ کو کہتے ہیں:

ایمان بالرسول سے متعلق مذکورہ عبارتیں ذہن نشین فرما لیجئے۔

مولوی احمد دین امرتسری "بیان القرآن" میں لکھتا ہے کہ حضور پر ایمان تو ضرور لانا چاہیئے مگر ساتھ ہی یہ یقین کرنا چاہیئے کہ رسول خدا قرآن کا تمام فہم نہیں رکھتے تھے اور یہ کہ حضور سے قرآن کے فہم میں کافی غلطیاں ہوئیں اور ضرور ہوئیں رسالت کسی ایسے

وصف کا نام نہیں کہ اُسے دوسرے حاصل نہ کر سکیں۔

ایمان بالکتاب: "ایک اسلام" میں برقی صاحب لکھتے ہیں کہ جس طرح قرآن غیر محرف ہے اسی طرح انجیل بھی غیر محرف ہے صرف توریت بلکہ وید گیتا اور بدھ مذہب کی کتب از روئے قرآن منزل من اللہ ہیں۔

حجیتِ حدیث پر دلائل و براہین

پہلی دلیل: فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما (النساء)

پس مجھے تیرے رب کی قسم لوگ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے جھگڑوں میں فیصل نہ بنائیں پھر اپنے دلوں میں تنگی بھی محسوس نہ کریں جو فیصلہ آپ نے کیا ہے اور پورے طور پر مان لیں۔

طرزِ استدلال: اس آیت میں حضور علیہ السلام کو حکم بنانے اور آپ کے فیصلے کو ماننے کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ حضور کا فیصلہ جن الفاظ اور جن دلائل پر مشتمل ہوگا وہ قرآن کے علاوہ ہے وہ یقیناً حدیث ہے اور یہی حدیث کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

دوسری دلیل: ما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا۔

کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کے لئے یہ حق نہیں کہ خدا اور اس کے رسول کے کئے ہوئے فیصلے میں مختار ہو اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی پس وہ سخت قسم کا گمراہ ہو گیا۔

طرزِ استدلال: فیصلۂ خداوندی کے علاوہ فیصلۂ نبوی کو ماننے کی اس آیت میں نہ صرف ترغیب دی گئی ہے بلکہ دونوں کی نافرمانی کو کھلی گمراہی قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ فیصلۂ نبوی کا دوسرا نام حدیث ہے۔

تیسری دلیل: وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله

اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے محض اس لئے تا کہ اللہ کی اجازت سے اس کی اطاعت کی جائے۔

طرزِ استدلال:۔ بتایا گیا ہے کہ پیغمبر کی حیثیت مُطاع کی ہے اور اُمّت کی حیثیت مُطیع کی، اور ظاہر ہے کہ اطاعت اقوال و افعال کی ہوتی ہے۔ پس اگر اقوال و افعال حجت نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ بعثتِ نبوی کی علّتِ غائی کا بیان اس رنگ میں نہ فرماتے۔

چوتھی دلیل:۔ انا ارسلنٰك بالحق بشیرًا و نذیرًا (بقرہ) ۱/۹	بلا شبہ ہم نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے درآں حالیکہ آپ بشیر و نذیر ہیں۔

طرزِ استدلال:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشیر تب بن سکتے ہیں جب نعمائے ابدی اور احسانات اُخروی کا ذکر بالتفصیل فرمائیں تاکہ لوگ اُن کے شوق میں اعمالِ صالحہ کی طرف راغب ہوں اور نذیر تب بنیں گے جب عذابِ الٰہی کا پورا نقشہ پیش کریں تاکہ لوگ جہنم اور ہولناک سزاؤں سے ڈر کر برائیوں سے اجتناب کریں اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی جو تفصیل پیغمبر کی زبان سے نکلے گی اور متعدد اوقات میں مختلف طبائع کے سامنے فصاحت اور بلاغت کے پیشِ نظر نئے نئے اسلوب اور جدید طریقوں سے ظاہر ہوگی اُسے حدیث کے بغیر اور کوئی بھی لقب نہیں دیا جا سکتا۔

پانچویں دلیل:۔ کما ارسلنا فیکم رسولًا منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتٰب والحکمۃ و یعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔ ۱/۵۱	جیسا کہ ہم نے تم میں سے ایک برگزیدہ پیغمبر بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتے اور تم کو ایسی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔

طرزِ استدلال:۔ یہ آیت حجیتِ حدیث کے سلسلے میں بُرہانِ قاطع ہے اسلئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار کام ذکر کئے گئے ہیں۔ تلاوتِ آیات۔ تزکیہ۔ تعلیم الکتاب والحکمۃ اور تعلیم مالم تکونوا تعلمون۔

ظاہر ہے کہ یہاں تلاوتِ آیات سے مراد تبلیغ احکام ہے اور تبلیغ بغیر تشریح و تفصیل کے ناممکن ہے، اسی طرح تزکیہ ہر زمانہ بالفعل پرکھنے اور ان کی اصلاح کرنے کا نام ہے تعلیم الکتاب کا مفہوم تو ظاہر ہے لیکن تعلیم الحکمۃ اور تعلیم مالم تکونوا تعلمون، قرآنی احکام کے اسرار و معارف حقائق و دقائق کا نام ہے جسے یقینًا حدیث سے تعبیر کرنا ہوگا۔

چھٹی دلیل:- واذکروا نعمۃ اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتب والحکمۃ۔ (پ ۲)

ذکر کرو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا جو کہ اس نے تم پر نازل کی ہے اور جو نازل کی گئی ہے تم پر کتاب و حکمت۔

طرزِ استدلال:- اس آیت میں دو چیزوں کے نازل کئے جانے کی خبر دی گئی ہے کتاب اللہ اور حکمت، ظاہر ہے کہ حکمت کو واؤ عاطفہ سے ذکر کیا گیا ہے جو کہ مغائرت کے لئے مقتضی ہے، معلوم ہوا کہ وحی جلی کے علاوہ وحی خفی کا ماننا بھی ضروری ہے وہ بھی من وجہٖ منزل من اللہ ہے فرق صرف اتنا ہے کہ کتاب کے لئے جبرئیل کا واسطہ ضروری ہے اور حکمۃ کے لئے ضروری نہیں حدیث فی الحقیقت القاءِ الٰہی کا مظہر ہوتی ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے قرآن جب نازل ہوتا ہے تو واسطہ درمیان میں جبرئیل علیہ السلام بن کر آتے ہیں اور حدیث براہِ راست مولائے کریم سے پیغمبر کے قلب اطہر پر نازل ہوتی ہے۔

انتباہ:- اس کے بعد تھوڑی سی بات اور بھی سمجھ لیجئے کہ حدیث کے راوی صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت عظام ہیں پس صحابہ کرام کا انکار شیعوں نے کیا اور خوارج نے عترت کا، گویا راویوں کا انکار انہوں نے کیا اور روایت کا انکار منکرین حدیث نے تاکہ نہ روایت رہے اور نہ مروی عنہ (حضور علیہ السلام) کا تعارف، جب حدیث نہ رہی تو قرآن کی تعبیر صحیح نہ رہی۔

ساتویں دلیل:- ویوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا۔ (پ ۱۹)

اور قیامت کے دن ظالم اپنے ہاتھ چبانے لگے گا ہائے افسوس میں نے رسول کے ساتھ تعلق قائم کر لیا ہوتا۔

طرزِ استدلال:- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راستے پر چلنے کی اس آیت میں ترغیب دی گئی ہے اور اس کے ترک کرنے والے کو ظالم قرار دیا گیا ہے اور قیامت کے دن اس کی حالت کا انکشاف کیا گیا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راستے پر چلنے کا مطلب مدینہ منورہ میں چلنا نہیں ہے بلکہ آپ کے ارشادات پر عمل کرنا اور آپ کی سیرت طیبہ کو اپنانا ہے پس اگر حدیث قابلِ قبول نہیں ہے تو آپ کی اتباع و اطاعت کا کیا فائدہ۔

آٹھویں دلیل:۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ ۲۱/۱۰۷

اور ہم نے آپ کو اے محبوب تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

طرزِ استدلال:۔ کائنات کے لئے رحمت تو تب بن سکتے ہیں جب آپ کے کردار کا نقشہ لوگوں کے سامنے ہو اور وہ تب ہو سکتا ہے جب پروردگارِ عالم آپ کی حدیث کی حفاظت کا انتظام فرمائیں۔

نویں دلیل:۔ واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رأیت المنافقین یصدون عنک صدودا ۴/۶۱

جب اُن کو قرآن اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو اے مخاطب منافقین کو دیکھے گا کہ آپ سے دُور بھاگ جائیں گے۔

طرزِ استدلال:۔ مذکورہ آیت میں منافقین کے حالات کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے کہ اُن کی علامت میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ جب قرآن کے ساتھ ساتھ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو پھر وہ اعراض سے کام لیتے ہیں، حضرت کی زندگی میں حضرت کی ذات مراد ہے اور بعد از وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور اُن کے ارشادات مراد ہیں اِن سے احتراز اور اعراض کرنے کو منافقت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

دسویں دلیل:۔ یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔ ۴/۵۹

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تم میں سے صاحبِ امر کی، پس اگر کسی شئے سے تمہارا اختلاف ہو جائے تو تم اُسے اللہ اور رسولؐ کی طرف رد کرو اگر تم اللہ اور قیامت کو مانتے ہو یہ طریقہ اچھا اور سب سے اچھا ہے۔

طرزِ استدلال:۔ ایمانداروں کو ایمان کا احساس دلاتے ہوئے پروردگارِ عالم نے تین اطاعتوں کا حکم فرمایا ہے۔ اطاعتِ خدا، اطاعتِ رسول اور اطاعتِ اولی الامر۔

معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ خدا تعالیٰ کے بغیر کسی اور کی اطاعت سے مانع نہیں ہے۔ اور ما علیہ درمیان میں لاکر اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ جس طرح اطاعت خداوندی کا درجہ ایک مستقل اطاعت کا ہے اسی طرح اطاعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بھی ایک مستقل اطاعت کا ہے لیکن اس قدر ضروری ہے کہ ان کی اطاعت ان امور میں کی جائے گی جن کا ذکر قرآن مجید میں تفصیل طور پر نہیں ہے ورنہ مرکزی حیثیت یقیناً قرآن مجید کی ہے لیکن ان امور کا لحاظ وہ کرے گا جس کا دل ایمانی انوار سے بریز ہوگا۔

ان آیات کے علاوہ ذیل کی آیتوں کا بھی غور سے مطالعہ کر لیا جائے۔

(۱۱) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ ۳ع

۱۱ فرما دیجئے اگر اللہ تعالیٰ کو محبوب بنانا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔

(۱۲) قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین۔ ۳ع

۱۲ فرما دیجئے اطاعت کرو خدا تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کی پس اگر تم نے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں بناتا۔

(۱۳) ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت۔ النساء ۱۳

۱۳ اور جو شخص اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی داخل کرے گا خدا تعالیٰ اُس کو بہشتوں میں۔

(۱۴) ومن یعص اللہ ورسولہ و یتعد حدودہ یدخلہ نارا۔ ۱۴

۱۴ اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی اور ان کی مقرر کردہ حدود سے تعدی کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس کو آگ میں داخل کرے گا۔

(۱۵) ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

۱۵ اور جس نے رسول کریم کی اطاعت کی پس بلاشبہ اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(۱۶) ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم وساءت مصیرا۔

۱۶ اور جو شخص مخالفت کرتا ہے رسول کی حق کے واضح ہو جانے کے بعد اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور کا تابع بنتا ہے پھیر دیں گے ہم اُسے جدھر پھرا اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور جہنم برا ٹھکانا ہے۔

(۱۷) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا۔ (المائدہ)

اور[۱۷] اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور خدا کے قہر سے ڈرو۔

(۱۸) واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین۔

اور[۱۸] اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اگر تم ایماندار ہو۔

(۱۹) ومن یشاقق اللہ ورسولہ فان اللہ شدید العقاب (انفال)

اور[۱۹] جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

(۲۰) الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالداً فیھا ذلک الخزی العظیم۔ (توبہ)

کیا[۲۰] نہیں جانتے کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے پس اس کے لئے جہنم کی آگ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور یہی بڑا خسارہ ہے۔

(۲۱) ان تطیعوہ تھتدوا وعلی الرسول الا البلاغ المبین۔ (النور)

اگر تم نے اُن کی تابعداری کی تو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔

(۲۲) فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔

جو[۲۲] لوگ امرِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو چاہیئے کہ وہ خدا کے قہر سے ڈریں کہ ان پر آزمائش آجائے اور یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

(۲۳) وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (الحشر)

اور[۲۳] جو کچھ تم کو رسول کریم دے دیں پس لے لیا کرو اور جس سے روک دیں رک جایا کرو۔

(۲۴) وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ۔

اور[۲۴] ہم نے تم کو قبلہ موجودہ سے پہلے قبلے کی طرف اس لئے پھیرا تھا تاکہ فرمانبرداروں کو نافرمانوں سے علیحدہ کر دیں۔

ان آیات میں آپ نے دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو ماننے اور اُن پر عمل کرنے کی کس قدر تاکید کی ہے کہیں متبعین کے لئے جنت اور رضا کی

بشارت ہے تو کہیں مخالفینِ رسول کے لئے جہنم کا ڈراوا ہے، الغرض قرآنی منشا یہی ہے کہ انسان عذابِ جہنم سے اگر بچنا چاہتا ہے تو وہ اطاعتِ خداوندی اور اطاعتِ رسول کر کے ہی بچ سکتا ہے اور اس کی تشریح حدیث کے بغیر ناممکن ہے۔ پس جو لوگ احادیث کی ضرورت کا انکار کرتے ہیں وہ درحقیقت قرآنی آیات کی من مانی تشریحات کے شائق ہیں اور ظاہر ہے کہ قرآنی مطالب و مفاہیم وہی قابلِ تسلیم ہوں گے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں لیکن جو نہ ملائکہ کو دیکھ پاتا ہے اور نہ اسرارِ نبوت سے واقف ہے اور نہ اس پر کبھی وحی نازل ہوئی وہ اگر قرآنی مطالب بیان کرے گا تو وہ یقیناً غلط بیانی کا پلندہ ہو گا، اس کے بعد جب کہ ضرورتِ حدیث اور حجیتِ حدیث کا ثبوت ہم نے قرآنی آیات سے بہم پہنچا دیا صرف ایک سوال باقی رہتا ہے کہ کیا وحی جبریلِ امین کے بغیر بھی پیغمبر پر ہو سکتی ہے یعنی براہ راست پیغمبر رب جل شانہ، سے معلوم کر کے امت کو بتا سکتا ہے؟ اب ذیل میں اس قسم کے دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

وحیِ خفی پر دلائل

استدلال ۱: ۱۔ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ قال یابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔

بلاشبہ میں نے نیند میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں بتا تیری کیا رائے ہے حضرت اسمٰعیلؑ نے جواب دیا اے ابا جان جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے کر لیجئے عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

طرزِ استدلال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ذبحِ اسمٰعیل کے متعلق خواب دیکھا تو صبح کو بیان کیا، سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے اسے امرِ الٰہی سمجھ کر تعمیلِ حکم کے لئے لبیک کہا، پس اگر امرِ الٰہی صرف جبریل علیہ السلام کے واسطے سے آنے والے حکم پر بند ہوتا تو سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام افعل ما تؤمر نہ فرماتے نیز اگر حکمِ رسول قابلِ حجت اور لائقِ عمل

نہ ہوتا اور نہ جانے کے لئے تیار نہ ہوتے۔

استدلال ۲: قرآن مجید میں ہے:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث وربٰع۔ | پس نکاح کرو جو کہ تمہیں عورتوں میں سے پسند آئے دو اور تین اور چار۔

قرآن مجید کی اس آیت میں چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم ہے ہمارے نزدیک صحیح احادیث اور مستند دینی کے نزدیک صحیح تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے نو بیویوں سے نکاح کیا تھا پس ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید کے علاوہ کسی اور طریقے سے بھی خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم فرمایا کرتے تھے جس پر عمل کرنا حضور علیہ السلام پر ضروری ہوتا تھا اور وہ یقیناً وحی خفی ہی تھی۔

استدلال ۳: واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبأت بہ واظہرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نبأھا بہ قالت من انبأک ھذا قال نبأنی العلیم الخبیر۔ | اور جب آہستہ بات کی تھی حضرت نے اپنی بعض ازواج سے پس جب اس نے خبر دے دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کر دیا تو بتا دی آپ نے کچھ اور ٹال دی کچھ پس جب آپ نے جتلا دیا اپنی گھر والی کو تو اس نے عرض کیا کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے فرمایا مجھے علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔

طرز استدلال: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک راز کی بات سیدہ حفصہؓ کو بتائی تو انہوں نے سیدہ عائشہؓ کو بتا دی اس کا پتہ خدا تعالیٰ نے حضور کو وحی خفی کے طور پر بتا دیا ہے اور فرمایا مجھے علیم وخبیر نے بتایا ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے ان کو جبریل کی معرفت بتایا تھا تو قرآنی آیت میں یہ مضمون ثابت کیا جائے اور اگر قرآن مجید میں بتانا مذکور نہیں ہے تو ماننا پڑے گا کہ وحی خفی قابلِ تسلیم اور واجب العمل ہے۔

استدلال ۴: حضور علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں

بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کرنا شروع کیں اگر اس وحی خفی کو تسلیم نہ کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل خداوندی فرمان کے بغیر کیا۔ (معاذ اللہ)

استدلال ۵:۔ قرآن مجید کا نازل ہونا تو مسلم لیکن قرآن مجید کی آیتوں کی ترتیب کا حکم کس آیت میں مذکور ہے اگر نہیں ہے تو لازم آئے گا کہ حضور علیہ السلام نے قرآنی آیات کی ترتیب وحی خفی کے ذریعہ دی ہے۔

استدلال ۶:۔ پونے چودہ سو سال ہونے والے ہیں سب مسلمان متفقہ طور پر نمازیں پڑھتے چلے آ رہے ہیں ظاہر ہے کہ رکعات کی تعداد اور قیام رکوع و سجود اور قعدہ کا ترتیب نیز ادائیگی کے طریقے قرآن مجید کی کسی آیت میں موجود نہیں ہیں۔ ماننا پڑے گا کہ وحی جلی کے علاوہ وحی خفی بھی ہے جس پر عمل حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا اور ہمارے لئے بھی واجب العمل ہے۔

استدلال ۷:۔ انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰک اللہ۔ (پ ۵) بلاشبہ ہم نے نازل کی ہے آپ کی طرف کتاب سچائی سے تاکہ آپ لوگوں میں فیصلے کریں خداداد ملکے کے مطابق۔

طرز استدلال:۔ قرآن کے نازل ہونے کے بعد حضور علیہ السلام پر یہ فریضہ عائد کیا گیا کہ آپ لوگوں میں قرآنی احکام کو نافذ کریں اور اس کا نفاذ اس خداداد قابلیت سے کریں جو کہ مولائے کریم نے خصوصیت سے آپ کے دل و دماغ میں ودیعت کر رکھی ہے پس تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ امانت بذریعہ وحی خفی کے ہی حاصل ہوئی جسے پروردگار عالم نے بما ارٰک اللہ سے تعبیر کیا ہے۔

ملت پرویز کے ہوا خواہوں پر چند اعتراضات

پہلا اعتراض:۔ حضرت آدم علیہ السلام ابھی بہشت میں ستھے کہ مولائے کریم نے فرمایا:۔

قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ ہم نے کہا اے آدم تو تیری عالیہ سکونت جنت

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔	میں رہو اور اس سے خوشگوار ہو کر کھاؤ جہاں چاہو اور اس درخت کے قریب نہ جانا۔

کیا یہ تینوں احکام بذریعہ جبریل تھے اور یہ کلام صحف آدم میں موجود ہے یا نہ اگر ہے تو ثابت کیا جائے اور اگر خدا تعالیٰ نے براہ راست خطاب کیا ہے تو وحی خفی کے ماننے بغیر چارہ کار نہیں ہے جواب دیجئے؟

دوسرا اعتراض:۔ ملائکہ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق کے سلسلے میں اپنی منشا کا اظہار کیا مولائے کریم نے ان کی پرواہ نہ کی، سیدنا آدم علیہ السلام پیدا ہو چکے تو ان کی تفوق و برتری جتلانے کے لئے ایک خصوصی محفل کا انعقاد کیا ایک طرف جُملہ فرشتے بیٹھ گئے دوسری طرف سیدنا آدم علیہ السلام کو بٹھا دیا۔ ملائکہ سے ایسی چیزیں بطور امتحان کے پوچھیں کہ جن کا اُن کو علم نہیں تھا جب اُن کا عجز ظاہر ہو چکا تو قادرِ مطلق نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا۔

یَآدم انبئهم باسمائهم	اے آدم اُن ناموں کی انہیں خبر دے دو۔

سوال یہ ہے کہ جب سب ملائکہ سامنے ہیں تو یہ خطاب خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے بطور وحی جلی کے کیا تھا یا وحی خفی کے طور پر۔

تیسرا اعتراض:۔ ابھی حضرت یوسف علیہ السلام طفولیت کے منازل طے کر رہے ہیں، بھائی باپ کے سامنے چکنی چپڑی باتیں کر کے اپنے منصوبے میں کامیاب ہو چکے ہیں، یوسفؑ کو ساتھ لے جا کر کنوئیں میں گرا رہے ہیں، اگرچہ ابھی تک اظہارِ نبوت کا وقت نہیں آیا لیکن خدا تعالیٰ اُن سے ہمکلام ہوئے اور اس کلام کو وحی فرمایا۔

واوحينا اليه لتنبئهم بامرهم هٰذا وهم لايشعرون۔	اور ہم نے اُن کی طرف وحی کی کہ آپ ان کو ان کے حالات کی خبر دیں گے اور وہ بے خبر ہوں گے۔

اگر وحی جلی ہے تو اس کے لئے اظہارِ نبوت شرط ہے جو کہ یہاں مفقود ہے اور اگر

وحی خفی ہے تو آپ کے مسلک کے خلاف ہے ؎

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
ادھر ٹانکا اُدھر اُدھڑا اُدھر ٹانکا ادھر اُدھڑا

چوتھا اعتراض: ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علیٰ اصولھا فباذن اللہ۔ | اور جو کاٹ ڈالا تم نے کھجوریا رہنے دیا کھڑا سو اللہ کے حکم سے۔

اگر وحی خفی سے یہ سارا معاملہ ظہور پذیر نہیں ہوا تو قرآن مجید میں اس اذن کی نشاندہی کی جائے اور اس کے وقت نزول سے بھی آگاہ کیا جائے؟

پانچواں اعتراض: قرآن مجید میں ہے ولیطوفوا بالبیت العتیق یعنی چاہیئے کہ حاجی صاحبان بیت اللہ کا طواف کریں، اب ظاہر ہے کہ طواف ارد گرد پھرنے کا نام ہے، پرویز یا پرویزیوں میں اگر ہمت ہے تو طریق طواف کی نشاندہی کریں کہ طواف دائیں طرف سے کیا جاتے یا بائیں طرف سے کیا جائے تو کتنی مرتبہ، حجر اسود کی تقبیل کا شریعت میں کیا مقام ہے اور اگر تقبیل کی جائے تو ہر چکر کے بعد یا سارے چکر کاٹ لینے کے بعد طواف میں وضو شرط ہے یا نہ؟

چھٹا اعتراض: فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں بتایا جائے کہ کیا واؤ مطلقاً جمع کے لئے ہے اگر جمع کے لئے ہے تو سب مسلمانوں کا نو عورتوں سے شادی کرنا ثابت ہوا حالانکہ یہ خلاف واقع ہے۔

ساتواں اعتراض: قرآن مجید کی آیتوں کا نزول یکبارگی نہیں ہوا بلکہ ضرورت کے ماتحت ہوتا رہا ہے جب ضرورت کے ماتحت ہوا تو اس ترتیب کے اثبات کیلئے آپ کے پاس کون سی دلیل ہے، اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی جلی سے اس کی ترتیب دی تو ثابت کیا جائے ورنہ وحی خفی پر ایمان لایا جائے، بہرحال ملاحدہ مذہب کے اصول و فروع کا ثابت ہونا بغیر وحی خفی کے تسلیم کر لینے کے ناممکن ہے، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وحی جلی قرآنی آیات ہیں اور وحی خفی پر مشتمل نبوی ارشادات ہیں

جنہیں حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے رہا یہ دعویٰ کہ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے قول رسول کی ضرورت نہیں ہے، یاد رکھیئے کہ اس سے نہ رسول مقبول کی عزت پر ایمان رہتا ہے اور نہ ان کی تعلیمات پر، قرآن مجید نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوزیشن کو ہر مقام پر واضح کیا ہے اور بیشتر مقامات میں جہاں خدا تعالیٰ کا ذکر ہے وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بھی موجود ہے، معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ کے ہاں اگر امتیازی مقام ہے تو امام الانبیاء سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا، بھلا جیسے ویسے کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ احکام کے ردّ و بدل کر سکے۔

پیغمبر کی امتیازی شان

(۱) ان تطیعوا اللہ ورسولہ۔ (حم) (۲) لتومنوا باللہ ورسولہ۔ (المجادلہ)

(۳) ان الذین یحادون اللہ ورسولہ (المجادلہ) (۴) اطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین (الانفال)

(۵) لاتجد قوما یومنون باللہ ورسولہ (المجادلہ) (۶) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ (التغابن)

(۷) ومن یعص اللہ ورسولہ (النساء، الجن) [۸] ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ (   )

(۹) ذلک بانھم شاقوا اللہ ورسولہ [۱۰] ومن یشاقق اللہ ورسولہ۔

(۱۱) یایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔

(۱۲) یایھا الذین لاتخونوا اللہ والرسول (۱۳) احب الیکم من اللہ ورسولہ

(۱۴) یطیعون اللہ ورسولہ (التوبہ) [۱۵] ان الذین یوذون اللہ ورسولہ۔ (الاحزاب)

(۱۶) ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔ (الاحزاب)

یہ اور اس قسم کی جملہ آیتیں ببانگ دُہل اعلان کر رہی ہیں کہ رسول کی پوزیشن ایک امتیازی قسم کی پوزیشن ہے نہ ہر شخص رسول بن سکتا ہے اور نہ ہر شخص کو دین کی جزئیات میں اختیار دیا جا سکتا اختیار اگر ہوگا تو صرف خدا تعالیٰ کا باعتبار قانون سازی کے اور حضور علیہ السلام کا باعتبار تشریح و تبیین کے، بحمد اللہ آپ کا ہر عمل اور ہر قول آج تک

محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

چودہ سو سال کے علماء کے نزدیک سنت کا مقام

الحکمہ سے مراد سنت ہے

پہلی صدی:

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی:

ترکت فیکم شیئین کتاب اللہ وسنتی۔

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں ایک اللہ کریم کی کتاب اور دوسری اپنی سنت۔

سیدنا ابوبکرؓ کا ارشاد:-

ایھا الناس قد ولیت امرکم ولیت بخیرکم ولکن نزل القرآن وسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم السنن فعلمنا ایھا الناس انما انا متبع ولست بمبتدع

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص۲۹)

اے لوگو میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں لیکن قرآن نازل ہو چکا ہے حضور علیہ السلام نے سنتیں جاری کر دی ہیں ہم نے ان کو سیکھا ہے اور جانا ہے بلاشبہ میں متبع سنت ہوں بدعتی نہیں ہوں۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا ارشاد:-

ایھا الناس ان الرأی انما کان من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصیبا لان اللہ کان یریہ وانما ھو منا الظن والتکلف۔

اے لوگو رائی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مصیب تھی اس لئے کہ اللہ تعالےٰ اُن کی راہنمائی فرماتے۔ یہی ہمارا تو ظن اور تکلف ہے۔

(جامع بیان العلم جلد ۲ ص۱۳۴ مصری)

فاروق اعظمؓ کا ایک خط:۔

اذا اتاک امر فاقض بما فی کتاب اللہ فان اتاک بما لیس فی کتاب اللہ فاقض بما سن فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الموافقات للشاطبی طبع مصر جلد ۴ ص ...)

جب تیرے پاس کوئی مقدمہ آئے تو قرآن کے ساتھ فیصلہ کر اور اگر قرآن میں تجھے نہ ملے تو سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کر

مراد صاحب نبوت کا ایک اور خط:۔

انظر ما تبین لک فی کتاب اللہ فلا تسئل عنہ احدا وما لم یتبین لک فی کتاب اللہ فاتبع فیہ۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ...)

قرآن کے مطابق فیصلے میں تو کسی کی پرواہ نہ کر اور جب قرآن میں نہ ملے تو سنت رسول کی اتباع کر۔

حج کے موقع پر حضرت عمرؓ کا خطبہ:۔

ایھا الناس انی لم استعمل علیکم عمالی لیضربوا ابشارکم ولا لیاخذوا اموالکم وانما بعثتھم الیکم لیعلموکم دینکم وسنۃ نبیکم

(بحوالہ مذکورہ)

اے لوگو میں نے تمہاری تکلیف دینے کے لئے تم پر عامل مقرر نہیں کئے بلکہ محض اس لئے تاکہ تمہیں تمہارا دین اور رسول اللہ کی سنت کر سکھائیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کی تقریر:۔

بعثنی عمر الیکم اعلمکم کتاب ربکم وسنۃ نبیکم۔ (بحوالہ مذکورہ)

مجھے حضرت عمرؓ نے اللہ کی کتاب اور حضور علیہ السلام کی سنت سکھانے کے لئے بھیجا ہے۔

بعد از انتخاب حضرت عثمان ذی النورین کا ارشاد:۔

انی قد حملت الا وانی متبع ولست بمبتدع الا وان لکم علی بعد کتاب اللہ سنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بے شک میں امیر بنایا گیا ہوں میں سنت کا متبع ہوں بدعتی نہیں خدا کی کتاب کے بعد تم کو سنتِ رسولؐ پر عمل کرنا ہوگا۔

حضرت عثمان کی بیعت:۔

نبایعک علی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ۔

ہم آپ کی بیعت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر کرتے ہیں

یہ وہ الفاظ ہیں جو کہ بر تقسیم بیعت لوگوں سے سیدنا عثمانؓ کے سامنے ذکر کئے۔

حضرت معاذ بن جبل کی وہ تقریر جو آپ نے شاہِ روم کے پاس جا کر بھرے مجمع میں فرمائی جب کہ آپ سفارتی کام کو بھیجے گئے۔

امیرنا ان عمل فینا بکتاب اللہ و سنۃ نبینا قررناہ علیہ وان عمل بغیر ذلک عزلناہ عنہ	اگر ہمارے امیر نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کیا تو فبہا ورنہ اُسے ہم معزول کر دیں گے۔

یہاں تک دلائل کا تعلق اس امر سے تھا کہ جملہ صحابہ کرام کے نزدیک قرآن مجید کے علاوہ مستقل سُنّتِ نبوی بھی تھی وہ اگر فیصلہ کرتے کراتے تھے تو سنتِ نبوی کے مطابق اور اگر کسی امیر کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو عمل بالسنت اُن کی پہلی شرط ہوا کرتی تھی۔ اس قدر موثق ثبوت کے بعد پرویزی فرقے کے گمراہ کن نظریے کی حقیقت خس و خاشاک کے برابر بھی نہیں رہتی۔

دوسری صدی کے عالم حضرت امام شافعیؒ یعلمھم الکتاب والحکمۃ میں الحکمہ سے مراد سُنّت ہی لیتے ہیں۔ جیسا کہ "تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۲۵" میں ہے:۔

الحکمۃ ھی سنۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حکمت سے مراد سُنّت الرسولؐ ہے۔

معلوم ہوا کہ جس طرح حضور علیہ السلام کتاب اللہ کی تعلیم کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسی طرح سُنّت کی ترویج و اشاعت کرنا آپ کا فرضِ اولین تھا۔

تیسری یا چوتھی صدی کے عالم علامہ محمد بن جریر طبری اپنی "تفسیر طبری" میں رقمطراز ہیں:۔

ثم اختلف اھل التاویل فی معنی الحکمۃ التی ذکرھا اللہ تعالیٰ فی ھذا الموضع فقال بعضھم ھی السنۃ عن قتادۃ الحکمۃ السنۃ۔	اہل التاویل نے معنیٰ حکمت میں مختلف کیا ہے بعض نے حکمت سے مراد سُنّت لیا ہے اور قتادہ کا قول بھی سُنّت کا ہے۔ (تفسیر طبری صفحہ ۱۲۲ جلد ۲)

پانچویں صدی کے عالم علامہ زمخشری تفسیر کشاف ج ۱ ص۳۲۶ میں تحریر فرماتے ہیں:-

ویعلمھم الکتب والحکمۃ ای القرآن والسنۃ۔	اور سکھائیں ان کو کتاب اور حکمت یعنی قرآن اور سنت۔

چھٹی صدی کے عالم علامہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر ص۴۲ ج۳ میں رقمطراز ہیں:-

الحکمۃ سُنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	یعنی حکمت حضور کی سنت کا نام ہے۔

علامہ رازیؒ نے حکمت کے مفہوم میں توسیع کر کے ایسا معنیٰ لیا جس میں حدیث بھی داخل ہوئی اور قرآنی تفصیلات بھی۔

ساتویں آٹھویں صدی کے عالم علامہ اثیر الدین محمد بن یوسف اندلسی تفسیر البحر المحیط میں لکھتے ہیں:-

والحکمۃ الشریعۃ الی قولہ مالا یعلم الا من جھۃ الرسول۔	حکمت سے مراد شریعت ہے جس کا پتہ بغیر حضور علیہ السلام کے نہ چل سکے۔

اور ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کے ذریعے سے جو معلوم ہوگا وہ نہ صرف فرائض ہوں گے بلکہ واجبات سُنن مؤکدہ وغیر مؤکدہ نوافل سبھی سب آجائیں گے اس سے آگے چل کر صاحب بحر محیط تصریح فرماتے ہیں:-

والحکمۃ ای السنۃ تبین مافی الکتب من المجمل وتوضح ما ابھم من المشکل وتفصح عن مقادیر وعن اعداد لم یعرض الکتاب الیہ وتثبت احکاما لم یتضمنھا الکتاب وھی السنۃ التی لم تکن فی الکتب۔ (تفسیر البحر المحیط ج ۱ ص۳۹۳)	حکمت سے مراد سنت ہے سنت مجمل کو بیان کرتی ہے مشکل کو واضح کرتی ہے مقادیر اور اعداد کی وضاحت کرتی ہے جن کی طرف قرآن نے توجہ نہیں دی اور ایسے احکام کو ثابت کرتی ہے جن کو قرآن نے اپنے احاطے میں نہیں لیا اور یہ وہ سنت ہے جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو۔

نویں دسویں صدی کے عالم علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر الدر المنثور ج ۱ ص۱۳۹ میں فرماتے ہیں:-

اخرج ابن ابی حاتم عن الحسن فی قوله ویعلمہ الکتب والحکمۃ قال الحکمۃ السنۃ	حضرت حسن نے فرمایا کہ حکمت سے مراد سُنّت ہے۔

بارھویں وتیرھویں صدی کے عالم اور علامہ محمد ثناء اللہ مکی کی تحریک شہیر میں اور مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری صفحہ ۱۲۲ ج ۱ میں لکھتے ہیں:-

والحکمۃ ما یکمل نفوسھم من المعارف والاحکام وقیل ھی السنۃ وقیل ھی القضاء وقیل الفقہ۔	حکمت سے مراد وہ ہے جو معارف و احکام سے نفوس کی تکمیل کرتی ہے بعض نے کہا سنت ہے اور بعض نے کہا فقہ ہے۔

حقیقت میں سب تفاسیر کا مطلب ایک ہی ہے حضور علیہ السلام کے بتلائے ہوئے طریقہ معارف احکام جن سے نفوس کی تکمیل ہو سکے نیز حضور علیہ السلام کے فیصلے اور حضور علیہ السلام کے مسائل سب کے سب سُنّت ہیں۔

چودھویں صدی کے عالم علامہ طنطاوی مصری نے اپنی تفسیر صفحہ ۲۵۹ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی مذکورہ بالا تفاسیر کے عین مُطابق ہے۔

بہرحال یہ مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ الکتب کے علاوہ الحکمۃ یعنی سُنّت ہی ہے جس کی تعلیم واشاعت کے لئے بھی حضور علیہ السلام مبعوث ہوئے ہیں جب ہم نے حدیث کی ضرورت اور حجیت پر ٹھوس دلائل پیش کر دیئے تو قابلِ غور امر یہ ہے کہ جب خبر دو قسم کی ہے خبرِ متواتر اور خبرِ واحد تو کیا دونوں قابلِ قبول ہیں یا ایک؟ خبرِ متواتر کی مقبولیت میں تو کوئی انسان شک ہی نہیں کر سکتا البتہ باقتداء معتزلہ وخوارج پرویزیان کرام خبرِ واحد کا انکار کر دیں تو ہو سکتا ہے اس لئے ذیل میں خبرِ واحد کے حجت ہونے پر دلائل کی بوچھاڑ کرتے ہیں تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے۔

خبرِ واحد کے حجت ہونے پر دلائل وبراہین

پہلی دلیل:- حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل۔

وجاء رجل من اقصی المدینۃ یسعٰی	ایک آدمی شہر کے آخری حصے سے دوڑتا

قال یٰموسیٰ ان الملاء یاتمرون بك لیقتلوك فاخرج انی لك من النّٰصحین۔

آیا اور کہا اے موسیٰ لوگ آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں پس آپ تشریف لے جائیے میں یقیناً خیر خواہ ہوں۔

طرز استدلال:۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک خبرِ واحد محتاط قابلِ تسلیم نہ ہوتی تو آپ نہ تو ہجرت کرتے اور نہ اس کی بات کو تسلیم فرماتے۔

دوسری دلیل:۔ وجاء من اقصی المدینۃ رجل یسعیٰ قال یٰقوم اتبعوا المرسلین۔

اور ایک آدمی شہر کے آخری حصے سے دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے قوم رسولوں کی اتباع کرلو۔

یہ واقعہ قریۂ انطاکیہ میں پیش آیا پس اگر خبرِ واحد قابلِ قبول نہ ہوتی تو وہ مردِ شہید صرف اپنی خبر پر اکتفا نہ کرتا اور حضرات پیغمبرانِ عظام بھی اس کی تردید فرما دیتے۔

تیسری دلیل:۔ قال لا تخف نجوت من القوم الظّٰلمین۔

فرمایا خوف نہ کیجئے آپ ظالم قوم کے حملہ سے بچ گئے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حالات بیان فرمانے اور حضرت شعیبؑ نے بغیر کسی شہادت کے اُن کی خبر پر اعتبار کر لیا۔

خبرِ واحد مقبول ہے اگرچہ فاسق کی ہو تحقیق ضروری ہے۔

چوتھی دلیل:۔ یٰایّھا الّذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأٍ فتبیّنوا۔

اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔

اگر اس قسم کی خبر مطلقاً مردود ہوتی تو تحقیق و تفتیش کی ترغیب نہ دی جاتی اگر تحقیق کے کے بعد فاسق کی خبر موثق ہو جائے تو اُس کی خبر قابلِ قبول ہوگی۔

پانچویں دلیل:۔ حضور علیہ السلام تحویلِ قبلہ کے حکم کی انتظار میں تھے اور آپ کے حسبِ تمنا خدا تعالیٰ نے فولِّ وجھك شطر المسجد الحرام کا حکم صادر فرما دیا حضور علیہ السلام نے تو مع صحابہ کے بیت اللہ کی طرف بحالتِ نماز منہ پھیر دیا لیکن

اہل قبا اس سے مطلع نہ ہو سکے بعد ازاں فراغ حضور علیہ السلام کا ایک قاصد صبح کی نماز میں تحویلِ قبلہ کی خبر لے کر پہنچا تو تمام نمازی بحالتِ نماز یکایک بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کے نزدیک خبرِ واحد کا ماننا حجت نہ ہوتا تو بحالتِ نماز ایسا نسخ نہ بدلتے۔

چھٹی دلیل:۔ حضور علیہ السلام کا تحویلِ قبلہ کی مخبری کے لئے صرف ایک قاصد کو بھیجنا بتاتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے نزدیک بھی خبرِ واحد حجت تھی۔ پس جو چیز خدا، رسول اور صحابۂ کرام کے نزدیک قابل قبول ہو اس کے خلاف اگر آج کل کا پرویز یعنیہ گیدڑ عکرتا پھرے تو یہ اُس کی کج فہمی یا زوال ہوگا۔

ساتویں دلیل:۔ ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے شراب حلال تھی۔ جب انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن آئی تو شراب حرام کر دیا گیا، حضرت انسؓ کا قول ہے کہ میں ابوعبیدہ ابی بن کعب اور ابوطلحہ کو شراب پلا رہا تھا کہ سامنے ایک آدمی آیا اور اس نے حرمتِ خمر کی خبر دی یہ سنتے ہی ابوطلحہ نے فرمایا کہ انس اٹھو اور شراب کے مٹکے توڑ دو، معلوم ہوا کہ جملہ صحابۂ کرامؓ کے نزدیک خبرِ واحد قابلِ تسلیم تھی اور اس پر عمل کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے۔

آٹھویں دلیل:۔ عمرو بن سلیم اپنی والدہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ میں تھے ہم نے دیکھا کہ حضرت علی المرتضیٰ اونٹ پر سوار ہیں اور آواز بلند فرما رہے ہیں کہ لوگو یہ کھانے پینے کے دن ہیں ان دنوں میں روزہ نہ رکھو، سب نے اس پر اعتبار کر لیا، پس اگر خبرِ واحد حضور علیہ السلام کے نزدیک قابلِ قبول نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام صرف حضرت علیؓ پر اکتفا نہ فرماتے اور اگر حضرت علیؓ کے نزدیک قابلِ رد ہوتی تو آپ بنفسِ نفیس اعلان نہ فرماتے اور اگر صحابۂ کرامؓ کے نزدیک لائق قبول نہ ہوتی تو یہ اعلان سن کر افطار نہ کرتے۔

نویں دلیل:۔ ہجرت کے نویں سال حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا اُن کے بعد حضرت علیؓ کو فرمایا کہ تم سورۂ براءت کی آیتیں کفار کو جا کر سناؤ کہ بدعہدی چونکہ تمہاری طرف سے شروع ہوئی

ہے اس لئے باہمی معاہدہ ختم ہوگیا۔

بحث کتابتِ حدیث بعد از اثباتِ حجیت و ضرورت

منکرین حدیث کی طرف سے پہلا اعتراض

حضور علیہ السلام نے کتابتِ حدیث سے منع فرمایا تھا جیسا کہ مسلم شریف میں موجود ہے:۔

عن ابی سعید ن الخدری۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تکتبوا عنی شیئًا غیر القرآن۔ (فتح الباری ج ص۱۸۵)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بغیر قرآن کے مجھ سے کوئی چیز نہ لکھا کرو۔

جواب ۱:۔ نفس حدیث کی کتابت تو قرآن مجید کی آیات سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہے جبکہ بلقیس کی طرف آپ نے ہُدہُد کی بات پر اعتبار کر کے خط لکھا تھا۔

اذھب بکتابی ھٰذا فالقہ الیھم۔

میرے اس خط کو لے جاؤ اور جاکر ان تک پہنچا دو۔

سو اگر نفسِ حدیث کا لکھنا اور لکھوانا ناجائز ہوتا تو قرآن مجید میں اس واقعہ کو بطور مدح کے بیان نہ کیا جاتا اور اگر کیا جاتا تو پھر اس کی تردید کر دی جاتی۔

جواب ۲:۔ بلاشبہ جس حدیث سے استدلال قائم کیا گیا ہے یہ حدیث مرفوع نہیں ہے موقوف ہے جیسا کہ فتح الباری شرح بخاری مطبوعہ مصر ص۱۸۵ میں علامہ الحافظ ابن حجر عسقلانی نے تصریح کی ہے الصواب وقفہ علیٰ ابی سعید قالہ البخاری وغیرہ اور اس کے مقابلے میں جو حدیثیں مروی ہیں وہ مرفوع ہیں لہٰذا استدلال قوی نہ رہا۔

جواب ۳:۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ابو سعید خدری والی روایت قوی ہے تو پھر بھی ہمارے مسلک کے چنداں خلاف نہیں ہے اس لئے یہ نہی وقتی پر محمول ہے تاکہ لوگ قرآنِ پاک سے زیادہ کتابت حدیث کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذہانت و فطانت اور بلندیٔ نظر اور زبردست احتیاط پر مبنی ہے۔

جواب ۴:۔ بخوف التباس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا فتح الباری صـ۱۵۱ میں ہے۔

نہی مقدم اور اذن برائے کتابت حدیث اُس حکم کے لئے ناسخ ہے جبکہ التباس سے امن ہو گیا۔	النهى متقدمٌ والاذن ناسخٌ لهٗ عند الامن من الالتباس.

جواب ۵:۔ نہی اب بھی باقی ہے مگر اس کے لئے جو لکھنے پر اکتفا کر کے بیٹھ جائے اور کوئی حدیث بھی حفظ نہ کرے اور جائز اس کے لئے ہے جو کتابت حدیث سے بھی فائدہ اٹھائے اور یاد بھی کر لیا جائے۔

جواب ۶:۔ نہی اور اجازت اوقاتِ مختلفہ سے متعلق ہے حفظ وہاں بہتر ہے جہاں احادیثِ طیبہ کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو، کتابتِ حدیث وہاں بہتر ہے جہاں ہمتیں قاصر ہوں اور یاد کرنا مشکل ہو جائے۔

جواب ۷:۔ اگر کتابتِ حدیث منع تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کاغذ قلم دوات منگوا کر لکھنے کا ارادہ کیوں فرمایا تھا بایں الفاظ ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا، یہ ارشاد اس امر پر دلالت کرتا تھا کہ ابتدائے اسلام میں بوجوہ چند درچند حضور علیہ السلام نے منع فرما دیا تھا اس کے بعد حضور علیہ السلام نے شدید ضرورت کو محسوس فرمایا اور اجازت دے دی۔

جواب ۸:۔ جب اجازت حضور علیہ السلام سے بسندِ صحیح مروی ہے تو اعتراض ہی نہ رہا جیسا کہ فتح الباری صـ۱۸۵ ج ۱ میں ہے۔

عن المغيرة بن حكيم سمع اباهريرة قال ما كان احدٌ اعلم بحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم مني الا عبد الله وعمرو فانه يكتب استاذن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يكتب بيده ما سمع منه فاذن له۔	مغیرہ بن حکیم نے حضرت ابوہریرہ سے سنا فرماتے تھے کہ حضور علیہ السلام کی حدیث کا مجھ سے زیادہ ماہر کوئی نہیں بغیر عبداللہ بن عمرو کے اس لئے کہ وہ لکھا کرتا تھا اس نے حضور علیہ السلام سے اجازت لکھنے کی طلب کی تھی حضور نے دے دی تھی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند دنوں کے بعد حدیث کی کتابت کی اجازت فرمادی تھی، پس پرویزیوں کا اعتراض ھباءً منثوراً ہوگیا۔

جواب ۹:۔ نہ صرف حدیث لکھنے کی اجازت لی بلکہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں :۔

كنت اكتب كل شئ سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم فنهتني قريش۔	میں سب چیز جو حضور علیہ السلام سے سنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا پس مجھے قریش نے منع کیا۔

اس کے بعد جب میں نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ کبھی غصے میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی میں، تو کیا میں سب کچھ لکھ لیا کروں تو آپ نے فرمایا :۔

اكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج منه الا الحق۔ (فتح الباری ص۱۸۵ ج۱)	لکھتے رہو خدا کی قسم میری زبان سے جو کچھ نکلتا ہے سچ ہی ہوتا ہے۔

(ابوداؤد ص۱۵۸ ج۱، دارمی ص۶۸ ج۱، مجمع الزوائد ص۱۹۱ ج۱)

اس کے بعد علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :۔

ولهذا طرقٌ أخرى عن عبد الله بن عمرو يقوي بعضها بعضاً۔ (فتح الباری ج۱ ص۱۸۵)	اِس روایت کی اس سند کے علاوہ اور طرق سے بھی ہیں بعض سندیں بعض کی تقویت کرتی ہیں

جواب ۱۰:۔ اس کی تقویت کے لئے بخاری شریف ص۲۲ ج ۱ ، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں بغیر عبداللہ بن عمرو ابن العاص کے کوئی صحابی مجھ سے زیادہ حدیث جمع کرنے والا نہیں ہے اس لئے کہ :۔

فانہ کان یکتب ولا اکتب۔	وہ لکھا کرتا تھا اور میں نہیں لکھتا تھا۔

جواب ۱۱:۔ پیش کردہ روایت منسوخ یا مرجوح ہے اور ہماری پیش کردہ حدیثیں ناسخ یا راجح ہیں ، رہا یہ شبہ کہ یہ روایتیں تمہاری اپنی گھڑی ہوئی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جب تم نے حدیث سے استدلال قائم کیا تو جواب بھی ہمیں بروئے حدیث دینا پڑا۔

کتابتِ حدیث پر دلائل

دلیل ۱:۔ مجمع الزوائد ص۱۵۱ ج ۱ میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا علم کو محفوظ کر لیا کرو " میں نے عرض کیا یا حضرت کس طریقے سے ؟ فرمایا " بالکتابۃ لکھنے کے ساتھ "

دلیل ۲:۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک لکھی ہوئی کتاب تھی جس کا نام صادقہ تھا اور فرمایا :۔

اما الصادقۃ فصحیفۃ کتبتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (دارمی ص۶۸)	بہر حال صادقہ سے مراد ایک صحیفہ ہے جسے میں نے حضور علیہ السلام سے لکھا تھا۔

دلیل ۳:۔ حضرت رافع فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ !

انا نسمع منک اشیاءً فنکتبھا قال اکتبوا ولا حرج ۔ (دارمی ص۱۹۱)	ہم تو آپ سے بہت سی چیزیں سنتے ہیں پس لکھتے ہیں آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو کوئی حرج نہیں ہے۔

دلیل ۴:۔ ترمذی شریف ص۹۱ ج ۲ میں ہے ایک انصاری نے احادیث کے

یاد نہ ہو سکنے کی شکایت حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ استعینوا بالایدی ای اکتبوا یعنے ہاتھوں سے امداد لے لیا کرو یعنی لکھ لیا کرو کوئی حرج نہیں ہے۔

دلیل ۵:۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۶ میں ہے کہ آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کتاب الصدقہ لکھوائی تھی۔

دلیل ۶:۔ بخاری شریف ص ۲۱ ج ۱ میں ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں احکام درج تھے۔

دلیل ۷:۔ رحمۃ للعالمین مصنفہ محمد سلیمان منصور پوری ص ۱۹۶ ج ۱ میں وہ خطوط مرقوم ہیں جو کہ آپ نے کسریٰ شاہ فارس، عزیز شاہِ مصر نیز حدود شام اور حبش میں نجاشی کے پاس لکھوا کر بھیجے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ قرآن کی آیتیں نہیں تھیں پس ثابت ہوا کہ حدیث بھی حجت ہے اور کتابتِ حدیث بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں ثابت ہے۔

دلیل ۸:۔ دارقطنی ص ۲۰۹ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے متعلق ہدایات لکھوا کر اپنے محصلین کی طرف بھیجے تھے۔

دلیل ۹:۔ طبرانی ص ۱۴۲ میں ہے کہ حضرت وائل بن حجر حضرموت کے رہنے والے تھے جب دربارِ نبوت سے واپس لوٹنے لگے تو حضور علیہ السلام نے ان کو ایک دستاویز لکھوا کر دی جس میں نماز روزہ زکوٰۃ اور دیگر احکام تھے۔

دلیل ۱۰:۔ بخاری شریف برحاشیہ فتح الباری ص ۱۴۲ میں ہے کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاباً او اراد ان یکتب یعنی حضور علیہ السلام نے عظیم البحرین کی طرف خط لکھا تھا اور اس پر مہر لگا دی تھی پس اگر قرآن کے بغیر حدیث کا لکھنا یا لکھوانا ناجائز ہوتا تو حضور علیہ السلام ایسا نہ کرتے۔

دلیل ۱۱:۔ صحابۂ کرام اور تابعین کے زمانۂ اقدس میں حدیث کی کتابت

حسن بن عمرو بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے

پڑھی تو وہ مجھے اپنے گھر لے گئے،

فاخذ بیدی بیتہ فارانا کتبا من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قال ھذا ھو مکتوبٌ عندی۔ (فتح الباری ج ۱ ص۱۸۲)	میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کی کتابیں دکھائیں اور فرمایا کہ یہ حدیثیں میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہیں۔

دلیل ۱۲:۔ طائف سے لوگ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ان کی بیان کردہ حدیثوں کا مجموعہ لے آئے اور ان کو پڑھ کر سنایا۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص۲۳۸)

دلیل ۱۳: مسند دارمی ص۶۹ اور طحاوی شریف میں ہے کہ حضرت سعید ابن جبیرؒ حضرت ابن عباسؓ کی حدیثیں لکھا کرتے تھے۔

دلیل ۱۴:۔ مسند دارمی میں ہے:۔

ان عنترۃ قد استجاز عن ابن عباس لکتابۃ الحدیث فاجازہ۔	عنترہ نے ابن عباسؓ سے کتابت حدیث کی اجازت لی انہوں نے اجازت دے دی۔

دلیل ۱۵: مستدرک حاکم ص۱ میں ہے سعید بن جلال تابعی فرماتے ہیں کہ جب ہم حضرت انسؓ بن مالک کے پاس جاتے تھے تو آپ ہمارے پاس بسا اوقات حدیثوں کا لکھا ہوا دفتر لاتے اور فرماتے:۔

سمعتھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکتبتھا وعرضتھا علیہ۔	میں نے حضورؐ سے سنا تو لکھ لیا اور پھر حضرتؐ کو پیش کر دیا کرتا تھا۔

دلیل ۱۶: مسند دارمی ص۶۸ میں ہے کہ حضرت ابان حضرت انس بن مالک کے پاس بیٹھ کر حدیثیں لکھا کرتے تھے۔

دلیل ۱۷: مسند دارمی کے اسی صفحہ پر موجود ہے حضرت انس بن مالک نے اپنے فرزند سے فرمایا یبنی قید واھذ العلم اے میرے بیٹے علم کو مقید کر لیا کرو۔

دلیل ۱۸: مسند دارمی ص۶۹ میں ہے حضرت سعید بن جبیر تابعی فرماتے ہیں میں حضور علیہ السلام کی حدیثیں حضرت ابن عمرؓ سے سنتا تھا اور لکھتا تھا۔

دلیل ۱۹:۔ طحاوی شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عقیل فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابرؓ سے حدیثیں پوچھ کر لکھ لیا کرتے تھے۔

دلیل ۲۰:۔ حضرت عبداللہ بن حنش فرماتے ہیں کہ میں نے براء بن عازبؓ کی مجلس میں دیکھا کہ لوگ اُن سے حدیثیں سُن کر لکھ رہے تھے۔

دلیل ۲۱:۔ تہذیب التہذیب ص ۹۹ میں ہے کہ حضرت سمرۃ ابن جندب کی روایت شدہ حدیثیں اُن کے صاحبزادے کے پاس تحریری طور پر موجود تھیں۔

کتابتِ حدیث کے سلسلے میں ہم نے دلائل و براہین کے انبار لگا دیئے ہیں ع

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما

منکرینِ حدیث کا دوسرا اعتراض:۔

دخل زید بن ثابت علی معاویۃ فسالہ عن حدیث فامر انساناً ان یکتبہ فقال لہ زید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنا ان لا نکتب شیئاً من حدیثہ فمحاہ۔

زید حضرت معاویہؓ کے پاس آئے اور آکر ایک انسان کو بھیجا لکھنے کے لئے بس اُن کو زید نے بتایا تحقیق حضور علیہ السلام نے ہمیں لکھنے سے منع کیا تھا بس اُس نے اس مسودہ حدیث کو مٹا دیا۔

جواب ۱:۔ خدا کی قدرت منکرینِ حدیث انکار کرنے پر اُتر آتے ہیں تو صحیح حدیثوں کا انکار کر دیتے ہیں اور اعتراض کے طور پر اپنا مستدل بنانا چاہتے ہیں تو ناقابلِ قبول روایت کو، لیجئے زید بن ثابت والی روایت کی سند ملاحظہ فرمائیے:۔

عن کثیر بن زید عن مطلب بن عبداللہ ان زید بن ثابت دخل۔

کثیر بن زید کے متعلق اسماء الرجال کی کتابوں میں مصرح ہے لیس بقوی یعنی روایات کی سند قابلِ قبول نہیں ہے۔ ثانیاً یہ کہ مطلب بن عبداللہ کی ملاقات حضرت زیدؓ سے ثابت نہیں ہے۔ (بحوالہ انوار کاشفہ ص ۲۵)

منکرینِ حدیث کا تیسرا اعتراض:۔

مستدرک حاکم میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت ابوبکرؓ نے چند

احادیث جمع کیں اور وہ تقریباً پانچ سو ہو گئیں پس ساری رات بے قرار رہے جب صبح ہوئی تو فرمایا اے میری صاحبزادی وہ حدیثیں جو تیرے پاس ہیں لاؤ اور ان کو جلادو اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں مر جاؤں اور یہ حدیثیں تیرے پاس رہ جائیں جن کے راویوں پر میں نے اعتماد کیا ہے اور وہ اسی طرح نہ ہوں۔

جواب:۔ یہ روایت قطعاً ناقابل قبول ہے اس لئے کہ یہی روایت تذکرۃ الحفاظ میں موجود ہے اور آخر میں ہے ھذا لا یصح یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ کنز العمال کے مصنف علی متقی نے اسے ذکر کر کے فرمایا وفیہ علی بن صالح وھو لا یعرف یعنی اس میں علی بن صالح راوی ہے لیکن وہ مجہول ہے۔ صاحب انوار کاشفہ ص ۳۸ میں فرماتے ہیں وفی السند غیرہ ممن فیہ نظر یعنی سند میں علی بن صالح کے علاوہ بھی ایسے راوی موجود ہیں جو لایعباء بہ کے درجے میں ہیں۔

منکرین حدیث کی طرف سے چوتھا اعتراض

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حدیثوں کے لکھنے کا ارادہ کیا تو اصحاب کرام سے مشورہ طلب کیا تمام صحابہ کرامؓ نے لکھنے کا مشورہ دیا مگر حضرت عمرؓ نے استخارے شروع کر دیئے اور پورا مہینہ استخارے کرتے رہے پھر فرمایا میں نے حدیثوں کے لکھنے کا ارادہ کیا تھا مجھے تم سے پہلے کی ایک قوم یاد آئی ہے کہ جو حدیثوں کے لکھنے پر ٹوٹ پڑے تھے اور انہوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا تھا خدا کی قسم میں کتاب اللہ کو کسی شے کے ساتھ ہمیشہ کے لئے مخلوط نہیں کروں گا۔

جواب ۱:۔ صاحب انوار کاشفہ ص ۳۸ میں لکھتے ہیں کہ عروہؓ نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ملاقات ثابت ہے لہٰذا خبر منقطع ہے۔

جواب ۲:۔ اور اگر روایت کو صحیح مان لیا جائے تب بھی ہمارے مسلک کے خلاف نہیں ہے اس لئے حضرت عمرؓ کا خلاف کرنا ان کے منفردانہ اجتہاد پر محمول ہے۔

جواب ۳:۔ حضرت عمرؓ کا یہ اقدام احتیاط کی طرف مشعر ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کا منشاء کتابت حدیث اور جمع احادیث کی نفی نہیں ہے بلکہ التباس واختلاط الاحادیث بالقرآن

کی نفی ہے یا ترک القرآن بسبب الاحادیث کی نفی ہے۔ یا ترجیح الاحادیث علی حفظ القرآن کی نفی ہے۔

منکرین حدیث کا پانچواں اعتراض

یحییٰ بن جعدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے حدیث کے لکھنے کا ارادہ کیا پھر اس کی یہ رائے ہوئی کہ نہ لکھے پھر حضرت عمرؓ نے شہروں کی طرف والا نامہ بھیجا کہ جس کے پاس کوئی حدیث ہو وہ اسے مٹا ڈالے۔

جواب ۱: یہ منقطع ہے یحییٰ بن جعدہ نے فاروق اعظمؓ کا زمانہ نہیں پایا۔

جواب ۲: کتب اہل السنۃ میں یہ زیادتی منکر ہے اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ خبر مشہور ہو جاتی حالانکہ حضرت علیؓ کے پاس احادیث کا مجموعہ الگ تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی الگ تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ۵۳۷۴ احادیث کا مجموعہ الگ تھا حضرت انس بن مالکؓ کے پاس ۱۲۹۶ احادیث کا مجموعہ الگ تھا، یہ قرائن اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا شہروں کی طرف حکم نامہ بھیجنے والی زیادتی غلط ہے۔

منکرین حدیث کا چھٹا اعتراض

روی ابن سعد عن عبداللہ بن العلاء قال سألت قاسم بن محمد ان یملی علیّ احادیث فقال ان الاحادیث کثرت علی عہد عمرؓ بن الخطاب فانشد الناس ان یأتوہ فلما اتوہ بھا امر بتحریقہا۔

جواب: حیران ہوں کہ منکرین حدیث اس قسم کی غلط روایت پیش کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی کس طرح کوشش کرتے ہیں حالانکہ قاسم بن محمد کی پیدائش حضرت فاروق اعظمؓ کی وفات کے انیس سال بعد ہے پس اسی روایت کو بطلانِ احادیث کے اثبات میں پیش کرنا یہودیوں کا ہی شیوہ ہو سکتا ہے اور یا اُن کا جو علمی نعمت سے محروم کر دیئے گئے ہوں۔

منکرین حدیث کا ساتواں اعتراض

حضرت جابرؓ فرماتے تھے میں نے حضرت علیؓ	عن جابر بن عبداللہ بن یسار قال

سمعت علیا یخطب یقول ھلک الناس حین تتبعوا احادیث علماءھم و ترکوا کتاب ربھم۔	سے سنا تھا خطبہ دے رہے تھے فرمایا تباہ ہو گئی وہ قوم جو علماء کی احادیث کے پیچھے لگ پڑے اور اپنے رب کی کتاب کو چھوڑ دیا۔

جواب ۱:۔ روایت میں احادیث العلماء ہے احادیث الرسول نہیں ہے، منکرین حدیث ذرا عینک لگا کر دیکھیں۔

جواب ۲:۔ احادیث میں تو غل کر جس سے کتاب اللہ چھوٹ جائے ہمارے نزدیک بھی نازیبا ہے۔

جواب ۳:۔ حضرت علیؓ کے متعلق اس قسم کے قول کی نسبت ان کے مجرہ اور مکتوبہ صحیفے کی حجت کے خلاف ہے اس بناء پر یہ روایت مرجوع ہے اور حضرت علی مرتضےٰ کا عمل راجح ہے اور قابلِ حجت۔

منکرین حدیث کا آٹھواں اعتراض

حضرت اسود بن ہلال فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک صحیفہ لایا گیا جس میں حدیث تھی پس آپ نے اُسے مٹایا پھر دھویا پھر اُسے جلانے کا حکم دیا۔

جواب ۱:۔ یہ روایت البوریہ مصری نے نقل تو کی ہے لیکن نہ نیچے والی سند بیان کی ہے اور نہ کتاب کا حوالہ دیا ہے، ہمیں یہ روایت مسندِ دارمی میں ملی ہے مگر یہ الفاظ نہیں ہیں پس ایسی روایت سے استدلال انہی (بے دینی) لوگوں کا کام ہی ہو سکتا ہے۔

جواب ۲:۔ استدلال قائم کرنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے اُن احادیث کی نشاندہی کریں کہ وہ کون سی حدیثیں صحیح تھیں یا موضوع اگر صحیح تھیں تو ثبوت چاہیئے اور بتایا جائے کہ وہ کون سی حدیثیں تھیں، اور اگر موضوع تھیں تو ان کا مٹانا ہی سراسر ٹھیک ہے جب کہ موضوع روایتوں کا تسلیم کرنا دین اور نہ باقی رکھنا ضروری۔

منکرینِ حدیث کا نواں اعتراض

اگرچہ کتب میں کتابتِ حدیث کی اجازت والی روایتیں موجود ہیں لیکن نفی از کتابت والی روایتیں ان سے زیادہ صحیح ہیں۔

جواب ۱: بالکل غلط، حقیقت یہ ہے کہ منکرینِ حدیث کے پاس نفی کی دو روایتیں ہیں ایک زید بن ثابت کی دوسری ابو سعید خدری کی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب اُن کے نزدیک سرے سے حدیث ہی ناقابلِ قبول ہے تو ان کا استدلال ہی باطل ہے دوسری بات یہ کہ اگر استدلال تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا درجہ الزامی استدلال کا ہوگا اور الزامی استدلال کی چنداں وقعت نہیں ہوتی کیونکہ اس سے مقصود صرف الزام ہی الزام ہوتا ہے۔

جواب ۲: زید بن ثابت والی روایت کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے اور ابو سعید خدری والی روایت کی صحت میں اختلاف ہے۔

منکرینِ حدیث کا دسواں اعتراض

ابنِ عساکر نے فاروقِ اعظمؓ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے بروایت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے تھے کہ خدا کی قسم کہ حضرت عمرؓ نے اُس وقت تک وفات نہیں پائی حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی طرف اپنے فرستادے بھیجے اور اُن کو جمع کیا اور جمع ہونے والوں میں سے بعض کا نام یہ ہے عبداللہ بن حذافہ، ابوالدرداء، ابوذر، عقبہ بن عامر پس فرمایا کہ یہ کیسی حدیثیں ہیں جنہیں تم ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا رہے ہو انھوں نے جواب دیا کہ کیا آپ ہمیں روکتے ہیں؟ فرمایا روکتا تو نہیں، مجھے کہنا یہ ہے کہ تم میرے پاس رہو خدا کی قسم تم مجھ سے جدا نہ ہونا جب تک میں زندہ ہوں۔ پس راوی کہتا ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس رہ گئے جب تک حضرت عمرؓ نے وفات نہ پائی۔

جواب ۱: بظاہر یہ حدیث ہمارے مدعا کے خلاف نہیں ہے، نہ تو اس میں نفی کتابت کا ذکر ہے اور نہ حجیتِ حدیث کے ناقابلِ قبول ہونے کا۔

جواب ۲: اگر اس میں ذکر ہے تو کثرتِ انتشار الحدیث فی الآفاق کا اور یہ کوئی مضرات

نہیں ہے کیونکہ صدرِ مملکت اگر کسی کا عمل اس قسم کا دیکھے جس میں توغل فی الاحادیث سے توجہ از قرآن ہٹ رہی ہو تو وہ اس قسم کی رکاوٹ کر سکتا ہے۔

جواب ۳:۔ جب انہوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ ہمیں روکتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے فوراً فرمایا کہ نہیں میں روکتا نہیں بلکہ تم میرے پاس رہ جاؤ، کیا یہ جملہ منکرین حدیث کی تمناؤں کو خاک میں نہیں ملاتا۔

جواب ۴:۔ ویسے بھی روایت ناقابلِ تسلیم ہے اس لئے کہ ابراہیم کی ملاقات حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں ہے اگر کسی کو شوق ہو تو اسماء الرجال کی کتب کا مطالعہ کرے۔

جواب ۵:۔ صاحب کنز العمال نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جس روایت کو ابن عساکر کی طرف منسوب کیا جائے اس کے ضعیف ہونے کے لئے یہی نسبت ہی کافی ہے کہ اس کی تخریج ابن عساکر نے کی ہے جب تک اس کے لئے کوئی اور مؤید نہ ہو۔

منکرین حدیث کا گیارھواں اعتراض

ابن حزم نے احکام میں لکھا ہے۔

ان عمر حبس ابن مسعود وابا موسیٰ وابا الدرداء فی المدینۃ علی الاکثار من الحدیث۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ نے ابن مسعود، ابو موسیٰ اشعری اور ابو الدرداء کو مدینے میں بند رکھا اس لئے کہ وہ بہت حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔

جواب ۱:۔ یعنی اکثار فی الحدیث کو نفی فی الکتابت مستلزم نہیں ہے۔

جواب ۲:۔ افسوس کہ معترضین نے روایت تو نقل کر دی لیکن سند کے متعلق تحقیقی الفاظ کو اپنا غلط مقصد ثابت کرنے کی خاطر چھپا گئے اس روایت کے آخر میں علامہ ابن حزم لکھتے ہیں ھذا مرسل ومشکوک فیہ۔ (احکام ص ۳۹ ج ۲)

منکرین حدیث کا بارھواں اعتراض

عن الشعبی عن قرظۃ بن کعب قال خرجنا یزید العراق فمشی معنا عمر ثم قال لنا اتدرون لم مشیت معکم

شعبی قرظہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم عراق جا رہے تھے تو ہمارے ساتھ کچھ دور تک حضرت عمرؓ بھی چلے گئے تو آپ نے

قلنا اردت ان نتبعنا وتکرمنا قال ان مع ذلك لحاجة خرجت لها انکم لتاتون بلدة لاهلها دوی کدوی النحل فلا تصدوهم بالاحادیث

(جامع بیان العلم)

فرمایا کیا تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیوں آیا ہوں ہم نے عرض کیا اعزاز و تکریم کے لئے آپ نے فرمایا اس کے علاوہ میرا ایک مقصد ہے وہ یہ کہ تم عراق جا رہے ہو وہ قرآن کی تلاوت کے عادی ہیں جس طرح شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے تم ایسا نہ کرنا کہ تم ان کو حدیثیں سنا سنا کر قرآن سے نہ ہٹا دینا۔

جواب ۱:- ابن حزم نے احکام ص۱۳۸ ج ۲ میں لکھا ہے کہ شعبی کی ملاقات قرظہ سے ثابت نہیں ہے لہٰذا روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔

جواب ۲:- اگر صحیح مان لیا جائے تو اس روایت میں نہ کتابتِ حدیث کی نفی ہے اور نہ ترک حدیث کی ترغیب ہے ترغیب ہے تو صرف اس کی کہ حدیثیں اس رنگ میں بیان نہ کرنا کہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے میں ان کا دل حدیثوں میں لگ جائے اور حفظِ قرآن کا سلسلہ منقطع ہو جائے، بنا بریں منکرین حدیث کا مدعا بر نہ آیا۔

جواب ۳:- یہ کہ سیدنا عمرؓ کے اس قول کو بشرطِ صحت کس طرح ترجیح ہوگی جبکہ خود اُن سے پانچ سو سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔

منکرینِ حدیث کے چند مغالطے

حقیقت یہ ہے کہ ہر باطل فرقے کی عادت ہے کہ اہلِ حق کے افراد کو مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ اگر اُن کا ہمنوا نہیں بن سکتا تو کم از کم جادۂ حق سے تو ضرور کنارہ کش ہو جائے اس لئے ذیل میں اُن کے چند مغالطے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اہلِ حق اُن سے بروقت مطلع ہو کر اُن کا پورے طور پر اندفاع کر سکیں۔

مغالطہ ۱:- حدیثیں تو قابلِ تسلیم ہیں لیکن محدثین کی بے احتیاطی قابلِ اعتراض ہے

بس جو جی میں آیا بیان کر دیا اور اُس کا نام حدیث رکھ دیا۔

جواب ملا:- اگر طاقت ہے تو غلام جیلانی برق ، اسلم جیراجپوری ، اور پرویز خود یا اُن کے چیلوں میں سے کوئی گستاخ اپنی گستاخی کے پیش نظر ایک ٹکڑا حدیث کا بنا کر اپنی طرف سے سند گھڑ کر لگا کر دکھائے تو ہم مانیں فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکفرین۔

منکرین حدیث نہ تو کتابوں کو دیکھتے ہیں اور نہ اُن پر اعتماد کرتے ہیں حالانکہ محدثین نے صحت روایات کے سلسلے میں اس قدر احتیاط کی ہے کہ بال کی کھال اُتار کے رکھ دی ہے ذیل میں چند واقعات ازیں قسم نقل کئے دیتا ہوں تاکہ حق و باطل کے درمیان فرق کیا جا سکے۔

پہلا واقعہ:- قال الحسن ابن صالح ابن حیّ انه قال کنا اذا اردنا ان نسمع الحدیث سئلنا عن حاله حتّی یقال تریدون ان تزوجوه۔

حسن بن صالح نے فرمایا ہم جب کسی محدث سے حدیث سُننے کا ارادہ کرتے تھے تو ہم اُس کا حال اس طرح پوچھتے تھے کہ ہم کو کہا جاتا تھا کہ کیا تم نے اس کا کہیں نکاح کرنا ہے۔

دوسرا واقعہ:- وجاءت جماعة الی شیخ لیسمعوا منه فرءوه خارجاً وقد انفلتت بغلته وهو یحاول امساکها وبیده مخلاة یریها ایاها فلاحظوا ان المخلاة فارغة فرجعوا ولم یسمعوا منه قالوا هذا یکذب علی البغلة فلانا من ان یکذب فی الحدیث۔

ایک محدث کے پاس ایک جماعت حدیث سُننے کے لئے آئی تو اس محدث کا خچر باہر نکل گیا تھا اور وہ اُس کے لوٹانے کا ارادہ کر رہا تھا اور ہاتھ میں چھاج لئے ہوئے تھا جب انہوں نے جا کر دیکھا تو چھاج خالی تھا اس حالت میں یہ واپس لوٹے اور اُس سے ایک حدیث بھی نہ سُنی وجہ بتائی کہ یہ جب حیوان پر جھوٹ بولتا ہے تو حدیث کے سلسلے میں کیوں نہ جھوٹ بولتے ہوں گے۔

تیسرا واقعہ:- ان شعبة کان یتمنی

شعبہ نے ایک مشہور محدث سے حدیث سُننے

رجل مشهور ليسمع منه فلما جاء وجده يشتري شيئا ويسترجح في الميزان فامتنع الشعبة من السماع عنه (كفاية الخطيب ص١١١ تا ص١١٣)

کا حتمی تھا جب اُس کے پاس آیا تو دیکھا سودا لے رہا تھا اور دوکاندار سے اور زیادہ تول کو کہہ رہا تھا پس شعبہ اُس سے سننا ترک کیا۔

روایت میں احتیاط کا ایک اور بے مثال طریقہ

قال شعبة سمعت من طلحة بن مصرف حديثا واحدا وكنت كلما مررت به سالته عنه اردت ان انظر الى حفظه فان غير منه شيئا تركته۔

شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے طلحہ سے ایک حدیث سنی پس جب اس کے قریب سے گذرتا تھا تو اس حدیث کے متعلق سوال کر لیتا تھا تاکہ میں اس کا حافظہ معلوم کر سکوں اگر کوئی حرف بدل دے تو میں روایت نہ کروں۔

انصاف فرمایئے کہ جو لوگ صرف اس لئے کسی صاحب علم سے روایت نہ کریں کہ وہ حیوانات سے دھوکا کرتا ہے، دوکاندار سے اپنے حق سے زیادتی کا مطالبہ کرتا ہے یا حدیث کے بعض الفاظ میں کمی بیشی کرتا ہے اُن پر غیر محتاط ہونے کا فتویٰ لگانا کسی عجلت مآب انسان کا ہی کام ہو سکتا ہے، ورنہ خدا جانتا ہے کہ ان لوگوں نے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر کے ہر دشوار گذار وادی کو عبور کر کے نبوی ارشادات کے یہ انمول موتی جمع کئے اور قوم تک پہنچائے اور ألا فليبلغ الشاهد الغائب پر عمل کر کے دکھایا خدا تعالےٰ اُن کو جزائے خیر دے آج اُن کی مساعی جمیلہ کی برکت سے قرآنی مفہوم کو سمجھنے کے لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کسی کا دروازہ کھٹکھٹانا نہیں پڑتا مگر مسلمانوں کی بدقسمتی سے دوسری طرف عبداللہ چکڑالوی، محب الحق عظیم آبادی، محمد اسلم جیراجپوری، تمنا عمادی، احمد دین خواجہ، غلام احمد پرویز، قمرالدین مدیر البیان، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، نیاز فتح پوری ہیں جو حدیث کے مفہوم سے ناآشنائی کے باعث قرآن پرستی کے نشے میں سرمست حبیب کبریا کے ہر قول و فعل و پر تنقید کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں الاماں

کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ منکرین کے لئے ان کے نزدیک بخاری کی روایتوں کے سب روایتیں اور حدیثیں من گھڑت افسانہ ساز ہیں بلکہ لاتعداد آیات پر تہمت کا انبار ہیں (معاذاللہ) ان کا منشاء یہ ہے کہ جب قرآنی آیات و احادیث کے مابین ایک حدِ فاصل قائم کر دی جائے گی تو ہم جو ہماری مرضی میں آئے گا بلا خوف سے تیغ لگا کر آیات کے مفاہیم کو توڑ مروڑ کر جیسے چاہیں گے روا ہوگا منکرینِ حدیث کی جماعت سن لے سہ

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہ لوگ انگریزی خوان اور ان میں سے بھی دین سے جاہل طبقے کو تو اپنے جال میں پھنسا سکتے ہیں لیکن دینی طبقے کو ارشاداتِ نبوی کا منکر بنانا کارے دارد۔

مغالطہ ۲ :- قرآن مجید میں خداوندی اعلان بایں الفاظ کہ ثم ان علینا بیانہ تمام حدیثوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

جواب :- منکرینِ حدیث کا یہ استنباط سراسر جہالت ہے اگر ان میں طاقت ہے تو اپنے اس قول کی لاج رکھتے ہوئے کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے، لیٹنے سونے، ہنسنے، نماز روزہ، حج زکوٰۃ، طواف سعی صفا مروہ اور طریقِ طواف، نکاح کی تفصیل، طلاق دینے کے طریقے، حلالات اور غیر حلالات از قسم ماکولات و مشروبات، سلام اور ملنے جلنے کے تفصیلی طریقے قرآن مجید میں ثابت کر کے دکھائیں، ان جاہلوں کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ جس طرح زمین کی آبادی کے لئے محنت مشقت کسان کرتا ہے اور رزق کا صدور رب کا لطف ہوتا ہے اسی طرح تشریح سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور ان علینا بیانہ والا وعدہ سب کا پورا ہوا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن مجید میں لتبین للناس کا جملہ موجود نہ ہوتا معلوم ہوا کہ قرآن کی تبیین حضور علیہ السلام کے ذمے ہے اور بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ دارالعلوم دیوبند بیان کے متعدد اقسام ہیں، بیان تاکید بھی ہے، بیان تمثیل بھی، بیان تقریر بھی ہے، بیان تفسیر بھی، بیان الحاق بھی ہے، بیان ترجیح بھی، بیان تعلیل بھی

ہے اور بیان تاثیر بھی، بیان خواص بھی ہے اسی بیان تمہید بھی، بیان تماس بھی ہے اور بیان تخصیص بھی، اس کے علاوہ بیان استخراج بھی ہے، بیان تفریع، اس لحاظ سے نہ صرف حدیثِ پاک کی ضرورت باقی رہتی ہے بلکہ فقہ اور اجماعِ اُمت بھی ضروریاتِ دین میں سے معلوم ہوتے ہیں۔

مغالطہ ۲: یہ ٹھیک ہے کہ حضور علیہ السلام نے قرآنی مفہوم کو بیان فرمایا ہے لیکن ان کے محفوظ رکھنے کا اُمت سے کوئی خاص انتظام نہیں ہو سکا جس کی وجہ سے حدیث پر اعتبار کیا جا سکے۔

جواب: یہ مغالطہ بھی جہالت پر مبنی ہے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانۂ اقدس ہی سے حدیثِ پاک کی کتابت شروع ہو چکی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبانِ درفشاں سے فتح مکہ کے موقع پر جب خطبہ ارشاد فرمایا تھا تو ایک یمنی صحابی ابوشاہ کی درخواست پر وہ خطبہ لکھوا کر اس کے حوالے کر دیا تھا۔

(ملاحظہ ہو مفتاح السنۃ ص۱۷)

ابوہریرہؓ کے متعلق آپ نے پڑھ لیا ہے کہ ان کے پاس ایک ضخیم کتاب موجود تھی جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے ارشاداتِ گرامی تحریر تھے یہ صحابہ پورے سو سال تک تعلیمِ قرآن کے ساتھ ساتھ تعلیمِ احادیث کا فریضہ بھی ادا کرتے رہے، اسی پہلی صدی میں ہی عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی ذمہ داری میں کتابتِ حدیث کا کام شروع کرا دیا چنانچہ مفتاح السنۃ ص۲۰ میں ہے:

انظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه فانى خفت دروس العلم و ذهاب العلماء۔

دیکھئے جو کچھ حضور علیہ السلام کی حدیث آپ کو میسر ہو بس آپ اس کو لکھ لیجئے اس لئے کہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے چلے جانے کا ڈر ہے۔

یہ ارشاد آپ نے مدینہ منورہ کے والی محمد بن عمرو بن حزم سے فرمایا اور تاکید کی کہ ہر حدیث کی چھان بین کی جائے نیز حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ پیغام بھی دیا کہ عمرۃ بن عبدالرحمن الانصاریہ (۹۸ھ میں جن کی وفات ہو گئی ہے) اور القاسم بن ابی بکر (جن کی وفات ۱۰۲ھ میں ہوئی ہے)

کے پاس جو مستند حدیثوں کے مجموعے ہیں وہ بھی میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ آپ کے ارشاد پر عمل ہوا اور محبوبِ خدا کے زرّیں ارشادات امتِ مسلمہ کی بھلائی کے لئے جمع ہونا شروع ہو گئے فجزاہ اللہ خیرا الجزاء ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۱۰۱ھ میں وفات پائی مگر کتابت و تدوین کا یہ کام بند نہ ہوا چنانچہ مکہ مکرمہ میں ابن جریج (م ۱۵۰ھ) نے مدینہ منورہ میں ابن اسحٰق (م ۱۵۱ھ) نے اور یمن میں معمر (م ۱۵۳ھ) نے اور شام میں اوزاعی (م ۱۵۶ھ) نے اور بصرہ میں الربیع (م ۱۶۰ھ) نے اور کوفہ میں سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) نے ، اسی طرح مدینہ طیبہ میں امام مالک (م ۱۷۹ھ) نے اور خراسان میں عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) نے ۔

جمع و تدوین اور کتابت احادیث کا سلسلہ

اب اُن کتابوں کے نام ملاحظہ فرمائیے جن کو محدثین نے لکھ کر امت پر احسان فرمایا!

چنانچہ (۱) لیث بن سعد (م ۱۷۵ھ) نے موطا ابن لیث لکھی (۲) امام مالک بن انس نے (م ۱۷۹ھ) میں موطا امام مالک لکھی (۳) ابن عیینہ (م ۱۹۸ھ) نے مصنف سفیان لکھی (۴) امام شافعی (م ۲۰۴ھ) نے مسند شافعی لکھی (۵) امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) نے مسند احمد بن حنبل لکھی (۶) عبد بن حمید (م ۲۴۹ھ) نے مسند ابن حمید لکھی (۷) امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی (م ۲۵۵ھ) نے مسند دارمی لکھی۔ (۸) امام محمد بن اسمٰعیل (م ۲۵۶ھ) نے صحیح بخاری لکھی (۹) مسلم بن الحجاج قشیری نے صحیح مسلم لکھی (۱۰) ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) نے سنن ابن ماجہ لکھی (۱۱) سلیمان بن اشعث سجستانی (م ۲۷۵ھ) نے سنن ابوداؤد لکھی (۱۲) علامہ قرطبی (م ۲۷۶ھ) نے المسند الکبیر لکھی (۱۳) امام محمد بن عیسٰی (م ۲۷۹ھ) نے سنن ترمذی لکھی (۱۴) امام احمد بن شعیب نسائی (م ۳۰۳ھ) نے سنن النسائی لکھی (۱۵) امام ابو یعلیٰ موصلی (م ۳۰۷ھ) نے مسند ابو یعلیٰ لکھی (۱۶) محمد ابن جریر الطبری (م ۳۱۰ھ) نے تہذیب الآثار لکھی۔

اس طریقے سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ نمایاں طور پر مسلمانوں کے سامنے حُجت بن کر آ گیا حتّٰی کہ اسلم جیراجپوری اور غلام احمد پرویز جیسے کٹر قسم کے منکرینِ حدیث کو بھی مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ :۔

(۱) امام مالک کی کتاب موطا خیر القرون کے عمل متواتر کا مجموعہ دینی کتابوں سے زیادہ اعتماد کے

قابل مجموعہ ہے۔ (طلوعِ اسلام صلا ۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء)

(۲) اس میں وہ از کار قصص۔ (معارف ج ۳ ص ۲۹۸)

اب چوتھی صدی سے لے کر چودھویں صدی تک حدیث کی ان کتابوں کو اس طرح جوڑ رکھا گیا کہ آج تک کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہاں میں کمی بیشی کر سکے۔ لاکھوں مسلمان ان کو پڑھ کر عالم بنتے ہیں اور ہزاروں اساتذہ ان کی تحقیقات سے علماء کو روشناس کراتے ہیں ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ ہے منکرینِ حدیث کی علمیت ان بے چاروں کو تو اتنا بھی معلوم نہیں کہ سُبّوحٌ قدّوس ربّنا وربّ الملٰئکۃ والرّوح قرآنی آیت ہے یا حدیث ہے ؎

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالدہر بماند

نبوی احادیث پر منکرینِ حدیث کے حملے اور انکے دندان شکن جوابات

بہتر ہوتا کہ ہم اپنے قلم سے حدیث کے متعلق دشمنوں کے نازیبا کلمات تحریر نہ کرتے مگر جب تک ظلمت سامنے نہ آئے روشنی کی قدر کا پتہ نہیں چلتا۔

منکرینِ حدیث کا پہلا حملہ حدیث میں ہے کہ مکھی کے ایک پر میں شفاء ہوتی ہے اور دوسرے پر میں بیماری! دیکھئے ملّاؤں نے حضور پر کیسا بُہتان باندھا ہے۔

جواب ۱ :- ہر وہ شخص جس کا ایمانی تعلق ذاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے اس کو اعتراض کرنے کی ذرہ بھر بھی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ شفاء و بیماری دینی معاملات میں سے ہے اور دین میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلا وہ حق ہی نکلا ہے۔

جواب ۲ :- طبیب دو قسم کے ہوتے ہیں جسمانی اور روحانی۔ جسمانی اطباء م

تعلق ظاہری تجربات سے ہوتا ہے اور روحانی اطباء کا تعلق وحی خداوندی یا الہام سے ہے اطباء وحکماء کے نزدیک یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہے کہ بادام کے مغز کی تاثیر اور ہے اور اس کے چھلکے کی اور ہے سیلے کا گودا قابض ہے لیکن گودے اور چھلکے کے درمیان والا پردہ قبض کشا ہے، اجوائن خشک کا ایک نصف مدر حیض ہے اور دوسرا نصف حابس ہے، آم کا چوس قبض کشا ہے اور آم کی گٹھلی کا مغز حابس اور قابض ہے، پس اگر جسمانی حکماء کی ریسرچ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے تو ایک پیغمبر کی روحانی تحقیقات پر اعتبار کیوں نہیں کیا جا سکتا نیز اسکے قول کو صحیح کیوں نہیں سمجھا جا سکتا۔

منکرین حدیث کا دوسرا حملہ بخاری ج ۱ ص۳۶ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والی حدیث نقل کر کے برق لکھتا ہے:۔ بخاری ہی میں یہ جرأت تھی کہ اس معلم کائنات کی طرف یہ فعل منسوب کر دیا اور نہ ہم حضورؐ کے متعلق اس قسم کی کوئی بات خیال میں لانا گناہ سمجھتے ہیں۔

جواب:۔ سبحان اللہ (چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد) منکر رسولؐ انکار حدیث کی خاطر شان نبوت کی کس قدر چالاکی سے ہمنوائی کر رہا ہے حالانکہ جواب اللہ رب العزت نے اس کی قلم سے ظاہر کرا دیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معلم کائنات ہیں جب آپؐ معلم کائنات ٹھہرے تو یہ بھی تعلیم تھی کہ اگر ایک انسان کمر درد میں مبتلا ہے بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے نیز اس کے ساتھ ساتھ اگر مقام نجس ہے بیٹھ کر پیشاب کرنے سے کپڑوں کے نجس ہونے کا اندیشہ ہے تب بھی معلم کائنات نے بصد مجبوری اسے جائز قرار دیا ہے لیکن بغیر عذر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا ثابت کرنا برق کے ذمہ رہا اور تسلی بخش جواب ہمارے ذمہ رہا، ہے کوئی ہمارا چیلنج قبول کرنے والا۔

منکرین حدیث کا تیسرا حملہ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ عادت تھی کہ تین مرتبہ سلام کہتے اور ہر بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے۔

اس پر برقؔ لکھتا ہے کہ دیکھئے مُلّا نے حضورؐ کے طرزِ گفتگو کو عام نیلامی کرنے والے کے برابر بنا دیا ہے۔

جواب:- دل میں بغض ہو تو ہر اچھی چیز بھی بُری نظر آتی ہے حقیقت یہ ہے کہ چونکہ حضور علیہ السلام معلّمِ کائنات ہیں اس لئے آپ نے یہ طرز اختیار فرمایا کہ سلام درحقیقت دُعا بھی ہے اور طلبِ اجازت بھی، اس لئے بہتر ہے کہ تین مرتبہ سلام کہے اگر اجازت ملے تو چلا جائے ورنہ وہ بغیر ناراضگی کے واپس ہو جائے ہو سکتا ہے کہ جس کے پاس آپ جا رہے ہوں وہ پہلے اور دوسرے سلام کو نہیں سُن پاتا یا وہ فارغ نہیں ہے، نیز حضور علیہ السلام کا تین مرتبہ بات کو دُہرانا بحیثیت معلّم کے ہوتا تھا، معلّم کا یہ دستور ہے کہ اپنی بات کو مخاطب کے ذہن نشین کرنے کے لئے بار بار سمجھاتا ہے۔ کیا ہم برقؔ صاحب اور اس کے چیلوں سے پوچھ سکتے ہیں کہ قرآن کے پہلے پارے میں مولائے کریم پر آپ کا کیا فتویٰ ہے جبکہ اللہ کریم نے تین مرتبہ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کہہ دیا ہے، کیا ایک مرتبہ کہہ دینا کافی نہیں تھا پس اگر خدا تعالیٰ کا ایک لفظ کو تین مرتبہ دہرانا۔ اسی طرح سورۃ الرحمٰن میں ہر آیت کے بعد فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ فرمانا۔ بالکل اسی طرح سورۃ مرسلٰت میں وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ کا بار بار لانا خلافِ فصاحت و بلاغت نہیں ہے تو حضور علیہ السلام کا تین مرتبہ ایک ہی مطلب کو مختلف عنوانات سے پیش کرنا اصولِ ادب کے خلاف نہیں ہے، اگر منکرینِ حدیث میں طاقت ہے تو جواب دیں۔

منکرینِ حدیث کا چوتھا حملہ | قارئینِ حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سراسر بہتان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک عورت احتلام سے غسل کے متعلق پوچھتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو غسل کا حکم فرماتے ہیں، نیز یہ بھی کہ اگر مرد کا انزال عورت سے پہلے ہو تو بچہ باپ پر جاتا ہے ورنہ ماں پر۔

جواب:- چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بقول برقؔ کے معلّمِ کائنات ہیں اور عورتوں کا گروہ ہمارے نزدیک کائنات میں داخل ہے، اس لئے سب کو حق حاصل ہے کہ

شریعت کے لحاظ سے پاک پلیدی کا اہم مسئلہ وجوب اور عدم وجوب کے ہر پہلو کے متعلق حضور علیہ السلام سے دریافت کریں اور حضور علیہ السلام ان کو نہایت اکرام سے جواب عنایت فرمائیں اور بحمد اللہ آپ نے بحیثیت معلم کائنات ہونے کے سائلہ کے جواب میں ایسا مسئلہ بیان فرمایا کہ قیامت تک کے لئے ہر عورت مستفید ہوگئی۔۔ انطف کے انزال کی قبلیت اور بعدیت کا مسئلہ اس سے متعلق میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ ان الفاظ سے برقی صاحب نے صحیح کا ناشتہ کیا ہے ورنہ حضور علیہ السلام کے یہ الفاظ نہیں ہیں، جب کہ ایسے الفاظ مبارک ہم ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں، برقی علمے میں گر جرأت ہے تو واضح کر کے دکھائیں، دیدہ باید حدیث شریف میں ہے۔

اِذَا عَلَا مَاءُهَا مَاءَ الرَّجُلِ يُشْبِهُ الْوَلَدُ اَخْوَالَهٗ وَاِذَا عَلَا مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَهَا يُشْبِهُ الْوَلَدُ اَعْمَامَهٗ ۔	جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ عورت کے رشتہ کے ہم شکل ہوگا اور اگر برعکس ہو تو مرد کے رشتہ داروں کے ہم شکل ہوگا۔

انزال کے پہلے یا بعد میں ہونے کا ذکر ہی نہیں ہے کاش کہ ان لوگوں میں ـــــــ ہوتا تو حدیث رسول کو مورد طعن نہ بناتے۔

منکرین حدیث کا پانچواں حملہ بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا اس میں مجھے عورتوں کی تعداد زیادہ نظر آئی اور حضورؐ نے وجہ یہ بتائی کہ عورتیں احسان فراموش و نافرمان ہونے کے علاوہ قرابتوں کا خیال نہیں رکھتیں۔

نیز جس عورت کو خاوند بلائے اور وہ اس کی تعمیل نہ کرے تو اس عورت پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

اس پر برقی صاحب نے بڑی پھبتیاں اڑائیں اور بڑے تمسخرانہ انداز میں حدیث پر جرح کی ہے، مثلاً لکھتا ہے کہ عورت کے معقول وجوہ بھی ہو سکتے ہیں ممکن ہے کہ وہ ماندہ ہو، سر میں درد ہو، دن بھر کے کام کاج سے تھکی ہاری ہو، بیلنے سے خطا نہ آنے کی وجہ سے پریشان ہو، کسی بچے کو کوئی تکلیف ہو، اس اولاد کی وجہ سے مباشرت کے تصور سے گریزاں

ہو، ہمسائی سے جھگڑا ہو گیا ہو، شوہر کے منہ سے بدبو آتی ہو یا اس کی صورت سے متنفر ہو تو کیا ان تمام صورتوں میں عورت ہی مستحقِ لعنت ٹھہرے گی، اگر شوہر مہینوں نہ نہائے، برسوں دانتوں کو صاف نہ کرے، جمعرات کا حلوہ بدستور دانتوں میں پھنسا ہوا ہو، اس کے کپڑوں سے بدستور تعفن اٹھ رہا ہو، اس کی بغلیں سنڈاس سے زیادہ غلیظ ہوں اور عورت اس متعفن مُردار کے پاس جانے سے انکار کرے تو کیا ملعون پھر بھی عورت ہوگی، کیا خدا اور اس کے تمام فرشتے شوہر ہی کا ساتھ دیں گے اور اس کی غلاظتِ مجسّم کو کچھ بھی نہیں کہا جائے گا، کیا کہنا اس انصاف کا اور کیا کہنا اس عقل و نظر کا جس نے یہ حدیث ایجاد کی۔

جواب ۱: غلام جیلانی برق نے جس انداز سے قرآن پرستی کے ضمن میں اپنی بھڑاس نکالی ہے اسے وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کی جولانیٔ قلم سے واقف ہو، حدیث کا مقصد صرف یہ ہے کہ عورت خاوند کی فرمانبردار رہے ہر حال میں اس کی وفادار رہے، دکھ سکھ میں شریک رہے اور حقوقِ زوجیت کی ادائیگی میں تساہل کی عادی نہ بنے مگر چونکہ برق کا ظہور ہی خرمنِ اسلام کو تباہ کرنا ہے اس لئے سرکارِ مدینہ کے ارشاد کو سمجھنے کے بجائے اس پر اعتراضات کرنا شروع کر دیئے۔

جواب ۲: یہ کس نے کہا ہے کہ اگر عورت معذور ہو اور عذر بھی ایسا کہ جو شرعاً قابلِ قبول ہو پھر بھی وہ اپنے خاوند کی حکمِ خاص کی تعمیل کرے وہ نہایت ادب سے وجوہ بھی پیش کر سکتی ہے اور اجازت بھی لے سکتی ہے۔

جواب ۳: یہ کیسے ممکن ہے کہ گھر والی کے حالات سے گھر والا بے خبر ہو، حائضہ سے خصوصی ملاپ بروئے حدیث مکروہ ہے، زوجہ کی بیماری اور اس پر غمگینی کے اثرات سے شوہر سے زیادہ متأثر کون ہو سکتا ہے اس بنا پر معلوم ہوا کہ برق صاحب نے اپنے گھر ہی کی بات کا تذکرہ کر دیا ہے صاحب البیت ادری بما فیہ دال ہے۔

جواب ۴: کاش کہ بجائے ان فقروں کے برق صاحب یوں کہہ دیتے کہ ہو سکتا ہے کہ بیوی مسلمان ہو، طیبہ طاہرہ ہو، پابندِ صوم و صلوٰۃ ہو، قرآن خوان اور حدیث دان ہو اور ہر وقت باوضو رہنے کی عادی ہو، سنتِ نبوی پر عاملہ ہو، لیکن

بدقسمتی سے خاوند منکرِ حدیث ، موہنِ رسول ہو، بطنزر خود انگریزوں کی طرح داڑھی کا دشمن ہو، قربانی کے دُنبے کی طرح بلی ہوئی اس کی لمبی مونچھیں جاسے پیئے تو مونچھیں بھی شریک ہو جائیں، میلی صافی سے ہاتھ صاف کرتا ہو، کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا عادی ہو، کاغذ سے استنجا کرتا ہو، پتلون پیشاب کے قطرات سے ناپاک ہو، بے نماز ہو، پیٹ حرام سے بھرا ہوا ہو، چلے تو زلفوں کے جھول، ایک ایک بجے رات تک غنڈوں میں گذارتا ہو، شراب کی بُو اس کے مُنہ سے آتی ہو، چرس بھری سگریٹ پیتا ہو، اگر ان حالات میں اپنی بیوی کو بُلائے اور وہ نفرت کرے تو کیا فرشتے اس پر لعنت کریں گے اور خداوند کا ساتھ دیں گے۔

منکرینِ حدیث کا چھٹا حملہ | فضائل ذکر اللہ والی حدیثوں کو نقل کر کے برقؔ نے دو قرآن ص۱۲۱ میں لکھا ہے۔۔۔ دیکھا آپ نے کہ مُلّا نے خطراتِ جنگ سے بچنے کے لئے کیسی کیسی پناہ گاہیں تعمیر کر رکھی ہیں اگر ان پناہ گاہوں کا نام لو تو وہ شور مچا دیتا ہے کہ وہ دیکھو فلاں شخص بے ایمان ہو گیا ہے، احادیثِ رسول پر حملہ کر رہا ہے، اسے سنگسار کرو زندہ جلا دو ورنہ یہ شخص اسلام کا بیڑہ غرق کر دے گا یعنی اگر آپ سارے قرآن کا ستیاناس کر دیں تو خیر ہے اور ہم آپ کے حصارِ باطل پر صرف ایک آدھ بم پھینک بیٹھیں تو آپ پھیپھڑے پھاڑ پھاڑ کر چیخنا شروع کر دیتے ہیں۔

جواب :- کس قدر چالاک ہے یہ دشمن کہ بغض ہے رسولِ کریمؐ سے اور سامنے لاتا ہے مُلّا کو، خدا تعالیٰ ستیاناس کرے ایسی تعلیم کا جس نے اس بیچارے بدقسمت کو حدیث کے رُوحانی فیوضات سے محروم کر دیا، کاش کہ اس میں عقل ہوتی تو پیغمبر کے حق میں ایسی لاف زنی نہ کرتا، دیکھئے تو یہی کہ منکرینِ حدیث کی قلم کی روانی نہ حدیث کا حیا کرتی ہے اور نہ صاحبِ حدیث کا شرم، سمجھ جب اُلٹی ہو جائے تو اس قسم کے بُرے نتائج برآمد ہوتے ہیں ورنہ صاف بات ہے کہ ذکرِ الٰہی جہاد کے منافی نہیں اور جہاد ذکرِ الٰہی کے منافی نہیں۔ ذکر اللہ کی برکت سے جہاد میں نصرت و کامرانی نصیب ہوتی ہے، اگر برقؔ صاحب کو ان ہزلیات سے فراغت نصیب ہو تو کنز العمال، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ کی کتاب الجہاد اور باب فضائل الجہاد میں

درج شدہ حدیثیں دیکھیں اور پھر بتائیں کہ اس مُلا کے نزدیک حدیث کی روشنی میں فریضۂ جہاد کس قدر ضروری ہے اور ایک اہلسنت مسلمان جہاد کے ساتھ ساتھ ذکر الٰہی میں مشغولیت اور بحالت جہاد محض اللہ پر بھروسے کو کتنی اہمیت دیتا ہے، رہا ذکر الٰہی کا مسئلہ، اگر برق یا برقی جیسوں جانوروں میں تھوڑی سی عقل ہے تو انہیں طاقت نہیں کہ وہ قرآن پڑھتے ہوئے فضائل ذکر اور اس کی ضرورت کا انکار کر سکیں۔

ذکر کی تاکید واذکروا اللہ کثیرا لعلکم ترحمون [ترجمہ] خدا تعالیٰ کو بہت یاد کرو تاکہ رحم کئے جاؤ۔

جہاد میں ذکر الٰہی کی تاکید اس قدر قرآنی آیات کے باوجود ہماری سمجھ سے بالاتر ہے یہ مسئلہ کہ ملا قرآن کا کس طرح ستیاناس کر رہا ہے اور یہ لوگ اس وقت ہمیں اس آفت سے کس طرح بچانا چاہتے ہیں تعجب ہے کہ کو ہمیشہ دودھ نظر آتے ہیں۔

منکرین حدیث کا ساتواں حملہ بخاری شریف میں ہے کہ نیک غلاموں کو دگنا اجر ملے گا۔ اس حدیث کو نقل کر کے "دو قرآن صفحہ ۲۹۹" میں لکھتا ہے:۔

لعنت ہے ایسی زندگی پر اور پھٹکار اس جعلساز ملاں پر جس نے یہ حدیث تراش کر اسلام کے بنیادی مقصد پر اس قدر خوفناک حملہ کیا اور مسلمانوں کو مرتبہ جہانبانی سے اٹھا کر متعفن سنڈاس میں پھینکنے کی کوشش کی۔

جواب :۔ حقیقت تو یہ ہے کہ برقی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ بدگمانی اور کج فہمی جیسی چھوتدار بیماریوں کا شکار ہو چکے ہیں یہ خارش نہ صرف ان کی صحت کو برباد کر چکی ہے بلکہ ان کے متعلقین تک بھی متجاوز ہو چکی ہے انسان اگر خود نہ جانتا ہو تو فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کی تعمیل کے پیش نظر کسی اہل الذکر والفکر سے مطلب دریافت کر لے، بخاری شریف میں جن غلاموں کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد وہ خرید شدہ غلام ہیں جن کی بیع شرعاً شریعت میں جائز ہے۔ سرور کائنات نے ان غلاموں کو ہدایت

کی ہے کہ وہ اپنے آقا کی خدمت تو خواہ مخواہ کریں گے لیکن اگر وہ ساتھ ساتھ نیک بھی ہوں تو ان کو دوہرا اجر ملے گا۔ ع

ذرہ سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

منکرینِ حدیث کا آٹھواں حملہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اطلبوا الحاجۃ من حسن الوجوہ اس پر برق بہت زیادہ برستے ہیں کہ ملّاؤں نے یہ حدیث گھڑ کر شہوت رانی پیدا کی ہے۔

جواب نمبر ۱: بقولِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ دنیا کو پانچ چیزوں نے تباہ کیا ہے: کج روی، کج بینی، کج اندیشی، کج گوئی، کج فہمی۔ بدقسمتی سے برق صاحب اور ان کے علاوہ منکرینِ حدیث کی گنی چنی پارٹی ان سب بیماریوں میں مبتلا ہے اور وہ بیماریاں اس حد تک ترقی کر چکی ہیں کہ اب ان کا علاج مشکل ہے۔ اتمامِ حجت کے طور پر یہ سب جوابات دیئے جا رہے ہیں ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو صحیح نہ ماننا مشرکینِ مکہ کا کام تھا۔

خلاصہ یہ کہ شریعت کے اصول کے پیشِ نظر مسلمان کی امید مسلمان سے ہی وابستہ ہو سکتی ہے کفار سے مسلمان کے تعلقات ہوتے ہیں اور نہ ان کو محبوب بنا سکتا ہے۔ آپؐ کے ارشادِ عالیہ کا مطلب یہ ہے کہ عمومی طور پر خدا تعالیٰ جس انسان کو ظاہری خوبیوں سے نوازتے ہیں اُس میں باطنی خوبیاں بھی ودیعت رکھی ہوئی ہوتی ہیں اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہ۔ اس بناء پر حضرتؐ کا ارشاد اپنے مقام پر بجا ہے بے جا نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲: حسن الوجہ سے جہاں ظاہری خوبی مراد ہے وہاں اسلامی رونق جو ہر ایماندار کے چہرے پر نمایاں ہوتی ہے بھی مراد لی جا سکتی ہے اب اس میں نہ گورے کی تخصیص رہے گی اور نہ کالے کی اگر ایسا ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں فرماتے اطلبوا الحاجۃ من بیض الوجہ اور اس سے حضرت بلالؓ جیسے مبارک انسان تو خارج ہو جاتے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیا حبش اور افریقہ کے سارے مسلمان اس قابل نہیں۔

جواب نمبر ۳: حضرت علیہ السلام کے اس ارشاد سے حضرتؐ کا مقصد تعلیم دینا

بھی ہے کہ خوبصورت اور وجیہہ لوگوں کو چاہیئے کہ وہ با اخلاق بن کر رہیں تاکہ ان کی بد اخلاقی سے
دنیا یہ کہنے نہ پائے کہ چہرہ تو کتنا اچھا ہے اور عمل کیسے خراب ہیں۔

جواب ۲ :۔ حسن الوجہ کا معنیٰ ہماری بولی میں ہنس مکھ ہے مطلب یہ ہوا کہ اگر آپ
کو کوئی کام کرانا ہے تو ایسے انسان سے بات نہ کریں جو مکروہ الطبع اور تیوری چڑھائے بیٹھا
ہو، چڑچڑا قسم کا انسان اور ہر وقت اخنستین کا شہر بنا کر بیٹھنے والا شخص اس قابل ہی نہیں کہ
آپ اپنی طرف متوجہ کریں اس لئے کہ وہ تو ہر وقت بدمزہ اور بے حال رہنے کا عادی
ہوتا ہے بلکہ آپ جس سے کام کرانا چاہتے ہیں اس کے چہرے کو بیک نظر دیکھ لیں کہ کیا وہ
طلیق الوجہ نہیں اور ہنس مکھ ہے کیا اس کے لبوں پر مسکراہٹ ہے جب بولتا ہے تو میٹھے
انداز سے بولتا ہے یا نہ اگر ہے تو بلا شبہ آپ اس کے سامنے اپنے مطلب کی بات کریں
تجربہ شاہد ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ آپ کو بامراد بنائے گا ورنہ ایسا جواب دے گا کہ آپ
ذرہ بھر بھی غمگینی محسوس نہ کریں گے، اب ان جوابات کے بعد برقؔ کی لاف زنی ملاحظہ فرمایئے۔

برق کی برقیہ

کہتا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ یہ احادیث یا تو یہود و نصاریٰ نے وضع کی تھیں اور یا
ان شہوانی مُلّاؤں نے جو ہندوؤں کی طرح عیاشی اور شہوت رانی کو جزوِ مذہب بنانا
چاہتے ہیں۔

بہرحال منکرینِ حدیث کی نگاہ میں چونکہ حضور علیہ السلام کی عزت ہے نہ آپ کے
ارشادات کی، اس لئے حدیث پر جو جی میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں، ذیل میں دو اسلام ص۱۴۱"
سے ایک عبارت نقل کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیں اور منکرینِ حدیث کی اسلام دشمنی کا
اندازہ لگائیں :۔

"اگر ہم اپنے مُلّا کا مذہب قبول کر لیں تو پھر استنجا بھی اصولِ دین، معاذ اللہ ننگا
سر بھی رکنِ اسلام، ٹخنوں سے اونچی شلوار بھی مذہبی فرض، مُنڈی ہوئی مونچھیں
اور لمبی داڑھی بھی جزوِ دین، مسلمان کیا ہوا اچھا خاصا جوکر بن کر رہ گیا، کیا آپ

ان لایعنی قیود میں جکڑا ہوا اسلام کسی انگریز کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرسکتے ہیں اگر آپ کسی نو مسلم انگریز کا سر مونڈ کر اوپر ایک موٹا سا گچھا بند ھ دیں مونچھیں مونڈ ڈالیں، داڑھی ناف تک بڑھا دیں، نیچے ٹخنوں سے بالشت بھر اونچی شلوار پہنا دیں، پگڑ میں مسواک ٹانگ کر ساتھ تسبیح باندھ دیں اور آنکھوں میں سُرمہ ڈال کر انگلستان بھیج دیں تو دو ہی نتیجے ہوں گے یا تو انگریز اُسے جن سمجھ کر مار ڈالیں گے اور یا پھر چڑیا گھر میں بند کر دیں گے۔

تردید برقی صاحب نے رسول دشمنی میں قلم کی اس روانی سے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر کس عیاری سے ضرب کاری لگانے کی کوشش کی ہے حد ہو گئی اس جرأت کی اور انتہا ہو گئی اس دیدہ دلیری کی۔ برقی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مذہب نہ ملا کا ہے اور نہ ملا کے باپ کا ہے مذہب خدا اور خدا کے پیارے رسول کا ہے تمہیں کس نے کہا ہے کہ ان قیودات میں جکڑے رہو اور اسلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہو۔

(۱) اگر کسی کو استنجا کرنے سے چڑ ہے تو بلاشبہ وہ لونوں اور پاجاموں کو گندگی سے ملوث کرتا رہے۔

(۲) اگر کسی کو منڈے ہوئے سر پر اعتراض ہے تو وہ اپنے سر کے بال بڑھا کر ٹخنوں تک لے جا سکتا ہے۔

(۳) اگر کسی کو ٹخنوں سے اونچی شلوار معیوب نظر آئے تو بخوشی گذارہ کر سکتا ہے۔

(۴) اگر کسی کو منڈی ہوئی مونچھیں زیب نہ دیتی ہوں تو وہ قربانی کے دنبے کی طرح پال کر ڈیڑھ گز بھی بڑھا سکتا ہے۔

(۵) اگر کسی کو داڑھی بڑھانا مناسب معلوم نہ ہو تو وہ بالوں کو اکھیڑ بھی سکتا ہے۔

لیکن خدارا انصاف کیجئے کہ اگر ایک ایسا انسان آپ کے سامنے آجائے جس کے سر کے بال ٹخنوں تک بڑھے ہوئے ہوں، ستر کے بغیر کپڑا بدن پر نہ ہو، مونچھیں ڈیڑھ گز لمبی ہوں داڑھی کا صفایا ہو تو آپ اسے کیا سمجھیں گے یقیناً دیو ہی تصور کریں گے۔

(۱) حالانکہ استنجا طہارت و نظافت کے لئے ہے۔ (۲) سر کا منڈوانا تقوی کا باعث ہے۔
(۳) شلوار ٹخنے سے اوپر باندھنا گلیوں کی نجاست سے محفوظ رہنے کے لئے ہے۔
(۴) مسواک منہ کی بدبو دور کرنے کے لئے ہے تسبیح نماز کے ذکر کے لئے اور فرق انسان اور حیوان کے درمیان امتیاز اور حسن کو دوبالا کرنے کے لئے ہے۔ باقی کسی کام کا بلا ثبوت فرض واجب اور کس کہہ دینا یہ منکرین حدیث کے نزدیک بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اگر آپ حضرات توجہ سے کام لیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات انہیں حدیثوں میں ہی موجود ہوں گے، حقیقت میں ان کے سب اعتراضات علم سے ناواقفیت اور علماء سے بے تعلق ہونے کی وجہ سے ہیں، اب ذیل میں نماز کے متعلق عبارت پیش کی جاتی ہے۔

نماز کے متعلق پرویزی نظریہ

طلوع اسلام دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۴۸،۴۷ پر لکھا ہے، عجم یعنی مجوسیوں کے ہاں پرستش کی رسم کو نماز کہا جاتا ہے یہ لفظ انہیں کے ہاں کا ہے اور ان کی کتابوں میں موجود ہے لہٰذا صلوٰۃ کی جگہ نماز لے لی ہے اور قرآن کی اصطلاح اقیموا الصلوٰۃ کا ترجمہ ہو گیا نماز پڑھو۔

(۱) چلو پہلی ہوئی پرویز نے نماز جیسی اہم عبادت کی اہمیت کو ختم کرنے کے لئے جن الفاظ کا استعمال کیا ہے وہ اس کے بغیر کسی کو زیب نہیں دیتے حالانکہ پہلے تو یہ بھی غلط ہے کہ مجوسی اپنی طرز کی عبادت کو نماز کہتے تھے مجوسی ہمارے اں بستے تھے لیکن کوئی بھی اپنے مذہب کی عبادت کو نماز سے تعبیر نہیں کرتا تھا۔

(۲) دوسرا یہ کہ اگر کوئی لفظ یا کوئی عمل کسی مذہب میں اچھا ہو اور مسلمانوں کا راہبر انہیں اپنا لے تو اس میں کیا حرج ہے اس سے تو اس کا حسن دوبالا ہوتا ہے نہ کہ اس کی قباحت بڑھتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پرویزی پارٹی نہ تو نماز کو نماز تسلیم کرتی ہے اور نہ وہ پانچ وقت کی

نمازوں کے قائل ہیں بھلا ان لوگوں کو کون سمجھائے کہ جس طرح سورج کے ہونے اور چاند کے ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہے اسی طرح پانچ نمازوں کے برحق ہونے میں بھی کسی مسلمان کو شک نہیں اور جو شک کرتا ہے اُس کے اپنے ایمان میں شک ہے۔ پرویز کو نماز کے متوقت ہونے اور خاص طرز سے ادا کرنے پر اعتراض ہے وہ لکھتا ہے :-

"دین یہ کہنے کے لئے آیا تھا کہ قوانینِ الٰہیہ کے مطابق نظام معاشرہ قائم کرو اور اپنی زندگی اس نظام کے تابع بسر کرو اس کا نام تھا عبادات، مذہب نے اسے پرستش سے بدل دیا یعنی ایک خاص وقت پر خاص انداز میں خاص قسم کی حرکات و سکنات اور ان کے متعلق یہ کہہ دیا کہ ان سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اگر ایسا کچھ نہ کیا جائے تو وہ ناراض ہو کر جہنم کی آگ میں جھونک دیتا ہے"۔

(طلوع اسلام ص ۲۶ فروری ۱۹۵۷ء)

تردید :- پرویز کا اپنی ہر تصنیف میں الصلوٰۃ کو نظام سے تعبیر کرنا قرآنی ذوق کے سراسر خلاف ہے اب ذیل میں قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

فرضیتِ صلوٰۃ پر دلائل

پہلی آیت :- اقیموا الصلوٰۃ اس میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے نظام صلوٰۃ کا یہاں ذکر تک نہیں۔

دوسری آیت :- اقم الصلوٰۃ لذکری اس میں خدا تعالیٰ کی یاد کا بہترین طریقہ اقامتِ نماز قرار دیا گیا ہے۔

تیسری آیت :- ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا اس میں نماز کے متوقت اور فرض ہونے کی تصریح کی گئی ہے۔

چوتھی آیت :- قد افلح المؤمنون الذین فی صلوتھم خاشعون میں خشوع سے نماز ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

قرآن مجید میں پانچوں نمازوں کا ثبوت

پہلا ثبوت:۔ فسبحٰن اللّٰہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیًا و حین تظہرون۔

پس اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو جب کہ تم شام کرو اور جب تم صبح کرو اور اس کے لئے آسمانوں زمینوں میں تعریف ہو وقت عشاء اور جب تم ظہر کرتے ہو۔

طرز استدلال:۔ اس آیت میں چار ابتوں کا ذکر کیا گیا ہے، مغرب، عشاء، صبح، ظہر، اور ان اوقات میں تسبیح اور حمد کا حکم دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ نماز میں اعلیٰ جزو تسبیح ہے اور تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قبیلے سے ہے جبکہ نماز میں قیام بھی فرض ہے جیسا کہ قوموا للہ قانتین سے ثابت ہے اور رکوع وسجود بھی جیسا کہ وارکعوا واسجدوا سے ظاہر ہے ان تینوں حالتوں میں تسبیحات ہی تسبیحات کا ذکر کیا جاتا ہے، قیام میں سُبحٰنک اللّٰھم ہے، اور رکوع وسجود میں سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ ہے، نیز تسبیح عام اور تسبیح موقت کے درمیان مراد کی حیثیت سے ارباب دانش کے نزدیک جو فرق ہے وہ واضح ہے یعنی یسبح لہ فی السمٰوٰت والارض اور سبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروب کے کلمات بتلاتے ہیں کہ دوسری آیت میں تسبیح سے کوئی خاص قسم کی تسبیح مراد ہے اور وہ متفقہ طور پر جملہ مسلمانوں کے نزدیک نماز ہے۔

تائید مزید:۔ قرآن مجید میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آیتوں میں تسبیح کی تشریح کے ضمن میں صلوٰۃ کو بھی لایا گیا ہے۔

مثلاً الم تر ان اللہ یسبح لہٗ من فی السمٰوٰت والارض۔ کلٌ قد علم صلوٰتہٗ وتسبیحہٗ

اسی طرح تیسرے مقام پر فاصبر علیٰ ما یقولون وسبح ہے لیکن تسبیح سے مراد کو دو اور آیتوں سے واضح کیا ہے۔

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ..... وأمر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیہا

پہلی آیت میں صبر کو صلوٰۃ پر مقدم کیا گیا ہے اور دوسری آیت میں صلوٰۃ کو سجود جس سے واضح ہوتا ہے کہ تسبیح خاص سے مراد نماز ہی ہے۔

پس چار نمازوں کا تذکرہ مذکورہ آیت میں صراحۃً موجود ہے اور نماز عصر کا تذکرہ طور پر سورۂ عصر میں، لہٰذا روز روشن کی طرح پانچوں نمازوں کا ثبوت قرآن مجید سے واضح ہو گیا۔

دوسرا ثبوت:۔ حافظوا علی الصّلوٰۃ والصّلوٰۃ الوسطیٰ۔ | نگہبانی کرو تمام نمازوں کی اور نماز درمیانی کی۔

طرز استدلال:۔ بقرینۂ آیات سابقہ الصلوات سے مراد چار نمازیں ہیں اور پانچویں نماز وہی ہے جو چاروں کے درمیان ہو، وہ یقیناً سورۂ عصر کے قرینے سے پانچویں ہی ٹھہرے گی۔ فللّٰہ الحمد

تیسرا ثبوت:۔ اقم الصّلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقراٰن الفجر۔ | قائم کیا کر نماز سورج ڈھلنے کے وقت سے لے کر رات تک اور پڑھو صبح کی نماز پابندیٔ قرأت قرآن کے ساتھ۔

صاحب تفسیر کبیر ص۲۶۵ ج ۶ میں رقمطراز ہیں:۔

منکرین حدیث کا نواں حملہ بخاری شریف ص۳۹ ج ۱ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گھر والی حضرت عائشہؓ سے ابوسلمہؓ اور عبداللہ بن زید نے حضور علیہ السلام کے غسل کے متعلق دریافت کیا تو حضرت عائشہؓ نے چار سیر پانی منگوا کر نہا لیا۔ اس پر منکرین کا اعتراض ہے کہ یہ سراسر بہتان ہے کہ چار سیر پانی غسل کے لئے پورا ہو سکتا ہو نیز حضرت عائشہؓ کے مقام کے بھی خلاف ہے کہ انہوں نے لوگوں کے سامنے نہایا ہو۔

جواب ملہ نوٹ بدرا بہانۂ بسیار والی مثال یہاں فٹ آتی ہے اس لئے کہ پانی کی قدر وہاں ہوتی ہے جہاں پانی کی قلت ہو جو لوگ فواروں اور ٹنکیوں کے نیچے گھنٹوں گرمی کے موسم میں نہاتے نہ تھکتے ہوں وہ بلاشبہ اس حدیث پر ایمان لانے

سے قاصر ہیں۔

جواب ۱۱۔ مردوں کے سامنے نہانے کا ذکر حدیث میں نہیں ہے بلکہ حدیث شریف میں اس قدر الفاظ موجود ہیں۔

فاغتسلت وافاضت علی رأسها وبيننا وبينها حجاب۔
(بخاری صفحہ ۳۹ جلد ۱)

بی بی صاحبہ نہائیں اور انہوں نے اپنے سر پر پانی ڈالا اور ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ تھا۔

جب حجاب کا لفظ صراحۃً موجود ہے تو منکرین حدیث کا شبہ سارا منشور ہو گیا۔ ابو سلمہ اور عبداللہ کے متعلق بھی سن لیجئے۔ ابو سلمہ سیدہ عائشہؓ کا رضاعی بھانجا تھا اور عبداللہ سیدہ کا رضاعی بھائی تھا۔ رہا یہ شبہ کہ سیدہ کے غسل کی کیفیت کا ان کو کیسے پتہ چلا جبکہ درمیان میں پردہ لٹکا ہوا تھا، سو اس کا جواب علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے "فتح الباری ص۳۱۲ ج ۱" میں دیا ہے۔

قال القاضی عیاض ظاهره انهما رأیا عملها في رأسها واعالی جسدها مما یحل نظره للمحرم لانها خالة ابی سلمة من الرضاع

قاضی عیاض نے فرمایا کہ انہوں نے غسل کے اثرات سیدہ کے سر پر دیکھے تھے اور ہاتھ پاؤں سے معلوم کیا تھا جہاں ایک محرم کے لئے دیکھنا جائز ہے اس لئے کہ سیدہ ابو سلمہ کی رضاعی خالہ تھیں۔

منکرین حدیث کا دسواں حملہ

حدیث معراج میں حضور کا آنا جانا باطلاع موسیٰ نمازوں کی کمی کی سفارش کے لئے مضحکہ خیز ہے۔

جواب ۱۔ ہمارے نزدیک منکرین کے اس قسم کے خیالات سرے سے مضحکہ خیز ہیں اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام کی عرضداشت تو اپنے تجربے کی بناء پر خیر خواہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار جانا شفقت علی الامت اور دربار خداوندی میں بے پناہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ ع

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کیا نظر آئے کیا دیکھے

منکرین حدیث کا گیارہواں حملہ | ورقہ بن نوفل کے پاس سیدہ خدیجہ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے جانا بھی مُلاّؤں کی بناوٹ ہے۔

جواب :۔ اعلانِ نبوت کے ابتدائی لمحات میں اس قسم کا واقعہ نہ عقلاً محال ہے نہ نقلاً بلکہ ورقہ بن نوفل کی تائید سے مزید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام نبوت پر توثیق و تائید سہل رہی ہے۔

آپ کا مخلص دوست

فقیر دوست محمد قریشی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ